ماہنامہ
جہدِ حق
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - December 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 12 ...... دسمبر 2015..... قیمت 5روپے

قانون، بین الاقوامی معاہدے اور نقلِ مکانی: پیچیدگیوں کا فوری حل عام انسان کی معیشت کے لئے اہم ہے

اسلام آباد، 27 نومبر 2015 : ایچ آر سی پی نے ''**2014** کا دھرنا اور پرامن مظاہرین کے حقوق'' کے عنوان پر ایک مشاورت کا انعقاد کیا

اسلام آباد، 26 نومبر 2015 : ''اندرون ملک نقل مکانی کرنے والوں کی رہائش کے لیے مستقل انتظامات کیے جائیں'' کے موضوع پر تقریب کا اہتمام کیا گیا

نومبر، تربت، مکران: ''تعلیم نسواں کی صورت حال'' پر ایک روزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی

''انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے انسانیت دوست اقدار کا فروغ''

کے حوالے سے ٹانک، ایبٹ آباد، میر پور خاص، صحبت پور اور نوکنڈی میں دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا

میر پور خاص: 25-26 نومبر 2015

ایبٹ آباد: 10-11 نومبر 2015

ٹانک: 07-08 نومبر 2015

صحبت پور: 02-03 نومبر 2015

نوکنڈی: 09-10 اکتوبر 2015

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1

تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2

ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3

ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4

کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5

کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6

ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8

ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9

کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10

ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11

(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12

کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13

(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14

(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15

(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16

(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17

(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18

ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20

(1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21

(ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22

معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23

(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24

ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25

(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26

(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27

(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں

دفعہ - 28

ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29

(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30

اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

فہرست

ایچ آر سی پی کی جاری کردہ پریس ریلیزیں	5
بچوں کے حقوق کے لیے پنجاب حکومت سے کمیشن کے قیام کا مطالبہ	8
لاہور کا متنازعہ ترین منصوبہ	9
اقلیتیں	10
قانون سازی اور آئین میں ترمیم کا طریقہ کار	11
بہار میں ہونے والے انتخابات اور ہم	13
تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کا عالمی میثاق	15
پاکستان میں اسلامی شریعت اور مذہب کی بے حرمتی سے متعلق قوانین	23
انتہاپسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس	29
عورتیں	38
صحت	42
خودکشی کے واقعات	43
اقدام خودکشی	47
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا/جنسی تشدد کے واقعات	49
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	52

ایچ آر سی پی کے ایک اور متحرک کارکن شہید کردیئے گئے

مذمت

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے جنوبی وزیرستان کے لیے ایچ آر سی پی کی کارروائیوں کو نظم وضبط میں لانے کے ذمہ دار زمان محسود کے قتل پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ زمان محسود ایچ آر سی پی کے ایک انتہائی مقصد پسند اور متحرک نمائندے تھے جنہوں نے اپنی زندگی مخلوق خدا کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آج ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ زمان محسود پر ٹانک میں آج صبح حملہ کیا گیا اور شام گئے تک ان پر حملہ کرنے والوں کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوسکا۔ انہیں بہت سی گولیاں لگیں جس سے وہ شدید زخمی ہوگئے۔ مقامی ہسپتال میں علاج کی مناسب سہولتیں نہ ہونے کے باعث انہیں ڈیرہ اسماعیل خان منتقل کیا گیا جہاں وہ ہسپتال میں آپریشن کے دوران انتقال کر گئے۔

ایچ آر سی پی سوگوار خاندان سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ انسانی حقوق کے مقصد کی راہ میں شہید ہونے والوں کی فہرست میں یہ تازہ ترین اضافہ ہے۔ کمیشن امید کرتا ہے کہ اس سے مرحوم کے ساتھیوں کا حوصلہ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھے گا اور وہ مزید شدت کے ساتھ انسانی حقوق کے کام کو آگے بڑھائیں گے۔ کمیشن نے کہا کہ ''ہم حکام سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر اس علاقے میں ان کا کوئی اختیار ہے تو پھر وہ اس بھیانک جرم کے کرداروں کو پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کریں اس لیے کہ اس سے پہلے ایچ آر سی پی کے جو پانچ کارکن شہید ہوئے تھے، برسوں گزرنے کے باوجود ان کے قاتلوں کو تاحال گرفتار نہیں کیا جاسکا''۔

ایچ آر سی پی سول سوسائٹی اور حکومت کی توجہ اس امکان کی طرف بھی دلانا چاہے گا کہ زمان محسود اور انسانی حقوق کے دیگر متحرک اور فعال کارکن ایسی صورتحال کا شکار ہوسکتے ہیں جو ریاستی ادارے سول سوسائٹی کی تنظیموں کے حوالے سے یہ کہہ کر پیدا کرتے رہے ہیں کہ یہ تنظیمیں ریاست مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔

کمیشن نے کہا کہ ''ہم سول سوسائٹی کی تنظیموں پر زور دیتے ہیں کہ وہ اس صورتحال کا سنجیدگی سے نوٹس لیں جس میں ان کی سرگرمیوں کو حکومت منفی طور پر پیش کرتی ہے۔ ان مشکل حالات میں سول سوسائٹی کو مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا تاکہ وہ پاکستان میں انسانی حقوق کے مشکل ترین مقصد کے حصول کو ممکن بنانے میں کامیاب ہوسکیں''۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 03 نومبر 2015]

عوام کا دوبارہ سندھ اور پنجاب میں نچلی سطح پر نمائندگی حاصل کرنا قابل ستائش عمل ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے سندھ اور پنجاب کے بہت تاخیر سے منعقد ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں لوگوں کی انتہائی منظم انداز میں شمولیت کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور نچلی سطح پر نمائندگی کے جمہوری حق کے دوبارہ حصول کو بھی قابل ستائش قرار دیا ہے۔

ایچ آر سی پی نے دونوں صوبوں کے منتخب اضلاع میں بلدیاتی انتخابات کی مانیٹرنگ کی اور درج ذیل ابتدائی مشاہدات پیش کیے:

☆ خیر پور میں پیش آنے والے خوفناک واقعے، جس میں 11 افراد ہلاک ہوئے اور تمام سیاسی جماعتیں جس کی برملاء مذمت

کریں گی، کے سوا ہفتہ کو انتخاب مجموعی طور پر سنگین نوعیت کے تشدد سے محفوظ تھا۔

☆ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے ہموار انتخابی عمل کے انعقاد کے لیے سخت محنت کی تھی اگرچہ ووٹنگ کا تاخیر سے شروع ہونا، بعض پولنگ اسٹیشنوں پر مختصر وقت کے لیے ووٹنگ کا تعطل اور بعض بیلٹ پیپرز کی غلط چھپائی سمیت بعض سُقم موجود تھے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ سندھ اور پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کے اگلے مرحلے میں ان مسائل پر قابو پانے میں انہیں کوئی مشکل محسوس نہیں ہوگی۔

☆ سیاسی حریفوں کے مابین تصادم اور اوکاڑہ میں بیلٹ باکسز کو چھیننے جانے واقعات کو بہتر انتظام وانصرام سے روکا جاسکتا تھا۔

☆ انتخابی عمل میں شہریوں کی پُرجوش شمولیت کے دوران، خواتین یا مذہبی اقلیتی کمیونٹی کے اراکین کو حق رائے دہی سے محروم کرنے کی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ بعض مقامات پر، مردانہ پولنگ عملے کو زنانہ پولنگ اسٹیشنوں پر تعینات کیا گیا تھا۔ عام طور پر، پولنگ اسٹیشنوں پر صف بند افراد کو اپنا ووٹ ڈالنے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

☆ خاص طور پر ان پولنگ اسٹیشنوں میں جسمانی طور پر معذور ووٹروں کے لئے غیر مناسب انتظامات دیکھنے میں آئے جہاں پولنگ بوتھ پہلی منزل پر رکھے گئے تھے۔ تاہم پولنگ سٹاف نے عمومی طور پر ان ووٹروں کے لئے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

☆ توقع یہ تھی کہ بلدیاتی انتخابات جمہوریت کے لئے نرسریوں کا کام کریں گے۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہفتے کو ہونے والے انتخابات کے لئے بہت زیادہ اخراجات کئے گئے تھے۔ جو اخراجات کئے گئے وہ عام شہریوں کی انتخابات میں موثر طور پر حصہ لینے کی اہلیت کو محدود کررہے ہیں۔

☆ سرکاری اور بیوروکریٹک مشینری کے استعمال کا جائزہ لینے کے لئے ایچ آر سی پی کو مزید شواہد کا انتظار کرنا چاہئے، لیکن اقتدار میں ہونے کا فائدہ پہلے ہی عیاں ہے۔

☆ نہ صرف ای سی پی کو بلکہ انتظامیہ کو بھی ان تمام پہلوؤں سے سیکھنا چاہئے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ پنجاب اور سندھ میں بلدیاتی انتخابات کے دوسرے مرحلے کا انعقاد ایک پرامن غیر متشدد طریقے سے ہو۔

سیاسی جماعتوں اور امیدواروں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تصادم اور تشدد کی روک تھام کے لئے آگے آئیں اور اپنے حامیوں کو رواداری کی تلقین کریں۔

ایچ آر سی پی انتخابات کی نگرانی سے متعلق اپنی مکمل رپورٹ ان اضلاع کی جانب سے مفصل رپورٹس موصول ہونے کے بعد جاری کرے گا جہاں ہفتے کے روز انتخابات منعقد ہوئے۔ [پریس ریلیز۔ لاہور۔ 02 نومبر 2015]

حکومت سندر حادثہ کی تحقیقات عام کرے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے صوبائی حکومت سے کہا ہے کہ وہ سرکاری ذمہ داریوں سے پہلوتہی برتنے والوں کے خلاف کارروائی کو یقینی بنائے تاکہ مستقبل میں ان خامیوں پر قابو پایا جاسکے جن کی نشاندہی سندر کے حادثہ میں ہوئی۔ اس حادثہ میں پچاس سے زائد افراد کی جانیں گئیں۔ حکومت کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس واقعہ سے سبق سیکھنا چاہئے اور آئندہ کے لئے احتیاط کی جائے۔

ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ کمیشن کو اس حادثے میں ہونے والی اموات سے شدید تکلیف ہوئی ہے۔ یہ صرف انسانی جانوں کے ضیاع کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سرکاری محکمے کس طرح قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کو برداشت کرتے ہیں۔

یہاں انفراسٹرکچر نہ ہونے کے برابر ہے، یہاں بچوں سے مشقت لی جاتی ہے حالانکہ قانون اس کی شدید مخالفت کرتا ہے، یہاں کم سے کم اجرت نہیں دی جاتی اور یہاں خواتین کارکنوں کے ساتھ پہلے کی طرح زیادتیاں کی جاتی ہیں۔

سندر فیکٹری میں کام کرنے والے لوگ پولی تھین لفافے بناتے تھے اور ان مزدوروں میں سات سال کی عمر کے بچے بھی شامل تھے جو اس حادثے میں اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کو جو اجرتیں دی جارہی تھیں، وہ شرمناک حد تک کم سے کم مقررہ اجرت سے کم تھیں۔ اس قسم کے حادثات تکلیف دہ ہیں لیکن ناممکن نہیں۔ صرف لاہور میں گزشتہ چند برسوں کے دوران کئی مزدور فیکٹریوں میں عمارتیں گرنے سے جاں بحق ہوئے اس کی وجہ ناقص تعمیر اور بوائلروں کا پھٹنا تھا۔ فیکٹریوں کے مالک قوانین کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں اور چند ہزار روپے بچالیتے ہیں لیکن سینکڑوں انسانی جانوں کو داؤ پر لگادیتے ہیں۔ انتظامیہ کا دعویٰ ہے کہ عمارت کے ستون نہیں تھے۔ حالیہ حادثہ نے واضح کردیا ہے کہ انتظامی غفلت کے نتائج کس قدر خطرناک ہوسکتے ہیں۔ کمیشن نے مطالبہ کیا ہے کہ انتظامی بدعہدیوں کی تحقیقات صحیح طریقے سے کی جائے اور تحقیقات کو مشتہر کیا جائے۔

حکومت کو چاہئے کہ وہ فیکٹریوں کے فوری طور پر موثر اور مسلسل معائنہ کرنے کے احکامات جاری کرے اور حفاظتی انتظامات کو ہر کارخانے میں یقینی بنائے اور ان کو صرف مالکان پر نہ چھوڑ دیا جائے۔ [پریس ریلیز۔ لاہور 11 نومبر 2015]

وزیراعظم ایک معذور قیدی کی پھانسی رکوانے کے لئے مداخلت کریں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے وزیراعظم کو ایک خط لکھا ہے جس میں اس نے مطالبہ کیا ہے کہ فیصل آباد کی جیل میں قید سزائے موت کے منتظر معذور شخص عبدالباسط کی پھانسی پر عملدرآمد روک دیا جائے جس کی پھانسی کے وارنٹ جاری کئے گئے ہیں جس کے مطابق اسے 25 نومبر کو پھانسی دے دی جائے گی۔

وزیراعظم کو لکھے گئے خط میں ایچ آر سی پی نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ ایسا تیسری مرتبہ ہوا ہے کہ عبدالباسط کی پھانسی کے وارنٹ جاری کئے گئے ہیں۔ اسے پہلے 29 جولائی کو پھانسی دی جانی تھی لیکن لاہور ہائی کورٹ نے آخری وقت میں ایک رٹ پٹیشن پر پھانسی پر عملدرآمد روک دیا تھا جس میں عبدالباسط کی پھانسی کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا گیا تھا۔ یکم ستمبر کو یہ پٹیشن خارج کردی گئی۔ اس کے بعد باسط کی پھانسی کے نئے وارنٹ جاری کئے گئے جس کے مطابق اسے 22 ستمبر کو پھانسی دی جانی تھی، لیکن ایک مرتبہ پھر سزا پر عملدرآمد روک دیا گیا جب سپریم کورٹ نے حکم جاری کیا کہ پھانسی پر عمل درآمد صرف پاکستان کے جیل کے ضوابط کے مطابق کیا جاسکتا ہے جن میں پھانسیوں کا ایک طریقہ کار مقرر ہے۔ جیل حکام اور مجسٹریٹ جنہیں پھانسی کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، نے جب دیکھا کہ پھانسی کا ایسا کوئی طریقہ کار موجود نہیں جو ضوابط کی خلاف ورزی کا باعث نہ ہو تو انہوں پھانسی پر عمل درآمد روک دیا۔

2010ء میں سنٹرل جیل فیصل آباد میں عبدالباسط کو سرسام دق کا مرض لاحق ہوگیا تھا جس سے اس کی کمر سے نیچے کا حصہ مفلوج ہوگیا تھا۔ باوجود اس کے کہ وہ کھڑے ہونے کے قابل نہیں اور وہیل چیئر پر انحصار کررہا ہے، اسے مقررہ وقت کے مطابق بدھ (25 نومبر) کو پھانسی دے دی جائے گی۔

وزیراعظم کو لکھے گئے خط میں ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ جیل حکام کو وفاقی حکومت کو لکھے گئے خط کا ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا جس میں انہوں نے یہ مشورہ مانگا تھا کہ اس معاملے کو آگے کیسے بڑھایا جائے۔

عبدالباسط کی رحم کی درخواست ابھی تک زیرغور ہے اور 15 اکتوبر کو صدر کی جانب سے ایک خط بھیجا گیا جس میں وزارت داخلہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ زیرغور رحم کی درخواست پر نظرثانی کرے جس کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ اس پر کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن کا کہنا تھا کہ ”یہ بات انتہائی تشویش ناک ہے کہ تیسری مرتبہ عبدالباسط کی پھانسی کے وارنٹ جاری کئے گئے ہیں حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کی پھانسی کی قانونی حیثیت سے متعلق تحفظات پہلے کی طرح موجود ہیں اور یہ کہ اس کی جسمانی حالت ایسی نہیں کہ اسے پھانسی دے دی جائے“۔

انہوں نے مزید کہا کہ ”ایچ آر سی پی کا یہ موقف ہے کہ ایک ویل چیئر تک محدود قیدی کو قطعی طور پر ایک باعزت طریقے سے پھانسی نہیں دی جاسکتی جس کا پاکستانی اور بین الاقوامی قانون تقاضہ کرتا ہے۔ ایسے حالات میں عبدالباسط کی پھانسی پر عمل درآمد منصفانہ انصاف کی تمام روایات کی خلاف ورزی کا باعث بنے گا۔ ایچ آر سی پی وزیراعظم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عبدالباسط کی پھانسی کو ملتوی کرنے کے احکامات جاری کریں“۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 23 نومبر 2015]

اندرون ملک نقل مکانی کے مسئلے کے حل کے لئے ایک مناسب فریم ورک تشکیل دیا جائے

پاکستان کو اندرون ملک نقل مکانی کے مسائل کو ایک عارضی طریقے سے حل کرنے کا سلسلہ ترک کرتے ہوئے ایک ایسا فریم ورک تشکیل دینا چاہئے جو نقل مکانی سے متعلق اندرونی معیار کے مطابق ہو۔ اس متفقہ رائے کا اظہار شرکاء نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب منگل کو منعقد کردہ مشاورت کے موقع پر کیا۔

شرکاء میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کے نمائندے، وکلاء، ماہرین اقتصادیات، اندرونی طور پر نقل مکانی کرنے والے افراد (آئی ڈی پیز) کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں، اور وہ شہری شامل تھے جو آئی ڈی پیز تھے یا آئی ڈی پیز رہ چکے تھے۔ ان شہریوں میں سے زیادہ تر کا تعلق وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) سے تھا۔

مقررین کا کہنا تھا کہ پاکستانی حکام یا تو اندرون ملک نقل مکانی کے بین الاقوامی معیارات سے ناواقف ہیں یا پھر وہ انہیں جان بوجھ کر نظرانداز کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گزشتہ دہائی کے دوران پاکستان میں اندرون ملک نقل مکانی میں غیرمعمولی اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اندرون ملک منتقلی سے متعلق اقوام متحدہ کے رہنما اصولوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا گیا جس کے نتیجے میں حکومت اور نقل مکانی کرنے والے افراد (آئی ڈی پیز) کے چیلنجوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں اور میزبان برادریاں آئی ڈی پیز کی مدد کر رہی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ریاست اپنی ذمہ داریوں سے آزاد ہوگئی ہے۔

اس مشاورت کے دوران پیش کی گئیں اہم سفارشات درج ذیل ہیں:

☆ اندرون ملک نقل مکانی کے مسئلے کو ایک عارضی طریقے سے حل کرنے کی بجائے پاکستان انسانی حقوق پر مبنی قانونی پالیسی کا ایک مناسب فریم ورک تشکیل دینا چاہئے جو اس بات کی عکاسی کرتا ہو کہ دنیا نے نقل مکانی کے مختلف مراحل کے دوران اپنے تجربات سے کیا سبق حاصل کیا ہے۔

☆ جبری نقل مکانی سے مستثنٰی ہونے کے حق کو تسلیم کیا جائے۔ اس بات کی جامع تعریف کی جائے کہ آئی ڈی پی کون ہے، اور اس تعریف کا غیرامتیازی طور پر اطلاق کیا جائے۔ آئی ڈی پی کی اصطلاح کے من پسند اطلاق، خاص طور اس بات کی بنیاد پر امتیاز برتنے کو غیرقانونی قرار دیا جائے کہ نقل مکانی کس جگہ ہوئی۔

☆ غیراختیاری نقل مکانی کو روکنے کے لئے تمام اقدامات کئے جانے چاہئیں اور اگر یہ ناگزیر ہو تو اسے کم سے کم کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

☆ نقل مکانی کی صورت میں کسی شخص کو ان حقوق سے محروم نہیں کیا جانا چاہئے جن کا وہ بطور پاکستانی حقدار ہے۔

☆ اندرون ملک نقل مکانی کے وجود، پیمانے اور نوعیت کے بارے میں آگہی فراہم کی جائے۔

☆ نقل مکانی سے متعلقہ کوائف کو ایک جامع اور متفرق طریقے سے اکٹھا کرنے کے نظام کے قیام کو ترجیح دی جانی چاہئے۔

☆ قومی اور صوبائی سطح پر اندرون ملک نقل مکانی کے مسائل کے لئے ادارتی مرکزی نکات تشکیل دیے جائیں۔

☆ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق جیسے خودمختار ادارے کو آئی ڈی پیز کی عزت اور تحفظ کی دیکھ بھال اور رپورٹنگ کے اختیارات دیے جانے چاہئیں۔

☆ آئی ڈی پیز کے ساتھ ان تمام معاملات میں شریک کیا جانا چاہئے جو نقل مکانی کے تمام مراحل کے دوران ان پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

☆ پاکستان کو آفات پر قابو پانے کے لئے رضاکاروں کی ایک تربیت یافتہ تنظیم قائم کرنی چاہئے۔ گرل گائیڈ اور بوائے اسکاؤٹس کی تنظیموں سے بھی استفادہ کیا جانا چاہئے۔

☆ این جی اوز کے مشاہدے اور مدد کی فراہمی کے کام کو مزید مشکل بنانے کی بجائے آسان بنایا جانا چاہئے۔ آئی ڈی پیز کو امداد کی فراہمی سے پہلے سول سوسائٹی کی تنظیموں پر عائد این او سی کے حصول جیسی شرائط ختم کی جائیں۔

☆ غیرمحفوظ طبقات جیسے کہ بچوں، خواتین، معذور افراد اور مذہبی اقلیتی برادریوں کے افراد کے تحفظ کا پہلے سے انتظام کیا جائے، اور ان کی معاونت کے لئے ایک طریقہ کار کو یقینی بنائے جائے۔ ایسے افراد کو تحفظ اور امداد کی فراہمی کے وقت ان کی خاص ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور انہیں امتیازی سلوک تحفظ فراہم کیا جائے۔

☆ شناختی دستاویزات کی کمی کی وجہ سے کسی کو امداد سے محروم نہ رکھا جائے۔ گمشدہ شناختی دستاویزات کی فراہمی کے لئے متبادل اقدامات کئے جائیں۔

☆ جن جنگ زدہ علاقوں میں امن بحال ہو چکا ہے وہاں آبادکاری اور ترقی کا کنٹرول سول حکام کے حوالے کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 26 نومبر 2015]

بچوں کے حقوق کے لیے پنجاب حکومت سے کمیشن کے قیام کا مطالبہ

حکومت پاکستان نے 1990ء میں اقوام متحدہ کے معاہدہ برائے حقوق اطفال کی توثیق کی تھی اور سال 2015ء پاکستان کے اس اہم معاہدہ کی توثیق کا 25واں سال ہے۔ 25 سال گزرنے کے باوجود اس اہم معاہدے کے مطابق بچوں کے حقوق کی فراہمی کے لیے ابھی کافی طویل سفر کرنا باقی ہے۔

بچوں کے حقوق پر کام کرنے والے فعال گروپ چلڈرن ایڈووکیسی نیٹ ورک (CAN Pakistan) کے ساتھ وابستہ کارکن، غیر سرکاری تنظیمیں، نوجوان اور بچوں کو اس امر پر خاصی تشویش ہے کہ بچے جو کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہماری کل آبادی کا چالیس فیصد ہیں ان کے مسائل کو مجموعی طور پر دیکھنے اور ان مسائل کے حل کے لیے کوئی مخصوص محکمہ یا اتھارٹی نہیں ہے۔ بچوں کے حقوق جیسا کہ تعلیم، صحت، چائلڈ لیبر، چائلڈ پروٹیکشن وغیرہ مختلف سرکاری محکموں کے دائرہ کار میں آتے ہیں، تاہم یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ ان سرکاری محکموں کے مابین رابطے کا کوئی موثر فورم موجود نہیں ہے۔

چلڈرن ایڈوکیس نیٹ ورک (CAN Pakistan) وفاقی حکومت کی جانب سے بچوں کے حقوق کو کل وقتی بنیادوں پر دیکھنے اور ملکی سطح پر بچوں کے حقوق کی صورتحال کو مانیٹر کرنے کی غرض سے قومی اسمبلی میں ''قومی کمیشن برائے حقوق اطفال کا بل 2015'' متعارف کروانے کو سراہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ قومی اسمبلی جلد از جلد اس اہم بل کو متفقہ طور پر پاس کردے گی۔

چلڈرن ایڈووکیسی نیٹ ورک حکومت پنجاب سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وفاقی حکومت کی جانب سے متعارف کردہ ''قومی کمیشن برائے حقوق اطفال کا بل 2015'' کی طرز پر صوبہ پنجاب میں آزاد اور بااختیار ''پنجاب کمیشن برائے حقوق اطفال'' کا قیام بھی جلد از جلد عمل میں لایا جائے تاکہ مجوزہ کمیشن درج ذیل امور انجام دے سکے۔

☆ بچوں کے حقوق کے حوالے سے موجودہ قوانین کا از سر نو جائزہ لینا اور ان قوانین کے موثر نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے صوبائی حکومت کو تجاویز و سفارشات پیش کرنا۔

☆ بچوں کے حقوق اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے صوبائی پالیسی سازی کے عمل کی نگرانی کرنا اور ان پالیسیز پر عملدرآمد کے لیے درکار مالی و انسانی وسائل مختص کروانا۔

☆ معاشرے میں بچوں کے حقوق کے حوالے سے عوامی شعور بیدار کرنے کی غرض سے آگاہی مہم چلانا۔

☆ بچوں کے حقوق کے حوالے سے پاکستان کی بین الاقوامی ذمہ داریوں سے عہدہ براں ہونے کے لیے صوبائی سطح پر درکار قانونی، انتظامی و ادارہ جاتی ایکشن لینا۔

☆ بچوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی صورت میں انکوائری و فیکٹ فائنڈنگ کرنا اور صوبائی محکموں کو ان خلاف ورزیوں کی روک تھام کے لیے اقدامات تجویز کرنا۔

☆ بچوں کو ظلم، جبر، زیادتی و استحصال سے بچاؤ کے لیے کثیر الجہتی حکمت عملی مرتب کرنا۔

اس خط کے ذریعے میں بطور ذمہ دار شہری چلڈرن ایڈووکیسی نیٹ ورک کی اس مہم برائے قیام "پنجاب کمیشن برائے حقوق اطفال" کی پرزور حمایت کرتا/کرتی ہوں اور آپ سے مطالبہ کرتا/کرتی ہوں کہ آپ اس اہم معاملے پر ذاتی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلد از جلد "پنجاب کمیشن برائے حقوق اطفال" کے قیام کا اعلان کریں۔

نام:.. پیشہ:..

ایڈریس:..

دستخط:..

لاہور کا متنازعہ ٹرین منصوبہ

آئی۔اے۔رحمٰن

پاکستان کی تاریخ میں ایسے ایک بھی ترقیاتی منصوبے کی نشاندہی کرنا مشکل ہے جو اس قدر نزاع کا باعث بنا ہو اور جس پر عوام میں اس قدر غم وغصہ پایا جاتا ہو جتنا کہ لاہور کی اورنج لائن ٹرین سکیم کے حوالے سے پایا جاتا ہے۔ ماحولیاتی تحفظ کے حامی اس منصوبے کے خلاف متحد ہو گئے ہیں، ثقافتی ورثے کے محافظین پرزور احتجاج کر رہے ہیں، اور بے دخل ہونے کے خطرے سے دوچار لوگ انصاف کے لئے چلاّ رہے ہیں۔

اس پُرشور احتجاج کی وجہ یہ ہے کہ یہ منصوبہ معقول ترقیاتی ترجیحات کی منطق کی نفی کرتا ہے، یہ پاکستانی عوام کے تاریخی اور ثقافتی ورثے کے لئے شدید خطرے کا باعث ہے، یہ ملکی قانون کی خلاف ورزی ہے، اس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ اپنی قدیم آبادیوں سے بے دخل ہو جائیں گے، اور یہ کہ یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عوام حکومت سے ایک ذمہ دارانہ رویے کا مطالبہ کر رہے ہیں تاہم حکومت اسے نظرانداز کر رہی ہے۔

اس منصوبے کے حامیوں نے اس کی فیزیبلٹی اور ایک برائے نام کھلی سماعت کے ذریعے لوگوں کی منظوری حاصل کرنے کے لئے چاہے جو کچھ بھی کیا ہو، وہ معاشی اور سماجی بنیادوں پر اپنے منصوبے کا جواز فراہم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ لاہور کو سگنل فری ایکسپریس وے اور زیرزمین / اوورہیڈ ٹرین سروس جیسی ٹرانسپورٹ کی جدید سہولیات کی فراہمی کو ایک اعلیٰ سطح کی ترقی کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ان منصوبوں کو لوگوں کی مناسب رہائشی سہولیات، بچوں کے لئے بامقصد تعلیم اور محنت کشوں کو سوشل سکیورٹی کی فراہمی پر ترجیح دی جانی چاہیے۔

اس ٹرین پراجیکٹ کے لئے جو کثیر وسائل درکار ہیں وہ کہاں سے آئیں گے؟ اس خدشے کو بے بنیاد کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ اس منصوبے کے لئے سرمایہ سماجی شعبے سے حاصل کیا جائے گا جیسا کہ اس سے پہلے کے بڑے منصوبوں کے سلسلے میں ہوتا رہا ہے۔

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اس منصوبے سے ورثے کو خطرہ ہے۔ اس اخبار کے اتوار کے میگزین میں شائع کیے جانے والے نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹرین کا روٹ متعدد تاریخی / ثقافتی یادگاروں سے کافی قریب ہے۔ ان یادگاروں میں زیب النساء کا مقبرہ، چوبرجی، سینٹ انڈریو چرچ، نولکھا چرچ، ریلوے اسٹیشن، جی پی او، دائی انگاہ کا مقبرہ، محبت خان کا مقبرہ اور شالامار باغ شامل ہیں۔ ان یادگاروں کو کسی اور روٹ سے اتنا خطرہ نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ منصوبہ قدیم آثار قدیمہ ایکٹ اور خاص عمارتوں کا تحفظ کا ایکٹ کی خلاف ورزی ہے جو تحفظ شدہ مقامات کے قریبی علاقے میں کسی بھی قسم کی مداخلت سے روکتے ہیں۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ شالامار اور چوبرجی نہ صرف لاہور کے ورثے کا حصہ ہیں بلکہ یہ پاکستان کے تمام لوگوں کے ورثے کا بھی ایک نمایاں حصہ ہیں۔ عالمی ورثے میں ان کا جو مقام ہے اسے بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے تحفظ کے لئے پاکستان کو ایک امانت دار کا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ یہ ان یادگاروں کا تحفظ کرے کیونکہ ان کا تعلق بنی نوع انسان کے کئی ادوار کی تاریخ سے ہے۔ ان یادگاروں کے تحفظ میں ناکامی پاکستانی عوام کی تاریخ اور خاص طور پر ایک ایسی چیز کے خاتمے کا باعث بنے گی جس کا تعلق دنیا سے ہے۔

اپنی تاریخی اور ثقافتی بنیادوں کا شعور رکھنے والے معاشرے اپنے تاریخی مقامات کو عالمی ورثے میں شامل کرانے کے لئے بھرپور کوششیں کرتے ہیں، اور یہاں پاکستان میں حکام نے

اورنج ٹرین کے حامیوں اور سول سوسائٹی کے درمیان محاذ آرائی کئی ہفتوں سے جاری ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔ پنجاب حکومت ممکنہ طور پر پراجیکٹ کے حامیوں کو ماہرین کا مذاق اڑانے اور ٹرین کو اختیارات کے آزادانہ استعمال کے ذریعے چلانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اسے اس معاملے کا باریک بینی سے جائزہ لینا چاہیئے اور اسے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ صوبائی اسمبلی بھی اس معاملے کو زیر بحث لانے سے متعلق اپنی ذمہ داری کو نظرانداز نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے، وفاقی حکام اور پارلیمنٹ بھی عالمی ورثے کو لاحق خطرے کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔ اگر اس منصوبے کے منتظموں اور ورثے کے محافظین کے درمیان باعث نزاع نکات کو حل نہ کیا گیا تو یہ منصوبہ عوام کے دلوں میں ایسے زخم چھوڑ دے گا جو ان خندقوں سے زیادہ گہرے ہوں گے جو شہر بھر میں کھودی جارہی ہیں۔

ورثے کو لوگوں کی نظروں سے دور رکھنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ پاکستان کو موہنجوداڑو، ہڑپہ، اور بدھ مت کے متعدد آثار کی مناسب دیکھ بھال میں ناکامی پر پہلے ہی تنقید کا سامنا ہے؛ جو کچھ شالامار باغ اور چوبرجی کے ساتھ کیا جارہا ہے اس کے نتیجے میں پاکستان کو عالمی ثقافتی کونسلوں میں نہ ختم ہونے والی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس منصوبے کے حامی ہزاروں خاندانوں کی منتقلی کے حوالے سے اس منصوبے کی لاگت کو جس طرح سے نظرانداز کر رہے ہیں اسے صرف سنگدلی ہی کہا جاسکتا ہے۔ جن آبادیوں کو سب سے زیادہ خطرہ ہے ان میں جین مندر، کپورتھلا ہاؤس، اور پیراشوٹ کالونی جیسی کئی چھوٹی چھوٹی آبادیاں شامل ہیں۔ بہت سے خاندان اپنی معمولی رہائش گاہوں میں کئی دہائیوں سے آباد ہیں، جن میں سے کچھ آزادی کے دور سے یہاں آباد ہیں۔ یہ دلیل کہ ان میں سے بہت سے خاندان غیرقانونی طور پر قابض ہیں، نہ تو انہیں ان کے رہائش کے بنیادی حق سے محروم کرسکتی ہے اور نہ ہی ریاست کو انہیں رہائش فراہم کرنے سے متعلق اس کی ذمہ داری سے آزادی کرسکتی ہے۔ اطلاعات یہ ہیں کہ حکومت نے متاثرہ لوگوں کو جس معاوضے کی پیش کش کی ہے انہوں نے ناکافی قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں نے کئی دہائیوں تک اکٹھا رہنے کے دوران ایک دوسرے کے ساتھ جو قریبی تعلقات اور سماجی رشتے قائم کئے ہیں ان میں خلل اندازی کی تلافی کسی صورت ممکن نہیں۔

اگرچہ پاکستان کی حکومتیں عوام کی شکایات پر توجہ نہ دینے اور ان کی خواہشات کا خیال نہ رکھنے کے لئے مشہور ہیں، تاہم لاہور ٹرین منصوبے پر ہونے والے شدید احتجاج کو جس طرح سے نظرانداز کیا جارہا ہے وہ ایک حیران کن امر ہے۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ارباب اختیار اس قدر مغرور ہو چکے ہیں کہ وہ عوام کی شکایات یا کسی بھی معقول مشورے پر توجہ نہیں دیتے۔

یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ وہ کون سے عناصر ہیں جو ماحولیاتی تحفظ کے حامیوں، ثقافتی ماہرین اور متاثرہ آبادی کی مخالفت کے باوجود ٹرین منصوبے کو جاری رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کا سبب ایک مضبوط پراجیکٹ مافیا کی موجودگی ہے۔ برصغیر میں پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے قیام کے دنوں سے ہر ترقیاتی منصوبہ مختلف آپریٹروں، جیسے کہ بلڈرز، ٹھیکے داروں، مفاد پرست سازشیوں، ماہرین منصوبہ بندی، پریشر گروپس، ماہرین شماریات وغیرہ کو اپنی طرف متوجہ کرتا رہا ہے۔ منصوبہ جتنا بڑا ہوتا ہے اس کے حامیوں کی بھوک بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ پاکستانی حکام اور عوام ان حربوں سے اچھی طرح واقف ہیں جن کا استعمال طاقتور پراجیکٹ مافیا سیاسی حکام کو قائل کرنے کے لئے کرتی ہیں تاکہ وہ فائلوں کو ان کے چشمے کے ذریعے دیکھیں۔

اورنج ٹرین کے حامیوں اور سول سوسائٹی کے درمیان محاذ آرائی کئی ہفتوں سے جاری ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔ پنجاب حکومت ممکنہ طور پر پراجیکٹ کے حامیوں کو ماہرین کا مذاق اڑانے اور ٹرین کو اختیارات کے آزادانہ استعمال کے ذریعے چلانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اسے اس معاملے کا باریک بینی سے جائزہ لینا چاہیئے اور اسے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ صوبائی اسمبلی بھی اس معاملے کو زیر بحث لانے سے متعلق اپنی ذمہ داری کو نظرانداز نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے، وفاقی حکام اور پارلیمنٹ بھی عالمی ورثے کو لاحق خطرے کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔ اگر اس منصوبے کے منتظموں اور ورثے کے محافظین کے درمیان باعث نزاع نکات کو حل نہ کیا گیا تو یہ منصوبہ عوام کے دلوں میں ایسے زخم چھوڑ دے گا جو ان خندقوں سے زیادہ گہرے ہوں گے جو شہر بھر میں کھودی جارہی ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

اقلیتیں

ہندو میرج ایکٹ کی منظوری میں غیر ضروری تاخیر

----- پاکستان ہندو کونسل کے چیئر مین اور رکنِ قومی اسمبلی ڈاکٹر رمیش کمار کا کہنا ہے کہ ہندوؤں کی شادی کی رجسٹریشن سے متعلق ہندو میرج ایکٹ کو صوبائی معاملہ قرار دینے کی وجہ سے قومی اسمبلی سے قانون کی منظوری میں تاخیر ہو رہی ہے۔ جمعے کو اسلام آباد میں بی بی سی سے بات کرتے ہوئے حکمران جماعت مسلم لیگ ن کے رکنِ قومی اسمبلی ڈاکٹر رمیش نے کہا کہ ہندو میرج ایکٹ کا مسودہ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے انصاف سے منظور ہو چکا ہے۔ پاکستان میں ہندوؤں کی شادی کی رجسٹریشن کا معاملہ طویل عرصے سے التوا کا شکار ہے۔ پاکستان ہندو کونسل کے چیئر مین ڈاکٹر رمیش کمار کا کہنا ہے کہ آئین کی دفعہ 144 کے تحت اگر صوبائی اسمبلیاں کسی قانون کے حق میں قرارداد منظور کریں تو قومی اسمبلی صوبائی معاملے پر بھی ایسا قانون پاس کر سکتی ہے جس کا اطلاق پورے ملک پر ہو۔ 'ہندو کیمونٹی چاہتی ہے کہ میرج ایکٹ کا قانون صوبائی اسمبلیوں کے بجائے قومی اسمبلی اور سینیٹ سے منظور ہونا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ 'پاکستان نظریاتی کونسل نے بھی ہندو میرج ایکٹ کے قانونی مسودے کی منظوری دے دی ہے اور جب تک شادیاں رجسٹرڈ نہیں ہوں گی اُس وقت تک جبری طور پر مذہب تبدیل کرنے کے واقعات کو کم نہیں کیا جا سکتا۔' صوبہ سندھ اور جنوبی پنجاب میں ہندو اقلیت سے تعلق رکھنے والے خاندانوں کی لڑکیوں کو اغوا کر کے جبری طور پر مذہب کی تبدیل کر کے شادی کرنے کے واقعات سامنے آتے ہیں۔ یاد رہے کہ سینیٹ کی کمیٹی برائے قانون و انصاف نے جبری طور پر مذہب کی تبدیلی کو جرم قرار دینے کی تجویز دی ہے۔ ڈاکٹر رمیش کا کہنا ہے کہ 'پہلے ہندوؤں کی شادی کی رجسٹریشن کے لیے قانون سازی ہو جائے اُس کے بعد جبری طور مذہب کی تبدیلی کے معاملے پر بھی قانون سازی کی کوشش کی جائیگی۔'' میں تو ہندو میرج ایکٹ کی منظوری کے لیے کب سے کوشش کر رہا ہوں۔ کبھی سپریم کورٹ جاتا ہوں تو کبھی اسلامی نظریاتی کونسل لیکن ابھی تک قانون سازی مکمل نہیں ہو سکی ہے۔' اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور پاکستان علما کونسل کے چیرمین علامہ طاہر اشرفی کا کہنا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ہندو میرج ایکٹ کے مسودے پر اپنی تجاویز دیں ہیں لیکن تاخیر پارلیمنٹ میں ہو رہی ہے۔ جبری طور پر مذہب تبدیل کرنے کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن علامہ طاہر اشرفی نے کہا کہ اسلام جبر کی اجازت نہیں دیتا ہے اور مذہب تبدیل کروا کر شادی کرنے کے معاملے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ 'پاکستان علما کونسل نے بھی جبری طور پر مذہب کو تبدیل کروانے کو جرم قرار دینے کے لیے تحریری تجاویز حکومت کو دی ہیں۔' اسلامی نظریاتی کونسل کی رکن سمعیہ راحیل قاضی کا کہنا ہے کہ جبری طور پر مذہب کی تبدیلی کے معاملے پر اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں غور کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ 'جبر اور زبردستی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ وڈیرا شاہی اور دہشت گردی کا شاخسانہ ہے۔

(بی بی سی اردو)

جبری طور پر مذہب کی تبدیلی جرم قرار دی جائے

اسلام آباد 25 نومبر کو سینیٹ کی قائمہ کمیٹی کے اجلاس میں کہا گیا ہے کہ ملک میں غیر مسلموں بالخصوص ہندوؤں کو جبری طور پر مسلمان کر کے اُن سے شادیاں کرنے کی شکایات مل رہی ہیں۔ انسانی حقوق کے بارے میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی کے اجلاس میں تجویز دی گئی ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی مرضی کے بغیر مذہب تبدیل کرنے کے اقدام کو جرم تصور کیا جائے اور حکومت اس بارے میں قانون سازی کرے۔ 'سالانہ پانچ ہزار ہندو پاکستان چھوڑ رہے ہیں' سینیٹر نسرین جلیل کی سربراہی میں ہونے والے اجلاس میں کہا گیا ہے کہ ملک کے مختلف علاقوں سے یہ شکایات موصول ہو رہی ہیں کہ غیر مسلموں بلخصوص ہندوؤں کو اُن کی مرضی کے بغیر مسلمان کر کے اُن سے شادیاں کی جا رہی ہیں جبکہ ذمہ داروں کے خلاف صرف اس لیے کارروائی نہیں ہو رہی کہ اس بارے میں کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس اقدام کو غیر قانونی قرار نہیں دیا کیونکہ اُن کی نظر میں ایسا کوئی شخص اُن کے پاس نہیں آیا جس نے کہا ہو کہ اسے جبری طور پر مذہب اسلام اپنانے پر مجبور کیا گیا ہے۔ رکن قومی اسمبلی اور پاکستان ہندو کونسل کے چیئر مین ڈاکٹر رامیش کمار نے جنھیں خصوصی طور پر اجلاس میں شرکت کرنے کی دعوت دی گئی تھی، کہا کہ پاکستان کے آزاد ہونے کے بعد سے اب تک ملک میں ہندوؤں کی شادیاں رجسٹرڈ نہیں ہو رہیں تو ایسے میں زبردستی مذہب تبدیل کرنے کے واقعات کی روک تھام کے لیے قوانین کیسے بنیں گے؟ اُنھوں نے کہا کہ اس وقت پورے ملک میں ہندوؤں کی آبادی 80 لاکھ کے قریب ہے لیکن اس کے باوجود ان کے ساتھ برابری کا سلوک روا نہیں رکھا جاتا۔ رامیش کمار نے کہا کہ اُن کی برادری کے ساتھ سب سے برا سلوک صوبہ خیبر پختونخوا میں کیا جاتا ہے جہاں اُنھیں کافر لکھا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس سب سے اچھا سلوک صوبہ بلوچستان کے عوام اُن کی برادری کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔' سینیٹر کبیر خان کا کہنا تھا کہ بلوچستان کے قبائلی جرگہ سسٹم میں یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو قتل کریں گے تو اس کے بدلے میں ایک شخص کا خون بہا دینا پڑے گا اور اگر کسی ہندو کو قتل کرو گے تو سات بندوں کا خون بہا دینا پڑے گا۔

ہندو میرج ایکٹ

سینیٹر کبیر خان نے کہا کہ سپریم کورٹ کے سابق جج رانا بگھوان داس نے ہندو میرج ایکٹ میں ترمیم کے لیے کچھ تجاویز دی تھیں جن کے بارے میں سپریم کورٹ نے حکومت کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بارے میں قانون سازی کرے لیکن عدالتی احکامات پر بھی عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ رامیش کمار کا کہنا تھا کہ وزارت قانون نے اس بارے میں قومی اسمبلی میں جو بل پیش کیا ہے وہ اُن احکامات کے بالکل برعکس ہے جو سپریم کورٹ نے دیے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ ابھی تک ہندو میرج ایکٹ کا بل قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کے پاس ہی پڑا ہے۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے مقدمے میں مجرم ممتاز قادری کی درخواست پر سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں توہین مذہب کے قانون پر نظر ثانی اور تعلیمی نصاب میں تبدیلی سے متعلق جو احکامات دیے تھے اس بارے میں وزارت قانون کے حکام نے قائمہ کمیٹی کو بریفنگ نہیں دی جس پر کمیٹی کے ارکان نے برہمی کا اظہار کیا۔ سینیٹر اعتزاز احسن کا کہنا تھا کہ عدالتی احکامات پر عمل درآمد حکومت کی ذمہ داری ہے جسے وہ نبھانے میں غفلت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ وزارت قانون توہین مذہب میں ممکنہ ترامیم سے متعلق تجاویز کو بھی اجلاس میں پیش کرے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

قانون سازی اور آئین میں ترمیم کا طریقہ کار

قانون سازی کا طریقہ کار

قانون سازی کا طریقہ کار آئین کے آرٹیکلز 70 سے 77 میں دیا گیا ہے۔ وفاقی قانون سازی کی فہرست میں کسی بھی امر کے بارے میں کسی بل کی سوائے مالی بل کے ابتدا کسی بھی ایوان سے ہو سکتی ہے اور اگر اسے وہ ایوان جس میں اس کی ابتدا ہوئی تھی منظور کر لے تو اسے منظوری کے لیے دوسرے ایوان میں بھیج دیا جاتا ہے اور اگر دوسرا ایوان بھی اسے بغیر ترمیم کے منظور کر لے تو اسے منظوری کے لیے صدر کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ صدر کے دستخط کے بعد اسے گزٹ نوٹیفکیشن میں چھاپ دیا جاتا ہے۔ بل کی منظوری کے بعد اسے ایکٹ آف دی پارلیمنٹ کہا جاتا ہے۔

اگر دوسرا ایوان پہلے ایوان کے بھیجے گئے بل میں ترامیم تجویز کرے تو اسے دوبارہ پہلے والے ایوان میں ان تجویز کردہ ترامیم کی منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اگر پہلا ایوان ان ترامیم کو بھی منظور کر لے تو اسے منظوری کے لیے صدر کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔

اگر دوسرا ایوان پہلے ایوان کے منظور کیے ہوئے بل کو مسترد کر دے...... یا...... 90 دن تک کوئی کارروائی نہ کرے...... یا...... پہلا ایوان دوسرے ایوان کی تجویز کردہ ترامیم کو منظور نہ کرے تو ایسی صورت میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلایا جاتا ہے اور وہ بل مشترکہ اجلاس میں منظوری کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر مشترکہ اجلاس میں حاضر ارکان کی اکثریت اسے منظور کر دے تو اسے منظوری کے لیے صدر کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔

مشترکہ اجلاس کی صدارت قومی اسمبلی کا اسپیکر کرتا ہے اور تمام فیصلے حاضر ارکان کے اکثریتی ووٹ سے ہوتے ہیں۔

بل منظور کرنے کا طریقہ کار

بل سے کیا مراد ہے؟

بل سے مراد وہ مسودہ ہے جسے قانون بنانے کے لیے پارلیمنٹ میں ارکان کے سامنے بحث اور منظوری کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

بل کی اقسام

بل کی دو اقسام ہیں: 1- قانون سازی سے متعلق بل 2- آئین میں ترمیم سے متعلق بل

عام قانون سازی کے لیے ایوان میں حاضر ارکان کی سادہ اکثریت درکار ہوتی ہے۔ جبکہ آئین میں ترمیم کے لیے ایوان کے کل ارکان کی دو تہائی (2/3) اکثریت لازمی ہوتی ہے۔ بل کی منظوری کے لیے مطلوبہ تعداد میسر نہ ہو تو بل مسترد ہو جاتا ہے۔

ایوان یا ہاؤس سے کیا مراد ہے؟

ایوان یا ہاؤس سے مراد قومی اسمبلی اور سینیٹ ہے۔ سینیٹ کو ایوان بالا (Upper House) اور قومی اسمبلی کو ایوان زیریں (Lower House) کہتے ہیں۔ پاکستان کی پارلیمنٹ دو ایوانی مقننہ ہے۔

بل کون پیش کر سکتا ہے؟

پارلیمنٹ میں زیادہ تر بلز حکومت کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں جنہیں پبلک بلز (Public Bills) یا گورنمنٹ بلز (Govrnment Bills) کہا جاتا ہے۔ انفرادی طور پر ارکان بھی بل پیش کر سکتے ہیں جنہیں پرائیویٹ بلز (Private Bills) کہا جاتا ہے۔ حکومت عموماً معلقہ وزراء کے ذریعے پارلیمنٹ میں بل پیش کرتی ہے۔ متعلقہ وزیر اپنے محکمہ کے افسران اور ماہرین کے ذریعے بل تیار کرتا ہے اور اسے پارلیمنٹ میں پیش کرنے سے پہلے وہ وزیراعظم کو اعتماد میں لیتا ہے اور کابینہ کا اجلاس بلایا جاتا ہے جس میں بل پر بحث کی جاتی ہے اور سب کی سفارشات کی روشنی میں بل کا مسودہ فائنل کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات متعلقہ وزیر اعظم کو اعتماد میں لے کر یا وزیراعظم کے کہنے پر ماہرین کی مدد سے بل تیار کر کے پیش کر دیتا ہے۔

بل پیش کرنے کا طریقہ کار

پرائیویٹ بل

پرائیویٹ بل پیش کرنے والا ممبر پیش کرنے سے 10 دن پہلے سیکرٹری (قومی اسمبلی یا سینیٹ) سے تحریری نوٹس کے ذریعے بل پیش کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ نوٹس کے ساتھ بل کے اغراض و مقاصد اور وجوہات بھی تحریر کی جاتی ہے۔

اگر بل کی نوعیت ایسی ہو کہ حکومت یا صدر سے پیشگی اجازت لینا آئینی طور پر لازمی ہو تو اس کی بھی نشاندہی کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ بل پیش کرنے سے پہلے آئینی تقاضہ پورا کیا جا سکے۔ اگر اس بات پر اختلاف رائے ہو کہ بل اس نوعیت کا ہے یا نہیں تو اس بارے سپیکر کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

گورنمنٹ بل

گورنمنٹ بلز عموماً متعلقہ وزیر پیش کرتا ہے جس کے لیے وہ سیکرٹری کو بل پیش کرنے کا نوٹس دیتا ہے۔ بل کے ساتھ اس کے اغراض و مقاصد اور وجوہات بھی تحریر کی جاتی ہیں اور اگر آئینی طور پر اس پر گورنمنٹ یا صدر کی اجازت درکار ہو تو اس کی نشاندہی کر دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ بلز پر ایک سرٹیفکیٹ بھی دینا پڑتا ہے کہ یہ مالی بل (Money Bill) ہے یا نہیں۔

بل کی پبلیکیشن

سیکرٹری ہر اس بل کو جسے بحث کے لیے پیش کیا جانا ہے جلد سے جلد گزٹ میں شائع کرواتا ہے۔ بل کے اغراض و مقاصد اور وجوہات کو بھی بل کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔

قائمہ کمیٹی کو بل کی حوالگی

ہر ہاؤس میں ہر وزارت سے متعلقہ ایک قائمہ کمیٹی (Standing Committee) بنائی جاتی ہے جس میں زیادہ سے زیادہ سترہ (17) ارکان شامل ہوتے ہیں۔ سوائے مالی بل (Money Bill) کے دوسرے تمام بلز کو بحث سے پہلے متعلقہ قائمہ کمیٹی (Standing Committee) کے حوالہ کیا جاتا ہے جو اس پر تفصیلی غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد ایک رپورٹ مرتب کر کے بل کے ساتھ واپس بھیج دیتی ہے۔ سیکرٹری بل اور رپورٹ کی کاپی تمام ممبران کو مہیا کرتا ہے۔ ممبران کو کاپی مہیا کیے جانے کے کم از کم دو دن بعد

پارلیمنٹ میں زیادہ تر بلز حکومت کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں جنہیں پبلک بلز (Public Bills) یا گورنمنٹ بلز (Govrnment Bills) کہا جاتا ہے۔ انفرادی طور پر ارکان بھی بل پیش کر سکتے ہیں جنہیں پرائیویٹ بلز (Private Bills) کہا جاتا ہے۔ حکومت عموماً معلقہ وزراء کے ذریعے پارلیمنٹ میں بل پیش کرتی ہے۔ متعلقہ وزیر اپنے محکمہ کے افسران اور ماہرین کے ذریعے بل تیار کرتا ہے اور اسے پارلیمنٹ میں پیش کرنے سے پہلے وہ وزیراعظم کو اعتماد میں لیتا ہے اور کابینہ کا اجلاس بلایا جاتا ہے جس میں بل پر بحث کی جاتی ہے اور سب کی سفارشات کی روشنی میں بل کا مسودہ فائنل کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات متعلقہ وزیراعظم کو اعتماد میں لے کر یا وزیراعظم کے کہنے پر ماہرین کی مدد سے بل تیار کر کے پیش کر دیتا ہے۔

بل کو ایوان میں بحث کے لیے پیش کر دیا جاتا ہے۔

سلیکٹ کمیٹی (Select Committee)

اگر بل ٹیکنیکل نوعیت کا ہو یا اس پر مزید مشاورت درکار ہو تو اسے سلیکٹ کمیٹی (Select Committee) کے سپرد کیا جاتا ہے یا اس پر متعلقہ ماہرین کی رائے بھی حاصل کی جاتی ہے۔

جس دن بل ایوان میں بحث کے لیے پیش کیا جائے بل پیش کرنے والے ممبر کو موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ ہاؤس میں بل کی غرض و غایت، اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈال سکے۔

بل پیش کرنے والا بل کو واپس بھی لے سکتا ہے۔

ہر بل کی پہلی کلاز اس کے عنوان اور اس کی غرض و غایت، اہمیت اور ضرورت کے بارے میں ہوتی ہے۔

کوئی بھی ممبر طے شدہ طریقہ کار کے تحت بل میں ترمیم تجویز کر سکتا ہے۔

ہاؤس میں بل پر بحث کے دوران ہر کلاز پر باری باری غور کیا جاتا ہے۔ ہر کلاز کو پڑھا جاتا ہے اور کلاز ٹو کلاز بل کی منظوری لی جاتی ہے۔ آخر میں جب ایوان کی اکثریت بل کے حق میں رائے کا اظہار کر دے تو اسے دوسرے ہاؤس یا گر دوسرا ہاؤس اسے پہلے ہی منظور کر چکا ہو تو صدر کو منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا۔ اگر 90 دن تک بل پاس نہ کیا جا سکے یا اس پر غور نہ کیا جائے تو اسے واپس پہلے ہاؤس میں بھیج دیا جاتا ہے تا کہ مشترکہ اجلاس بلایا جا سکے۔

مالی بل اور بجٹ

مالی بل جس میں سالانہ بجٹ بھی شامل ہے صرف قومی اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کی کاپی سینیٹ کو بھیج دی جاتی ہے جو 14 دن میں اس پر اپنی سفارشات قومی اسمبلی کو بھیج دیتا ہے۔ قومی اسمبلی میں سالانہ بجٹ پر بحث ہوتی ہے اور سینیٹ کی طرف سے بھیجی گئی سفارشات پر غور کیا جاتا ہے۔ بحث کے بعد قومی اسمبلی سینیٹ کی تجویز کردہ سفارشات کو شامل کر کے یا شامل کیے بغیر جب سالانہ بجٹ کی منظوری دے دیتی ہے تو اسے منظوری کے لیے صدر کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ مالی بل سے مراد وہ بل ہے جس میں حکومت سالانہ وصولیوں (ٹیکسز) اور ادائیگیوں (اخراجات) کے حسابات کی تفصیل پیش کرتی ہے۔

صدر کی منظوری اور دستخط

جب کوئی بل منظوری کے لیے صدر کو پیش کیا جائے تو صدر 10 دن کے اندر اندر اس بل کی منظوری دے دیتا ہے...... یا......سوائے مالی بل کے اپنی سفارشات کے ساتھ اسے واپس اس ایوان کو دوبارہ غور کے لیے بھیج دیتا ہے۔

پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس

جب صدر کسی بل کو سوائے مالی بل کے اپنی سفارشات کے ساتھ واپس بھیج دے تو پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلایا جاتا ہے اور صدر کی بھیجی گئی سفارشات پر غور کیا جاتا ہے اور جب پارلیمنٹ اپنے مشترکہ اجلاس میں اسے صدر کی بھیجی گئی

اگر بل ٹیکنیکل نوعیت کا ہو یا اس پر مزید مشاورت درکار ہو تو اسے سلیکٹ کمیٹی (Select Committee) کے سپرد کیا جاتا ہے یا اس پر متعلقہ ماہرین کی رائے بھی حاصل کی جاتی ہے۔ جس دن بل ایوان میں بحث کے لیے پیش کیا جائے بل پیش کرنے والے ممبر کو موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ ہاؤس میں بل کی غرض و غایت، اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈال سکے۔ بل پیش کرنے والا بل کو واپس بھی لے سکتا ہے۔ ہر بل کی پہلی کلاز اس کے عنوان اور اس کی غرض و غایت، اہمیت اور ضرورت کے بارے میں ہوتی ہے۔ کوئی بھی ممبر طے شدہ طریقہ کار کے تحت بل میں ترمیم تجویز کر سکتا ہے۔ ہاؤس میں بل پر بحث کے دوران ہر کلاز پر باری باری غور کیا جاتا ہے۔ ہر کلاز کو پڑھا جاتا ہے اور کلاز ٹو کلاز بل کی منظوری لی جاتی ہے۔ آخر میں جب ایوان کی اکثریت بل کے حق میں رائے کا اظہار کر دے تو اسے دوسرے ہاؤس یا گر دوسرا ہاؤس اسے پہلے ہی منظور کر چکا ہو تو صدر کو منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا۔ اگر 90 دن تک بل پاس نہ کیا جا سکے یا اس پر غور نہ کیا جائے تو اسے واپس پہلے ہاؤس میں بھیج دیا جاتا ہے تا کہ مشترکہ اجلاس بلایا جا سکے۔

سفارشات شامل کر کے یا بغیر شامل کیے دوبارہ منظور کر دے تو اسے منظوری کے لیے صدر پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ صدر 10 دن کے اندر اس پر دستخط کر دیتا ہے اور اگر صدر اس پر دستخط نہ بھی کرے تو آئین کی رو سے اسے منظور کیا جاتا ہے اور اسے ایکٹ آف دی پارلیمنٹ کہا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلیوں میں بل منظور کرنے کا طریقہ کار

صوبائی اسمبلیوں میں بل منظور کرنے کا طریقہ کار بھی وہی ہے جو قومی اسمبلی یا سینیٹ میں ہے۔ صوبائی اسمبلیوں کے منظور کردہ بلز کو منظوری کے لیے گورنر کے پاس بھیجا جاتا ہے جو 10 دن کے اندر اس پر دستخط کر دیتا ہے اور وہ بل قانون بن جاتا ہے جسے ایکٹ آف صوبائی اسمبلی کہا جاتا ہے۔ اگر گورنر اپنی سفارشات کے ساتھ بل واپس صوبائی اسمبلی کو واپس کر دے تو صوبائی اسمبلی ان سفارشات پر غور کرنے کے بعد بل میں گورنر کی سفارشات کو شامل کرے یا شامل کیے بغیر اگر دوبارہ منظور کر کے گورنر کو بھیج دے تو اسے 10 دن میں منظور کرنا پڑتا ہے۔

اجلاس ملتوی ہونے پر بل ساقط نہیں ہوتا

کسی بھی ایوان میں زیر غور کوئی بل اس کے اجلاس کے ملتوی ہونے کی بنا پر ساقط (منسوخ) نہیں ہوتا۔ سینیٹ میں زیر غور کوئی بل جسے ابھی قومی اسمبلی نے منظور نہ کیا ہو تو قومی اسمبلی کے ٹوٹنے پر ساقط نہیں ہوتا۔

قومی اسمبلی میں زیر غور کوئی بل قومی اسمبلی ٹوٹنے پر ساقط ہو جاتا ہے اور سینیٹ میں زیر غور کوئی بل جسے قومی اسمبلی نے منظور کیا ہو تو قومی اسمبلی کے ٹوٹنے پر بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

صدر آرڈیننس جاری کر سکتا ہے

صدر سوائے اس کے جب قومی اسمبلی یا سینیٹ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو، اگر اس بارے میں مطمعن ہو کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی ضروری ہو تو صدر حالات کے تقاضوں کے مطابق آئین کے آرٹیکل 89 کے تحت آرڈیننس جاری کر سکتا ہے۔

صدر کے جاری کردہ آرڈیننس کی وہی حیثیت ہے جو پارلیمنٹ کے منظور کردہ ایکٹ آف پارلیمنٹ کی ہے۔ آرڈیننس 120 دن تک نافذ العمل رہ سکتا ہے۔ پارلیمنٹ کا کوئی ایوان قرارداد کے ذریعے اسے منسوخ نہ کر دے۔ صدر کسی بھی وقت اس آرڈیننس کو واپس لے سکتا ہے۔

کوئی بھی ایوان قرارداد کے ذریعے اس کی مدت میں مزید 120 دن کے لیے اضافہ کر سکتا ہے اور یہ اضافہ صرف ایک بار ہی ہو سکتا ہے۔ قانون سازی کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے اس آرڈیننس کو قانون بھی بنایا جا سکتا ہے۔

گورنر بھی آرڈیننس جاری کر سکتا ہے

گورنر بھی صوبے میں جب صوبائی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو، اگر اس بارے میں مطمعن ہو کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی ضروری ہو تو آئین کے آرٹیکل 128 کے تحت آرڈیننس جاری کر سکتا ہے۔

گورنر کے جاری کردہ آرڈیننس کی وہی حیثیت ہے جو صوبائی اسمبلی کے منظور کردہ قانون کی ہے۔

یہ آرڈیننس 90 دن تک نافذ العمل رہ سکتا ہے اگر صوبائی اسمبلی اسے منسوخ نہ کر دے۔

گورنر خود بھی کسی بھی وقت اس آرڈیننس کو واپس لے سکتا ہے۔

صوبائی اسمبلی اس کی مدت میں مزید 90 دن کے لیے اضافہ کر سکتی ہے اور یہ اضافہ صرف ایک بار ہی ہو سکتا ہے۔ قانون سازی کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے اس آرڈیننس کو قانون بھی بنایا جا سکتا ہے۔

بہار میں ہونے والے انتخابات اور ہم

آئی۔ اے۔ رحمٰن

بہار کے ووٹروں نے بھارتیہ جنتا پارٹی کے مقابلے میں حزب اختلاف کے متحدہ محاذ کو جس کامیابی سے ہمکنار کیا ہے، وہ کسی کے لیے بھی زیادہ حیران کن نہیں ہونا چاہیئے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ برسر اقتدار جماعت کو جس ناکامی کا اس انتہائی کم مدت میں سامنا کرنا پڑا، اس نے سب کو حیرت زدہ ضرور کردیا ہے۔ ناکامی کی اس قدر جلد توقع کسی کو نہیں تھی اور اٹھارہ ماہ کی مودی سرکار کو جو دھچکا لگا ہے وہ ایک انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے، جس کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مودی سرکار نے دہلی کے انتخابات میں ہونے والی ناکامی کو محض اس لیے ہضم کرلیا تھا کہ یہ انتخابات 2014ء کے عام انتخابات کے فوری بعد ہوئے تھے۔ ووٹروں کو وقت ہی نہیں ملا تھا کہ وہ نئی مرکزی حکومت کی کارکردگی کا جائزہ لے سکتے۔ اس کے علاوہ دہلی کے شہری چاہتے تھے کہ وہ عام آدمی پارٹی کے ساتھ اس زیادتی کی تلافی کردیں جو اس پارٹی کی سابقہ حکومت کے دوران روا رکھی گئی۔ لیکن بہار کا معاملہ تو قطعی طور پر مختلف ہے۔ عام انتخابات میں مودی نے ہندوتوا کی شان وشوکت اور عوام کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد پر انتخابات میں اپنی پارٹی کو کامیابی دلوائی اس کے علاوہ مودی کی مخالف سیاسی جماعتوں نے بھی مودی کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا اس لیے کہ مخالف جماعتیں مودی کے چیلنج کا موثر توڑ پیش کرنے میں ناکام رہیں۔ نئی حکومت نے اپنے فرقہ وارانہ پروگرام کو نظر انداز نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اس نے غیر ملکی تجارت اور بیرونی سرمایہ کاری کے حوالے سے نمایاں کامیابیاں حاصل بھی کیں لیکن ان کامیابیوں کا پھل غریب طبقات تک نہیں پہنچا۔ شاید اس کا ادراک کرتے ہوئے بی جے پی کے انتہا پسندوں نے قوم پرست انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ عسکریت پسندی میں پناہ لی۔ یہ لوگ ناکام رہے اور اس کی وجوہات ہیں۔

جب سے لالو پرشاد کے سائے سے باہر نکلے ہیں، بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے ایسے ناخدا کے طور پر اپنی پہچان بنالی ہے جو لوگوں کو غنڈوں اور بدمعاشوں کے راج اور مالی مشکلات سے نجات دلانے والے کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ ووٹروں کو وہ سب کچھ چھوڑنے کے لیے کسی قسم کے دباؤ کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو بی جے پی کے وعدوں کے نتیجے میں انہیں ملنا چاہیئے تھا۔ جب کچھ ملا ہی نہیں تو چھوڑنا کیا تھا۔ مزید برآں لالو پرشاد نے وہ سب کچھ بھلا دیا جو ان کے 'چھوٹے بھائی' نتیش کمار نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ کانگریس کو بھی یہ کڑوی گولی نگلنا پڑی اور وہ متحدہ محاذ میں جونیئر پارٹنر کے طور پر شامل ہونے پر رضا مند ہوگئی۔ بی جے پی کو اتنے لوگوں کی حمایت حاصل نہیں تھی جس کے ساتھ وہ ملک کے متعدد علاقوں میں مشترکہ حزب اختلاف کو شکست دینے کے قابل ہوسکتی۔

مودی حکومت کے لیے فوری مسئلہ آسام، مغربی بنگال اور تامل ناڈو میں بہار جیسی صورتحال سے بچنا ہے۔ ان تینوں ریاستوں میں عنقریب انتخابات ہونے والے ہیں۔ لگتا ہے کہ ان ریاستوں کے انتخابات میں وہی کچھ ہوگا جس کی پیشن گوئی ایک ممتاز صحافی نے کی ہے۔ اس صحافی کا کہنا ہے کہ ''بہار جو آج سوچتا ہے، کل پورا بھارت وہی سوچے گا''۔ بہت سے مبصرین نے ان مشکلات کا ذکر کیا ہے جن کا سامنا حکومت کو کرنا ہوگا۔ ان مشکلات کا تعلق حکومت کی طرف سے پارلیمنٹ سے قانون سازی سے ہوگا۔

مودی کو جس فیصلہ کن مشکل مرحلے کا سامنا کرنا ہوگا، وہ شاید زعفرانی وردی پوشوں کو لگام ڈالنا ہوگا اس لیے کہ گزشتہ چند ہفتوں کے دوران اس میں ناکامی کے سبب سے نہ صرف یہ کہ بائیں بازو اور معتدل نظریات رکھنے والے دانش وروں اور مختلف گروہوں میں تقسیم سیکولر افراد کو متفکر کردیا ہے بلکہ مودی نے ایران سے سعودی عرب تک کے مسلمان ملکوں کے ساتھ جو تعلقات استوار کئے تھے، وہ مودی حکومت کے رویے کی وجہ سے خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ یہ امکان بھی موجود ہے کہ امریکہ بی جے پی کے انتہا پسندی کی بے ہودہ زیادتیوں سے آنکھیں نہیں چرائے گا۔ مودی تجربہ کار اور ماہر جنگجو ہیں۔ انہیں اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی ماضی کی غلطیوں سے کچھ سیکھیں ویسے بھی کسی شخص کو جلد بازی کرتے ہوئے حقیر جان کر مسترد نہیں کردینا چاہیئے۔ بی جے پی کو نیچا دکھانے کے لیے مودی کے مخالفوں کو بھی سخت محنت کرنا ہوگی اور وہ اس کے لیے تیار بھی ہوں گے۔ بہار کے انتخابات ''لگتا ہے'' بھارت اور مودی، دونوں کے لیے بہتر ثابت ہوئے ہیں۔ ایک تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ سیکولر تصورات کو دوبارہ پنپنے میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ انہیں فروغ حاصل ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ کہ اس صورتحال نے ان حالات کی نشاندہی کردی ہے اقتدار میں رہنے کے لئے جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس انتخابی نتیجے کا پاکستان بھر میں بہت زیادہ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں کے لوگوں کو ہندوستان کے تازہ ترین سیاسی حالات کے بارے میں بے حد محتاط ہو کر بات کرنی چاہیئے۔ البتہ کچھ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اس سے ہندوستان کی سیکولر قوتوں کو جو طاقت ملے گی اس سے پورے جنوبی ایشیاء کے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ اس لیے ہمارے لوگوں کو اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیئے۔ فرقہ وارانہ انتہا پسندی جس نے مسلمانوں کے خلاف، پاکستانیوں اور گائے کا گوشت کھانے والوں کے خلاف نفرت کو ہوا دی ہے۔ گائے کا گوشت کھانے والے چاہے کسی بھی مذہب، فرقہ سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں، انہیں اپنی نفرت اور غصے کا نشانہ بنایا جانا ضروری ٹھہرا۔ ان لوگوں کے خلاف زہر اگل کر انہیں دلی تسکین ملتی ہے۔ یہ تشدد پسند لوگ دباؤ کے ذریعے حکومت کو مزید بلا شرکت غیرے حکمران ہونے کے ایجنڈے کو اپنانے کی طرف دھکیل دیں گے۔

> بہار کے انتخابات ''لگتا ہے'' بھارت اور مودی، دونوں کے لیے بہتر ثابت ہوئے ہیں۔ ایک تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ سیکولر تصورات کو دوبارہ پنپنے میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ انہیں فروغ حاصل ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ کہ اس صورتحال نے ان حالات کی نشاندہی کردی ہے اقتدار میں رہنے کے لئے جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس انتخابی نتیجے کا پاکستان بھر میں بہت زیادہ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں کے لوگوں کو ہندوستان کے تازہ ترین سیاسی حالات کے بارے میں بے حد محتاط ہو کر بات کرنی چاہیئے۔

پاکستانی عوام ہندوستانی حکومت یا عوام کی طرف سے کئے جانے والے ہر ایسے اقدام کو عمومی طور پر پوری ہندو قوم کی طرف سے پاکستان دشمن یا مسلمان دشمن عمل سمجھتے ہیں جو، ان کے نزدیک، ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف سخت دشمنی کا مظہر قرار پاتا ہے۔ بھارتی حکومت یا حکمران جماعت کی پالیسیوں کی سہل پسندانہ تشریح وتوضیح، دراصل پاکستانی مبصرین کے لیے بھارتی سیاست کے بارے میں صحیح نتائج اخذ کرنے کی راہ میں مانع ہے۔ پاکستانی فنکاروں اور کھیلوں سے متعلق افسران پر حالیہ حملے، اور گائے کا گوشت کھانے پر عوامی غیض اور غضب کو ابھارنے کے عمل کو سنگھ پریوار کے اس آخری حربے کے طور پر دیکھنا چاہیئے جس کا مقصد بھارتی ووٹروں کو یہ اعتماد دلانا تھا کہ ہندوتوا سے ان کی وفاداری برقرار رہے گی۔ بھارت کے سیاسی بحث مباحثے میں پاکستان کا ذکر صرف اس وقت آتا ہے، جب اس کے ساتھ تعلقات زہر کو صاف کئے بغیر معمول پر لانے کی بات ہوتی ہے۔ اس لیے کہ نفرت کا یہ زہر برسوں سے جمع کیا جارہا ہے۔

اس لیے پاکستانیوں کو بہار کے انتخابات کو یوں دیکھنا چاہیئے کہ انتخابات سے پہلے کیا ہوا اور اس کے نتیجہ میں کیا سامنے آیا۔ اس لئے کہ بھارت کے عوام اقتدار کے دعویداروں اور اقتدار سے چمٹے رہنے کے لیے ان کی چالوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہندوستان کے حالیہ حالات کے حوالے سے غیر فرقہ وارانہ یا غیر جذباتی رویہ اختیار کرنے سے زیادہ ضروری تو یہ ہے کہ ہندوستان میں حال ہی میں جو کچھ ہوا اس سے صحیح سبق حاصل کیا جائے اور پاکستانی عوام کی اولین ضرورت ہے۔ مذہبی اختصاص کی سیاست کسی سماج کو کہاں لے جاتی ہے، ہمیں یہ بہار کے انتخابات سے سیکھنا چاہیئے۔ مذہبی معاشرت کے قیام کے حوالے سے دیکھا جائے تو پاکستان کو ہندوستان پر فوقیت حاصل ہے اس لیے کہ یہ کام پہلے پاکستان نے کیا تھا۔ ان کوششوں کا انجام اس انجام سے مختلف نہیں ہوسکتا جس کا بلاوا نفرت کے پجاریوں نے بہار میں دیا تھا۔ بہر حال اس حوالے سے دیکھا جائے تو پاکستان کے عوام کے لیے تکلیف کا دور زیادہ عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔

جس طرح بھارتی لکھاریوں ، فنکاروں، فلمسازوں اور ترجمانوں نے احتجاج کی جس لہر کو پورے معاشرے میں پیدا کیا ہے، اس سے سرحد کے اس طرف خاصی خاموشی کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ اعزاز بھی کچھ لوگوں نے تعصب کے خلاف اور اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے خلاف حاصل کیا کہ انہوں نے ماضی میں ملنے والے ایوارڈ احتجاج کے طور پر واپس کردیئے۔ اطمینان کا سبب یہ ہے کہ بھارتی ریاست پر سخت نکتہ چینی ہوئی۔ اسلام آباد میں ایسے احتجاج کے بارے میں شاید کسی نے سوچا بھی نہ ہو جو انصاف مہیا کرنے میں حکومتی ناکامی کے خلاف ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

دو سکیورٹی اہلکاروں سمیت چھ افراد ہلاک

کوئٹہ بلوچستان میں تین مختلف واقعات میں دو سکیورٹی اہلکاروں سمیت چھ افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ایک سیکورٹی اہلکار سمیت چار افراد کی ہلاکت کا واقعہ ضلع قلات کی تحصیل سوراب کے علاقے گدر میں پیش آیا۔کوئٹہ میں فرنٹیئر کور کے ترجمان کی جانب سے فراہم کردہ معلومات کے مطابق حساس اداروں اور فرنٹیئر کور کے اہلکاروں نے اس علاقے میں خفیہ اطلاع پر سرچ آپریشن کیا۔سرچ آپریشن کے دوران مسلح افراد کی فائرنگ سے ایف سی کا ایک اہلکار ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔ترجمان کا کہنا ہے کہ ایف سی کی جوابی فائرنگ سے تین مسلح افراد ہلاک ہوئے۔ترجمان نے دعویٰ کیا کہ ہلاک ہونے والے افراد کا تعلق ایک کالعدم عسکریت پسند تنظیم سے تھا۔ایک اور سکیورٹی اہلکار کی ہلاکت کا واقعہ ایران سے متصل پنجگور میں پیش آیا۔پنجگور میں انتظامیہ کے ایک سینئر اہلکار نے بتایا کہ نامعلوم مسلح افراد نے ضلع کے علاقے پروم میں ایک چیک پوسٹ پر حملہ کیا۔حملے کے نتیجے لیویز فورس کا ایک اہلکار ہوا جبکہ حملہ آور ہلاک ہونے والے اہلکار کا اسلحہ بھی ساتھ لے گئے۔ادھر کوئٹہ میں فائرنگ کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔کوئٹہ پولیس کے ایک اہلکار نے بتایا کہ تین بھائی ارباب کرم خان روڈ پر ایک گاڑی میں جا رہے تھے کہ نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ان کی گاڑی پر فائر کھول دیا۔فائرنگ کے باعث ان میں سے ایک ہلاک اور ایک شدید زخمی ہوا۔دو روز قبل بھی کوئٹہ میں فائرنگ کے ایک واقعہ میں شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والا ایک میکنک ہلاک ہوا تھا۔

(نامہ نگار)

اوکاڑہ:17 نومبر: ایچ آر سی پی نے 'قانون سازی کے امور میں شہریوں کی شمولیت' کے عنوان سے تربیتی ورکشاپ منعقد کی

بار کے ضلعی صدر فائرنگ سے ہلاک

آواران 18 نومبر 2015 پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع آواران میں معروف وکیل اور بار کے ضلعی صدر داد شاہ قمبرانی کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا ہے۔سیاسی حوالے سے ان کا تعلق بلوچستان نیشنل پارٹی (مینگل گروپ) سے تھا۔آواران میں انتظامیہ کے ذرائع نے بتایا کہ داد شاہ قمبرانی کو موٹر سائیکل پر گھر جاتے ہوئے حملے کا نشانہ بنایا گیا۔ان کا گھر آواران ٹاؤن کے قریب زیارت ڈن کے علاقے میں واقع ہے۔ذرائع کے مطابق ٹاؤن سے تقریباً آٹھ کلومیٹر دور نامعلوم مسلح افراد نے ان پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہو گئے۔ضلعی انتظامیہ کے ذرائع نے بتایا کہ ان کے رشتہ داروں نے قتل کا مقدمہ نامعلوم افراد کے خلاف درج کروایا ہے۔داد شاہ قمبرانی کو کچھ عرصہ قبل نامعلوم افراد نے اغوا بھی کیا تھا۔ان کے اغوا کے خلاف بلوچستان کے وکلا نے احتجاج بھی کیا تھا تاہم کچھ عرصہ بعد انھیں چھوڑ دیا گیا تھا۔داد شاہ قمبرانی کو ہلاک کرنے کے محرکات معلوم نہیں ہو سکے۔تا حال ان کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری کسی نے قبول نہیں کی ہے۔آواران کا شمار بلوچستان کے ان علاقوں میں ہوتا ہے جو شورش سے زیادہ متاثر ہیں۔اس صورتِ حال کے باعث آواران ٹاؤن اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں سکیورٹی کے انتہائی سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔

(بی بی سی اردو)

جنسی زیادتی کے واقعات میں اضافہ

اسلام آباد پاکستان میں رواں سال لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں سے جنسی زیادتی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔بچوں سے جنسی زیادتی پر کام کرنے والی ایک غیر سرکاری اور نگران تنظیم 'ساحل' کے مشاہدے میں بتایا گیا کہ 2015 کے پہلے چھ مہینوں میں چھ سے دس سال عمر کے لڑکوں میں پچھلے سال اسی عرصے کی نسبت زیادتی کے واقعات میں 4.3 فیصد اضافہ دیکھا گیا۔ساحل کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ چھ سے دس عمر کے 178 لڑکوں کے ساتھ ایسے واقعات رپورٹ ہوئے جبکہ لڑکیوں میں یہ تعداد 150 تھی۔دوسری جانب، خواتین پر جنسی حملوں میں خطرناک حد تک اضافہ دیکھا گیا۔رواں سال کے پہلے چھ مہینوں میں تمام عمر کے بچوں سے 1565 ریپ رپورٹ ہوئے جبکہ 2014 میں اسی عرصے کے دوران یہ تعداد 1786 تھی۔ساحل کے ترجمان نے بتایا کہ گزشتہ سال کُل 3500 کیس رپورٹ ہوئے تھے جبکہ حقیقی تعداد دس ہزار تک ہو سکتی ہے۔پاکستانی حکومت نے رواں مہینے موجودہ قوانین میں ترمیم کے بعد بچیوں سے زیادتی کے مجرموں کو عمر قید یا موت کی سزا دینے کا اعلان کیا تھا۔تاہم قوانین میں اس ترمیم کا اطلاق 14 سال سے کم عمر لڑکیوں پر ہوتا ہے اور یہ قانون لڑکوں سے متعلق نہیں۔

(بی بی سی اردو)

دھماکے سے پانچ افراد ہلاک

کوئٹہ 30 اکتوبر کو کوئٹہ میں بم دھماکوں کے دو واقعات میں ایک قبائلی رہنما سمیت کم از کم پانچ افراد ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔قبائلی رہنما اور دیگر افراد کی ہلاکت کا واقعہ کوئٹہ شہر سے مشرق میں اندازاً 70 کلومیٹر دور مارواڑ کے علاقے میں پیش آیا۔کوئٹہ میں انتظامیہ کے ذرائع کے مطابق نامعلوم افراد نے مارواڑ میں پیر اسماعیل کے علاقے میں بارودی سرنگ نصب کی تھی۔یہ بارودی سرنگ اس وقت زوردار دھماکے سے پھٹ گئی جب ایک قبائلی رہنما میر گل خان بجارانی کی گاڑی وہاں سے گزر رہی تھی۔ذرائع نے بتایا کہ دھماکے سے گاڑی کو شدید نقصان پہنچا جبکہ اس میں سوار قبائلی رہنما اور ان کے محافظوں سمیت پانچ افراد ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔اس واقعے کی ذمہ داری کالعدم عسکریت پسند تنظیم بلوچ لبریشن آرمی نے قبول کی ہے۔دیگر ذرائع سے تنظیم کے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہوئی۔ادھر کوئٹہ شہر میں دو دھماکے ہوئے۔کوئٹہ پولیس کے مطابق نامعلوم افراد نے سیٹلائیٹ ٹاؤن کے علاقے میں منی مارکیٹ کے قریب دھماکہ خیز مواد نصب کیا تھا۔ان دھماکوں میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔پولیس کے مطابق دونوں ٹائم بم تھے جن میں سے ایک بم ایک کلو جبکہ دوسرا ڈیڑھ کلو وزنی تھا۔

(نامہ نگار)

تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کا عالمی میثاق

افتتاحیہ

اس میثاق میں شریک ممالک نے،

اقوام متحدہ کے منشور کے تحت ریاستوں پر دنیا بھر میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کے فروغ اوران کے تحفظ کا جوفریضہ عائد ہوتا ہے اُس کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے،

انسانی حقوق کے عالمی منشور کا احترام کرتے ہوئے،

’’معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کے عالمی میثاقِ شہری و سیاسی حقوق کے عالمی میثاق اورانسانی حقوق، انسانیت دوست قانون اور عالمی فوجداری قانون کی دیگر دستاویزات کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے،

تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کے اعلامیے کوبھی ذہن میں رکھتے ہوئے جو اقوام متحدہ کی جنزل اسمبلی نے 18 دسمبر 1992 کو اپنی قرارداد نمبر 47/133 میں منظور کیا تھا،

جبری گمشدگی جوکہ ایک جرم ہےاور بعض حالات میں بین الاقوامی قانون کے تحت انسانیت کے خلاف جرم قرار دیا گیا ہے، اُس کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے،

جبری گمشدگیوں کی روک تھام اور جبری گمشدگیوں کے جرم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے فقدان کے خاتمے کا تہیہ کرتے ہوئے

کسی بھی فرد کو جبری گمشدگی کا نشانہ نہ بنائے جانے کے حق، متاثرین کے انصاف اور معاوضے کے حصول کے حق کا خیال رکھتے ہوئے،

جبری گمشدگی کے اصل حقائق اور جبری گمشدہ فرد کی حالتِ زار سے باخبر ہونے کے ہر متاثرہ فرد کے حق اوراس حوالے سے معلومات کے حصول وترسیل کے حق کی توثیق کرتے ہوئے،

درج ذیل شقوں پر اتفاق کیا ہے:

حصہ اوّل

شِق نمبر 1

1۔ کسی فرد کو جبری گمشدگی کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

2۔ حالتِ جنگ، جنگ کے خطرے، اندرونی سیاسی عدم استحکام یا ملکی ہنگامی صورتحال سمیت کسی بھی قسم کے غیر معمولی حالات کو جبری گمشدگی کا جواز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

شِق نمبر 2

اس میثاق کے مقاصد کے لیے، ’جبری گمشدگی‘ سے مراد ریاستی اہلکاروں یا ریاست کی اجازت، معاونت یا رضامندی سے افراد یا افراد کے گروہوں کی جانب سے کسی فرد کی گرفتاری، حراست، اغواء یا آزادی سے محرومی کی کوئی بھی شکل ہے جس کے بعد اس شخص کی آزادی سے محرومی کے وقوعے سے انکار کیا جائے یا گمشدہ فرد کے حالتِ زار یا اتہ پتہ کو چھپایا جائے جس سے وہ فرد قانونی تحفظ کے دائرہ کار سے محروم ہو جائے۔

شِق نمبر 3

ہر فریق ریاست شق نمبر 2 میں درج کارروائیوں کی تحقیقات کرنے اور ذمہ داران کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کے لیے مناسب اقدامات کرے گی جو بعض افراد یا افراد کے گروہوں نے ریاست کی اجازت، معاونت یا رضامندی کے بغیر سرزد کی ہوں گی۔

شِق نمبر 4

ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے گی کہ جبری گمشدی کو اس کے فوجداری قانون میں جرم قرار دیا جائے۔

شِق نمبر 5

قابلِ نفاذ بین الاقوامی قانون کی رو سے وسیع پیمانے یا باضابطہ طور پر پیش آنیوالے والے جبری گمشدگی کے واقعات کو انسانیت کے خلاف جرم قرار دیا گیا ہے اِن پر اِس قابلِ نفاذ بین الاقوامی قانون میں فراہم کردہ چارہ جوئی کا اطلاق ہوگا۔

شِق نمبر 6

ہر فریق ریاست ایسے فرد پر کم از کم مجرمانہ ذمہ داری عائد کرنے کے لیے ضروری اقدامات کرے گی:

(الف)۔ جو فرد جبری گمشدگی کا ارتکاب کرتا ہے، حکم دیتا ہے، یا ترغیب دیتا ہے یا ارتکاب کرنے کی کوشش کرتا ہے، جبری گمشدگی کے ارتکاب میں ساز باز کرتا یا اس میں شریک ہوتا ہے؛

(ب)۔ ایک اعلیٰ درجے کا اہلکار جو:

ایسی کسی بھی قسم کی معلومات سے باخبر تھا تھی یا جسے اُس نے دیدہ دانستہ نظرانداز کیا تھا جن سے یہ واضح ہوتا ہو کہ اُس کے ماتحت اہلکار جبری گمشدگی کے جرم کا ارتکاب کر رہے تھے یا کرنیوالے تھے؛

ii۔ جبری گمشدگی سے متعلقہ کارروائیوں کے حوالے سے اس پر مؤثر ذمہ داری عائد تھی اوران کارروائیوں پر اس کا مؤثر کنٹرول تھا؛اور

iii۔ جبری گمشدگی کو سرزد ہونے سے روکنے کے لیے اپنے دائرہ اختیار میں شامل تمام ضروری اور معقول اقدامات کرنے یا اس معاملے کو تحقیقات اور مقدمہ سازی کے لیے مجاذ حکام تک پہنچانے میں ناکام رہا/رہی ہو؛

(ج) اوپر مذکور ذیلی پیراگراف ب ذمہ داری کے اُن اعلی اصولوں سے متعلق ہے جن کا اطلاق متعلقہ بین الاقوامی قانون کے تحت فوج کے کمانڈر یا فوج کے کمانڈر کی حیثیت سے کام کرنیوالے فرد پر ہوتا ہے۔

2۔ جبری گمشدگی کے جرم کو جواز بخشنے کے لیے سویلین، ملٹری یا کسی بھی دوسری قسم کی پبلک اتھارٹی کے آرڈر یا ہدایت کا سہارا نہیں لیا جاسکتا۔

شِق نمبر 7

1۔ ہر فریق ریاست جبری گمشدگی کے جرم کو مناسب سزاؤں کے ذریعے قابلِ سزا قرار دے گی اوراس حوالے سے اِس جرم کی انتہائی سنگینی کو مدِنظر رکھا جائے گا۔

2۔ ہر فریق ریاست متعین کرے گی:

(الف)۔ سزا میں تخفیف کا باعث بننے والے حالات، خاص طور پر جبری گمشدگی کے ارتکاب میں موردِ الزام ٹھہرائے گئے اُن افراد کے لیے جنھوں نے جبری گمشدہ فرد کی بحفاظت بازیابی میں موثر کردار ادا کیا ہو یا جنھوں نے جبری گمشدگی کے واقعات کو اجاگر کرنا ممکن بنایا ہو یا جبری گمشدگی کا ارتکاب کرنے والوں کی نشاندہی کی ہو؛

(ب)۔ ضابطہ فوجداری کو متاثر کیے بغیر؛ سزا میں اضافے کا باعث بننے والے حالات، خاص طور پر کسی گمشدہ فرد کی ہلاکت کی صورت میں یا کسی حاملہ عورت، کمسن بچے، معذور افراد یا دیگر خاص طور پر غیر محفوظ افراد کی جبری گمشدگی کے واقعے کی صورت میں۔

شِق نمبر 8

شق نمبر 5 کو متاثر کیے بغیر،

1۔ جو فریق ریاست جبری گمشدگی کے حوالے سے حد بندیوں کا قانون نافذ کرے گی وہ اس امر کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی کہ فوجداری ضوابط کے لیے حد بندی کی میعاد:

(الف) لمبے عرصہ کے لیے ہو اور اس جرم کی انتہائی سنگینی سے مطابقت رکھتی ہو؛

(ب) اس کا آغاز جبری گمشدگی کے جرم کے خاتمے کے وقت سے ہو اور جرم کی جاری نوعیت کو مدنظر رکھا جائے۔

2۔ ہر فریق ریاست حد بندی کی میعاد کے دوران جبری گمشدگی کے متاثرین کو مؤثر معاوضے کے حق کو یقینی بنائے گی۔

شِق نمبر 9

1۔ ہر فریق ریاست جبری گمشدگی کے جرم پر اپنے دائرہ اختیار کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی:

(الف) اگر جرم کا ارتکاب اس کے دائرہ اختیار میں شامل اس کے اپنے علاقے میں یا اس ریاست میں رجسٹرڈ سمندری جہاز یا ہوائی جہاز میں ہوا ہے؛

(ب) اگر مبینہ مجرم اس ریاست کا شہری ہے؛

(ج) اگر گمشدہ فرد اس ریاست کا شہری ہے اور فریق ریاست کارروائی کرنا مناسب سمجھتی ہے۔

2۔ اسی طرح ہر فریق ریاست جبری گمشدگی کے جرم پر اپنے دائرہ اختیار کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی اگر مبینہ مجرم اس کے اپنے دائرہ اختیار میں شامل علاقے میں موجود ہے ماسوائے اس کے کہ ریاست نے اپنے کسی بین الاقوامی معاہدے کی روشنی میں اُس مجرم کو کسی دوسرے ملک یا تسلیم شدہ بین الاقوامی کریمینل ٹربیونل کے حوالے کر دیا ہو۔

3۔ یہ میثاق ملکی قانون کی مطابقت میں کسی اضافی فوجداری اختیار کے استعمال کی ممانعت نہیں کرتا۔

شِق نمبر 10

1۔ فریق ریاست جس کے علاقہ میں جبری گمشدگی کا مشتبہ ملزم پایا جائے، دستیاب شدہ معلومات کا جائزہ لینے کے بعد ان معلومات کی صحت سے مطمئن ہو تو وہ اس فرد کو اپنی تحویل میں لے گی یا اُس کی موجودگی کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری قانونی اقدامات کرے گی۔ ملزم کی تحویل یا دیگر قانونی اقدامات اُس فریق ریاست کے قانون کی مطابقت میں ہوں گے مگر ان کا دورانیہ اتنا ہی ہوگا جتنا کہ اُس کے خلاف فوجداری کارروائی شروع کرنے، یا اس کی سپردگی یا حوالگی کے لیے ضروری ہوگا۔

2۔ جو فریق ریاست اِس شق کے پیراگراف نمبر 1 میں مذکور اقدامات کرتی ہے، وہ حقائق کی چھان بین کے لیے فوری طور پر انکوائری یا تحقیقات کرے گی۔ فریق ریاست اِس شق کے پیراگراف نمبر 1 میں مذکور ریاستوں کو بھی مطلع کرے گی۔ وہ انہیں فرد کی حراست، حراست کا سبب بننے والے حالات اور اپنی ابتدائی انکوائری یا تحقیقات کے نتائج سے بھی آگاہ کرے گی نیز انہیں اپنا دائرہ اختیار استعمال کرنے کے ارادے سے بھی مطلع کرے گی۔

3۔ پیراگراف نمبر 1 کے تحت تحویل میں لیا گیا فرد اپنی ریاست کے قریب ترین موزوں نمائندے سے یا اگر اُس فرد کا کوئی وطن نہیں تو جس ریاست میں عموماً رہائش پذیر ہے، اُس ریاست کے نمائندے سے رابطہ کر سکتا/سکتی ہے۔

شِق نمبر 11

1۔ فریق ریاست جس کے دائرہ اختیار میں شامل علاقہ میں جبری گمشدگی کا مشتبہ ملزم پایا جائے اور وہ ریاست اپنے بین الاقوامی معاہدات کی مطابقت میں ملزم کو کسی دوسری ریاست کے سپرد نہیں کرتی یا کسی تسلیم شدہ بین الاقوامی کریمینل ٹربیونل کے حوالے نہیں کرتی تو وہ مقدمہ سازی کے مقصد کے لیے مقدمہ کو مجاز حکام کے حوالے کرے گی۔

2۔ یہ حکام اُس فریق ریاست کے قانون کے تحت سنگین نوعیت کے عام جرم کے مقدمے کی طرح ہی اپنا فیصلہ کریں گے۔ شق نمبر 9، پیراگراف نمبر 2 میں مذکور واقعات میں مقدمہ سازی اور سزا یابی کے لیے شہادت کے اصول شق نمبر 9 پیراگراف 1 میں مذکور واقعات میں مطلوبہ اصولوں سے کم معیاری نہیں ہوں گے۔

3۔ جس فرد کے خلاف جبری گمشدگی کے جرم میں قانونی کارروائی کی جائے گی اُسے کارروائی کے تمام مراحل میں شفاف سلوک کی ضمانت دی جائے گی۔ جس فرد کے خلاف بھی جبری گمشدگی کے جرم میں قانونی کارروائی کی جائے گی، اُسے ایک مجاز، خودمختار اور غیر جانبدار قانونی عدالت یا ٹربیونل کے سامنے شفاف ٹرائل کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

شِق نمبر 12

1۔ ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ جو فرد شکایت کرے کہ کسی آدمی کو جبری گمشدگی کا نشانہ بنایا گیا ہے، اُسے مجاز حکام تک حقائق پہنچانے کا حق حاصل ہو۔ حکام اس الزام کا فوری طور پر غیر جانبدارانہ جائزہ لیں گے اور جہاں ضروری ہو مکمل اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کریں گے۔ جہاں ضرورت پڑے اس امر کو یقینی بنانے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے کہ شکایت دہندہ، گواہان، جبری گمشدہ فرد کے رشتہ دار، ان کا وکیل صفائی نیز تحقیقات میں شریک افراد شکایت یا دی گئی گواہی کے نتیجے میں بُرے سلوک یا دھونس دھمکی سے محفوظ رہیں۔

2۔ اگر اس امر کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ کسی فرد کو جبری گمشدہ کیا گیا ہے تو اس شق کے پیراگراف 1 میں مذکور حکام تحقیقات کریں گے چاہے اس حوالے سے باضابطہ شکایت کا اندراج نہ ہوا ہو۔

3۔ ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ اس شق کے پیراگراف نمبر 1 میں مذکور حکام:

(الف) کے پاس مؤثر طریقے سے تحقیقات کرنے کے لیے ضروری اختیارات اور وسائل

ہوں۔ان کی تحقیقات سے متعلقہ دستاویزات اور معلومات تک رسائی بھی ہو؛

(ب) کے پاس جہاں ضروری ہو عدالت کی پیشگی اجازت کے ساتھ جو کہ اس معاملے کو فوری طور پر نمٹائے گی، جائے حراست یا کسی بھی دوسرے مقام جہاں گمشدہ فرد کی موجودگی کے ٹھوس شواہد ہوں تک رسائی ہو۔

4۔ ہر فریق ریاست تحقیقات کے عمل کی راہ میں رکاوٹ بننے والے عوامل کی روک تھام کے لیے ضروری اقدامات کرے گی۔ وہ اس چیز کو خاص طور پر یقینی بنائے گی کہ جبری گمشدگی کا ارتکاب کرنے والے مشتبہ افراد شکایت دہندہ، گواہان، گمشدہ فرد کے رشتہ داروں یا ان کے وکیلِ صفائی یا تحقیقات میں شریک افراد پر دباؤ ڈال کر یا ڈرا دھمکا کر یا انتقامی کارروائیوں سے تحقیقات کے عمل پر متاثر نہ ہوسکیں۔

شِق نمبر 13

1۔ فریق ریاستوں کے مابین ملزمان کی حوالگی کے مقاصد کے لیے، جبری گمشدگی کو ایک سیاسی جرم یا سیاسی جرم سے منسلک جرم یا سیاسی مفادات سے متاثر ہو کر سرزد کیا جانیوالا جرم تصور نہیں کیا جائے گا۔ اِسی طرح، اس جرم کی بنیاد پر ملزم کی حوالگی کی درخواست کو محض اِن وجوہات کے باعث رد نہیں کیا جاسکتا۔

2۔ اس میثاق کے نفاذ سے قبل فریق ریاستوں کے مابین ملزمان کی حوالگی کا معاہدہ موجود ہے تو جبری گمشدگی کے جرم کو اُس معاہدے میں شامل قابلِ حوالگی جرم شمار کیا جائے گا۔

3۔ فریق ریاستیں عہد کرتی ہیں کہ اِس میثاق کے نفاذ کے بعد اگر ان کے مابین ملزمان کی حوالگی کا معاہدہ طے پاتا ہے تو وہ جبری گمشدگی کے جرم کو قابلِ حوالگی جرم کے طور پر اُس معاہدے کا حصہ قرار دیں گی۔

4۔ ایک فریق ریاست جو ملزم کی حوالگی کو معاہدے کی موجودگی کے ساتھ مشروط کرتی ہے، اُسے کسی دوسری فریق ریاست سے ملزم کی حوالگی کی درخواست موصول ہوتی ہے جس کے ساتھ اس کا ملزمان کی حوالگی کا کوئی معاہدہ نہیں ہے، تو وہ جبری گمشدگی کے جرم کے حوالے سے ملزمان کی حوالگی کے لیے اِس میثاق کو ضروری قانونی بنیاد تصور کرسکتی ہے۔

5۔ فریق ریاستیں جو ملزمان کی حوالگی کو معاہدے کی موجودگی کے ساتھ مشروط نہیں کرتیں، جبری گمشدگی کے جرم کو اپنے مابین قابلِ حوالگی جرم تسلیم کریں گی۔

6۔ تمام واقعات میں ملزم کی حوالگی اُس فریق ریاست کے قانون میں درج شرائط کے تابع ہوگی جس سے درخواست کی گئی تھی یا ملزمان کی حوالگی کے معاہدات کی روشنی میں ہوگی۔ خاص طور پر ملزم کی حوالگی کے لیے کم سے کم سزا کی شرط سے متعلق شرائط اور ایسی وجوہات جن کی بناء پر درخواست شدہ فریق ریاست ملزم کی حوالگی سے انکار کرسکتی ہے یا اسے بعض شرائط کے تابع رکھ سکتی ہے۔

7۔ اس میثاق میں شامل کسی بھی شق کی اس طرح تشریح نہیں کی جائے گی جس سے درخواست شدہ ریاست ملزمان کی حوالگی کی پابند ہو جائے اگر اُس ریاست کے پاس یہ یقین کرنے کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ درخواست کا مقصد کسی فرد کو اس کی جنس، مذہب، قومیت، لسانی شناخت، سیاسی آراء یا کسی سماجی گروہ کی رکنیت کے مقدمہ سازی یا سزا کا نشانہ بنانا ہے، یا اس درخواست کی منظوری سے مذکورہ وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کے سبب اُس فرد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

شِق نمبر 14

1۔ فریق ریاستیں جبری گمشدگی کے جرم کے حوالے سے فوجداری کارروائی کے ضمن میں ایک دوسرے کی زیادہ سے زیادہ قانونی معاونت کریں گی اور ان کارروائیوں کے لیے ہر قسم کی ضروری شہادت بھی فراہم کریں گی۔

2۔ یہ باہمی قانونی مشاورت درخواست شدہ فریق ریاست کے ملکی قانون میں یا باہمی قانونی معاونت پر قابلِ نفاذ معاہدات میں فراہم کردہ شرائط کے تابع ہوگی، خاص طور پر ایسی وجوہات سے متعلق شرائط جن کی بناء پر درخواست شدہ فریق ریاست باہمی قانونی معاونت کی فراہمی سے انکار کرسکتی ہے یا اسے بعض شرائط کے تابع رکھ سکتی ہے۔

شِق نمبر 15

فریق ریاستیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گی اور جبری گمشدگی کے متاثرین کی مدد کرنے، اور گمشدہ افراد کو تلاش کرنے، ان کا سراغ لگانے اور بازیاب کروانے اور ان کی ہلاکت کی صورت میں ان کی قبر کشائی اور نشاندہی اور ان کی لاش کی واپسی کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ باہمی معاونت کریں گی۔

شِق نمبر 16

1۔ کوئی فریق ریاست کسی فرد کو ملک بدر، واپس یا کسی دوسرے ملک کے سپرد نہیں کرے گی اگر اس امر کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ وہاں اُس فرد کو جبری گمشدگی کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

2۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کہ آیا ایسے شواہد موجود ہیں کہ نہیں، مجاز حکام تمام متعلقہ امور پر غور کریں گے، اور جہاں ضروری ہو متعلقہ ریاست میں انسانی حقوق کی سنگین، کھلے عام یا وسیع پیمانے پر ہونیوالی خلاف ورزیوں یا انسانیت دوست قانون کی سنگین پامالیوں کو بھی مدِنظر رکھا جائے گا۔

شِق نمبر 17

1۔ کسی فرد کو بھی خفیہ حراست میں نہیں رکھا جائے گا۔

2۔ فرد کو دیگر آزادی سے محروم کیے جانے کے حوالے سے فریق ریاست پر عائد دیگر فرائض کو متاثر کیے بغیر ہر فریق ریاست اپنے قوانین میں درج ذیل شقیں شامل کرنے کی پابند ہے:

(الف) حراست میں لینے کے احکامات جاری کرنے کے لیے شرائط وضوابط کا تعین؛

(ب) حراست میں لینے کے احکامات جاری کرنے کے لیے مجاز حکام کی نشاندہی؛

(ج) حراست میں لیے گئے فرد کو ایسے افراد کے لیے سرکار کے زیرِ انتظام مختص کردہ قید خانوں میں رکھے جانے کی ضمانت؛

(د) حراست میں لیے گئے فرد کو قانون کے مطابق اپنے خاندان، وکیل اور دیگر احباب سے ملاقات کرنے، خط و کتابت رکھنے کی سہولت فراہم کرنے کی ضمانت، غیر ملکی ہونے کی صورت میں بین الاقوامی قانون کے مطابق اپنے ملک کے سفارتی حکام سے رابطے کی سہولت فراہم کرنے کی ضمانت؛

(ہ) حراست میں لیے گئے افراد کے لیے مختص قید خانوں تک مجاز حکام اور اداروں کو ضرورت پڑنے پر عدالتی اجازت کے ساتھ یا اس کے بغیر مکمل رسائی کی ضمانت؛

(و) عدالت میں بلا تاخیر غیر قانونی حراست ثابت کرنے اور رہائی کا فیصلہ کرانے کے لیے آزادی سے محروم کیے گئے یا جبری طور پر لا پتہ کیے گئے فرد کے قانونی چارہ جوئی کا حق استعمال کرنے سے قاصر ہونے کے باعث قانونی طور پر متعلق فرد یا ادارہ مثلاً آزادی سے محروم کیے گئے فرد کے عزیز و اقارب، نمائندگان یا وکلا کی ہر قسم کی صورت حال میں عدالت میں مقدمے کی پیروی کرنے کے مجاز ہونے کی ضمانت۔

3۔ فریق ریاست حراست میں لیے گئے افراد کے تازہ ترین کوائف پر مبنی ایک یا ایک سے زائد رجسٹر بنانے اور محفوظ رکھنے کی پابند ہے۔ فریق ریاست یہ رجسٹر عدالت یا ریاستی قوانین کے تحت کسی بھی اور مجاز ادارے یا کسی بھی بین الاقوامی مختار ادارے فریق ریاست جس کی وہ رکن ہو کے طلب کرنے پر فوری مہیا کرنے کی پابند ہے۔ اس رجسٹر میں درج ذیل معلومات کا اندراج لازمی ہے؛

(الف) حراست میں لیے گئے فرد کی شناخت

(ب) حراست میں لیے گئے فرد کو حراست میں لینے کا وقت، تاریخ اور مقام اور حراست میں لینے والے ادارے کی شناخت؛

(ج) حراست میں لینے کے احکامات جاری کرنے والے ادارے/فرد کی تفصیلات اور حراست میں لینے کی وجوہ؛

(د) حراست میں لیے گئے افراد کی نگرانی کے ذمہ دار ادارے کی تفصیلات؛

(ہ) حراستی مرکز کا مقام، حراست میں لیے گئے افراد کے مرکز میں داخلے کا وقت اور تاریخ اور حراستی مرکز کے نگران اہلکاروں کی تفصیلات؛

(و) حراست میں لیے گئے فرد کی صحت سے متعلق معلومات؛

(ز) حراست کے دوران موت واقع ہونے کی صورت میں موت کی وجہ اور موت کے ذمہ دار حالات اور میت کی حوالگی/ترسیل کی تفصیلات؛

(ح) حراستی مرکز سے کہیں اور منتقل کیے جانے کی صورت میں منتقلی کی تاریخ، وقت، نئی جگہ کی تفصیلات اور منتقلی کے ذمہ دار ادارے کی تفصیلات۔

شق نمبر 18

1 شق نمبر 19 اور شق نمبر 20 کے مطابق ہر فریق ریاست قانونی طور پر متعلق ہونے کے ناطے مثلاً زیر حراست افراد کے رشتے دار، وکلاء یا نمائندگان درج ذیل معلومات تک رسائی کی ضمانت دینے کی پابند ہے:

(الف) حراست میں لینے کے احکامات دینے والے حکام کی معلومات؛

(ب) حراست میں لیے جانے کی تاریخ، وقت اور مقام اور حراستی مرکز کی تفصیلات

(ج) حراستی مرکز کے نگران ادارے کی تفصیلات

(د) حراست میں لیے گئے فرد کے حراستی مرکز کی معلومات جن میں کسی اور مرکز میں منتقلی کی صورت میں نئے مرکز کا محل وقوع اور نگران ادارے کی معلومات بھی شامل ہیں؛

(و) رہائی کا وقت، تاریخ اور مقام؛

(ہ) حراست میں لیے گئے فرد کی صحت سے متعلق معلومات؛

(ز) حراست کے دوران موت واقع ہونے پر موت کی وجہ اور موت کا باعث بننے والے حالات اور میت کی حوالگی کی تفصیلات۔

2۔ اس شق کے پیراگراف نمبر 1 میں مذکور افراد اور زیر حراست فرد سے متعلق معلومات تک رسائی کی درخواست کرنے والے تفتیش میں شامل افراد کو بدسلوکی، ڈرانے دھمکانے یا کسی قسم کی پابندیاں عائد کیے جانے سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے مناسب اقدامات فریق ریاست کے لیے لازمی ہیں۔

شق نمبر 19

1۔ لا پتہ فرد کی تلاش کی غرض سے جمع کی گئی ذاتی معلومات بشمول طبی و جنیاتی معلومات گمشدہ فرد کی تلاش کے سوا کسی مقصد کے لیے استعمال یا مہیا نہیں کی جاسکیں گی۔ تاہم ان معلومات کا جبری طور پر لا پتہ کیے جانے کا جرم ثابت کرنے کے لیے عدالتی کارروائی یا زرِ تلافی طلب کرنے کا حق استعمال کرنے کے لیے استعمال اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔

2۔ ذاتی معلومات بشمول طبی و جنیاتی کوائف اکٹھا کرنے، کام میں لانے یا محفوظ کرنے کا عمل کسی فرد کے انسانی حقوق، بنیادی آزادیوں اور انسانی وقار کی خلاف ورزی کا باعث نہیں بننا چاہیے۔

شق نمبر 20

1۔ اشد ضرورت کے تحت قانونی تحفظ کے حامل اور عدالتی احکامات کے تحت زیر حراست افراد کے شق نمبر 18 میں درج معلومات تک رسائی کے حق پر قدغن لگائی جاسکتی ہے لیکن صرف تب جب ایسا کرنا بے حد ضروری ہو یا معلومات تک رسائی سے متعلقہ فرد کی نجی زندگی یا سلامتی کو خطرات لاحق ہونے کا اندیشہ ہو، فوجداری تفتیش میں خلل کا احتمال ہو، یا قانون کے مطابق ایسی ہی کسی اور وجہ کے تحت جو عالمی قوانین اور کنونشن کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہو۔ شق نمبر 18 میں مذکور معلومات تک رسائی کے حق پر ایسی کوئی قدغن عائد نہیں کی جاسکتی جو شق نمبر 2 میں بیان کیے گئے طرز عمل کے مطابق ہو یا شق نمبر 17 کے پیراگراف نمبر 1 کی خلاف ورزی کا باعث ہو۔

2۔ کسی فرد کے حراست میں لیے جانے کے لیے قانونی جواز فراہم کرنے کی ذمہ داری سے قطع نظر فریق ریاستیں شق نمر 18 کے پیراگراف نمبر 1 میں مذکور افراد کو شق نمبر 18 کے پیراگراف نمبر 1 کے مطابق معلومات تک بلا تاخیر رسائی نہ ملنے پر عدالت کے ذریعے مناسب اور موثر چارہ جوئی فراہم کرنے کی پابند ہیں۔ چارہ جوئی کے اس حق کو کسی صورت معطل یا محدود نہیں کیا جاسکتا۔

شق نمبر 21

ہر فریق ریاست حراست میں لیے جانے والے فرد کے رہا کیے جانے پر رہائی کے عمل کی توثیق کے لیے ضروری اقدامات کرنے کی پابند ہے۔ ہر فریق ریاست حراست میں لیے جانے کے بعد رہا کیے جانے والے افراد کی تندرستی اور رہائی کے وقت اپنے حقوق کے حصول کے لیے آزادنہ کوشش یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرنے کی پابند ہیں۔ تاہم ایسے افراد کو ملکی دستور کے مطابق اپنی قانونی ذمہ داریاں ادا کرنے سے استثنیٰ حاصل نہیں ہوگا۔

شق نمبر 22

شق نمبر 6 کی خلاف ورزی کیے بغیر ہر فریق ریاست درج ذیل طرز ہائے عمل کی روک تھام اور انسداد کے لیے اقدامات کرنے کی پابند ہے؛

(الف) شق نمبر 17 پیراگراف 2(f) اور شق نمبر 20 پیراگراف نمبر 2 میں مذکور چارہ جوئی

کے عمل میں تاخیر یا رکاوٹ ڈالنا؛

(ب) حراست میں لیے جانے کے کسی واقعے کا ریکارڈ نہ رکھنا یا سرکاری رجسٹر کے منتظم کے علم میں موجود تفصیلات کا درج نہ کیا جانا یا معلومات کی صحت سے منتظم کا لاعلم ہونا؛

(ج) زیر حراست افراد سے متعلق معلومات کی عدم فراہمی، یا غلط معلومات خواہ وہ ملکی قانونی تقاضوں کے مطابق ہوں کی فراہمی۔

شق نمبر 23

1۔ ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ حراست میں لیے گئے فرد کی تحویل یا اس کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک میں ملوث قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں، ملٹری یا سویلین، نجی عملے، پبلک افسران اور دیگر افراد کو دی جانیوالی تربیت میں اس میثاق میں شامل ضروری تعلیم اور متعلقہ دفعات کے متعلق معلومات شامل ہوں،

تا کہ:

(الف) جبری گمشدگیوں میں ان اہلکاروں کو ملوث ہونے سے روکا جاسکے۔

(ب) جبری گمشدگیوں کی روک تھام اور تحقیقات کی اہمیت پر زور ڈالا جاسکے۔

(ج) جبری گمشدگی کے واقعات کے حل کی فوری ضرورت کی اہمیت کو یقینی بنایا جاسکے۔

2۔ ہر فریق ریاست اس بات کو یقینی بنائے گی کہ جبری گمشدگی کی اجازت یا حوصلہ افزائی کرنے والے احکامات یا ہدایات کی روک تھام ہو۔ ہر فریق ریاست اس بات کی ضمانت دے گی کہ جبری گمشدگی کے حکم کی تعمیل سے انکار کرنے والے فرد کو سزا نہ دی جائے۔

3۔ ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنانے کے لیے ضروری احکامات کرے گی کہ اس شق کے پیراگراف 1 میں مذکورہ افراد جن کے پاس یقین کرنے کی ٹھوس وجہ موجود ہو کہ جبری گمشدگی کا واقعہ پیش آیا ہے یا اس کی منصوبہ بندی کی گئی ہے، وہ اپنے اعلی افسران کو اس معاملے سے آگاہ کریں اور جہاں ضرورت پڑے، نظر ثانی کرنے یا تلافی کا اختیار رکھنے والے مجاز حکام یا اداروں کو اس سے مطلع کریں۔

شق نمبر 24

1۔ اس میثاق کے مقصد کے لئے 'متاثرہ' سے مراد گمشدہ فرد یا یا کوئی بھی ایسا فرد ہے جس نے جبری گمشدگی کے نتیجے میں براہ راست نقصان اٹھایا ہو۔

2۔ ہر متاثرہ فرد کو جبری گمشدگی کے حالات کار، تحقیقات کی پیش رفت اور جبری گمشدہ فرد کی حالت کے بارے میں جاننے کا حق حاصل ہے۔ ہر فریق ریاست اس حوالے سے مناسب اقدامات کرے گی۔

3۔ ہر فریق ریاست گمشدہ افراد کی تلاش کرنے، سراغ لگانے اور بازیاب کروانے اور ہلاکت کی صورت میں ان کی لاشوں کا سراغ لگانے، احترام کرنے اور ان کے اہل خانہ کو واپس کرنے کے لئے تمام اقدامات کرے گی۔

4۔ ہر فریق ریاست اپنے قانونی نظام میں اس امر کو یقینی بنائے گی کہ جبری گمشدگی کے متاثرین کو تلافی اور فوری شفاف معاوضے کا حق حاصل ہو۔

5۔ پیراگراف 4 میں مذکورہ تلافی کے حصول کے حق میں مادی اور اخلاقی نقصانات شامل ہیں، مثال کے طور پر

(الف) معاوضہ

(ب) بحالی نو

(ج) اطمینان، بشمول وقار اور شہرت کی بحالی

(د) واقعہ دوبارہ پیش نہ آنے کی ضمانت

6۔ جبری گمشدہ فرد کی حالت زار معلوم ہونے تک تحقیقات جاری رکھنے کے فریضے کو متاثر کیے بغیر، ہر فریق ریاست سوشل ویلفیئر، مالی حالات، خانگی قانون اور جائیداد کے حقوق کے معاملات میں جبری گمشدہ افراد، جن کی حالت زار معلوم نہ ہوتی ہو، اور ان کے رشتہ داروں کی قانونی صورتحال کے حوالے سے مناسب اقدامات کرے گی۔

7۔ ہر فریق ریاست جبری گمشدگیوں کے واقعات کے متعلق حقائق جاننے، جبری گمشدہ افراد کی حالت جاننے اور جبری گمشدگی کے متاثرین کی مدد کی غرض سے تنظیمیں اور انجمنیں بنانے اور ان میں آزادانہ شریک ہونے کے حق کی ضمانت دے گی۔

شق نمبر 25

1۔ ہر فریق ریاست اپنے فوجداری قانون کے تحت درج ذیل امور کی روک تھام اور سزایابی کے لیے ضروری اقدامات کرے گی:

(الف) بچوں کی غلط طریقے دوری جو جبری گمشدگی کا نشانہ نہ بنائے ہوئے ہیں، بچے جن کا والد، والدہ یا قانونی کفیل جبری گمشدگی کا نشانہ بنا ہوئے ہوں، یا جبری گمشدہ والدہ کی گمشدگی کے دوران پیدا ہونے والے بچے۔

(ب) اوپر پیراگراف (الف) میں مذکورہ بچوں کی حقیقی شناخت کی تصدیق کرنے والی دستاویزات کو غلط ملط کرنا، چھپانا یا ضائع کرنا۔

2۔ ہر فریق ریاست اس شق کے پیراگراف 1 (الف) میں مذکورہ بچوں کی تلاش اور نشاندہی کرنے اور قانونی ضوابط کے بل کا نفاذ، بین الاقوامی معاہدات کی روشنی میں انہیں ان کے حقیقی اہل خانہ کو واپس کرنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

3۔ اس شق کے پیراگراف 1 (الف) میں مذکورہ بچوں کی تلاش، نشاندہی کرنے اور سراغ لگانے میں فریق ریاستیں ایک دوسرے کی مدد کریں گی۔

4۔ اس شق کے پیراگراف 1 (الف) میں مذکورہ بچوں کے بہترین مفاد کے تحفظ کے پیش نظر اور ان کی شناخت کے تحفظ کے بشمول ان کی قومیت، نام اور قانون کے تسلیم کردہ خاندانی تعلقات کے تحفظ کے لیے فریق ریاستیں جو کہ بچوں کو گود لینے یا ان کو اپنانے کے کسی دوسرے نظام کو تسلیم کرتی ہیں، وہ اپنے ملک میں اس نظام پر نظر ثانی کرنے کے لیے قانونی قواعد وضوابط لاگو کریں گی اور جہاں مناسب ہو، جبری گمشدگی کے نتیجے میں کسی بچے کو گود میں لیا جاتا ہے تو وہ اس کو کالعدم قرار دیں گی۔

5۔ ہر قسم کے حالات میں اور خاص طور پر اس شق سے متعلقہ تمام معاملات میں بچے کا بہترین مفاد سب سے بالاتر ہوگا اور جو بچہ اپنی آراء رکھنے کے قابل ہوگا، وہ اپنی آراء کے آزادانہ اظہار کا مستحق ہوگا۔ بچے کی آراء کو اس کی عمر اور شعور کے اعتبار سے خاص اہمیت دی جائے گی۔

حصہ دوئم

شق نمبر 26

1۔ اس میثاق میں درج فرائض کی ادائیگی کے لیے 'کمیٹی برائے جبری گمشدگان قائم کی جائے

گی (جس کا ذکر اب سے 'کمیٹی' کے نام سے کیا جائے گا)۔ یہ کمیٹی اعلیٰ اخلاق اقدار اور انسانی حقوق کے شعبہ میں نمایاں قابلیت کے حامل 10 ماہرین پر مشتمل ہوگی جو اپنی ذاتی حیثیت سے خدمت سرانجام دیں گے اور خودمختار وغیر جانبدار ہوں گے۔ کمیٹی کے اراکین کا انتخاب منصفانہ جغرافیائی تقسیم کی بنیاد پر فریق ریاستیں کریں گی۔ متعلقہ قانونی تجربے کے حامل افراد کی کمیٹی کے امور میں شراکت کی اہمیت اور متوازن جنسی نمائندگی کو خاطرخواہ اہمیت ملنی چاہیے۔

2۔ کمیٹی کے اراکین کا انتخاب اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی جانب سے فریق ریاستوں کے ششماہی اجلاسوں میں فریق ریاستوں کے نامزد افراد کی فہرست سے خفیہ رائے دہی کے ذریعے ہوگا۔ ان کا کورم دوتہائی فریق ریاستوں کی حاضری پر مشتمل ہوگا، کمیٹی کے منتخب شدہ افراد وہ ہوں گے جو سب سے زیادہ ووٹ حاصل کریں گے اور اجلاس میں شریک اور رائے دہی میں حصہ لینے والی فریق ریاستوں کی قطعی اکثریت حاصل کریں گے۔

3۔ ابتدائی انتخاب اس میثاق کے نفاذ کے چھ ماہ کے اندر ہوگا۔ ہر انتخاب کی تاریخ سے چار ماہ قبل اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل فریق ریاستوں کے نام ایک خط لکھیں گے اور انہیں تین ماہ کے اندر اندر نامزدگیاں جمع کروانے کی دعوت دیں گے۔ اُس کے بعد سیکرٹری جنرل حروف تہجی کی ترتیب میں نامزدہ شدہ تمام افراد کی ایک فہرست مرتب کریں گے جس میں امیدوار اور نامزد کرنے والی فریق ریاستوں کی نشاندہی کریں گے اور یہ فہرست تمام فریق ریاستوں کو ارسال کریں گے۔

4۔ کمیٹی کے اراکین کا انتخاب چار برس کی مدت کے لیے ہوگا۔ وہ دوبارہ منتخب ہونے کے اہل ہوں گے۔ تاہم، پہلے انتخاب کے موقع پر منتخب ہونے والے پانچ اراکین کی مدت دو برس بعد ختم ہو جائے گی؛ پہلے انتخاب کے فوری بعد اس شق کے پیراگراف نمبر 2 میں مذکور اجلاس کے چیئرمین قرعہ اندازی کے ذریعے ان پانچ اراکین کے ناموں کا چُناؤ کریں گے۔

5۔ اگر کمیٹی کا کوئی رکن فوت ہو جاتا ہے یا مستعفی ہو جاتا ہے یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض ادا نہیں کر پاتا تو فریق ریاست جس نے اُسے نامزد کیا ہوتا ہے، اس شق کے پیراگراف 1 میں درج معیار کے مطابق اپنے شہریوں میں سے کسی اور فرد کو باقی ماندہ مدت کے لیے منتخب کرے گی مگر یہ انتخاب فریق ریاستوں کی اکثریت کی منظوری کے تابع ہوگا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی طرف سے مجوزہ انتخاب کے بارے میں مطلع کرنے کے چھ ہفتوں کے اندر اگر نصف یا یازائد فریق ریاستیں منفی ردِعمل ظاہر نہیں کرتیں تو سمجھا جائے گا کہ فریق ریاستوں کی اکثریت کی منظوری حاصل ہوگئی ہے۔

6۔ کمیٹی اپنے قواعد وضوابط کا تعین خود کرے گی۔

7۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کمیٹی کو ضروری وسائل، عملہ اور سہولیات فراہم کریں گے تاکہ وہ اپنے فرائض مؤثر طریقے سے انجام دے سکے۔ کمیٹی کے ابتدائی اجلاس کا انعقاد اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کریں گے۔

8۔ کمیٹی کے اراکین اقوام متحدہ کے مشن ماہرین کے لیے مختص سہولیات، مراعات اور تحفظات کے حصول کے مستحق ہیں جن کا ذکر اقوام متحدہ کی مراعات اور تحفظات کی متعلقہ دفعات میں کیا گیا ہے۔

9۔ ہر فریق ریاست کمیٹی کے ساتھ تعاون کرے گی، کمیٹی کے اُن فرائض کی حد تک جو فریق ریاست نے قبول کیے ہیں اور کمیٹی کے اراکین کے فرائض کی ادائیگی میں اُن کی معاونت کرے گی۔

شق نمبر 27

اس میثاق کے نفاذ کے بعد مخصوص تاریخ کے چار برس بعد جبکہ چھ برس کے اندر فریق ریاستوں کی کانفرنس منعقد ہوگی جس میں کمیٹی کے امور کا جائزہ لیا جائے گا اور شق نمبر 44، پیراگراف 2 میں درج ضابطے کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا کہ آیا شق نمبر 28 سے 36 میں بیان فرائض کی روشنی میں میثاق پر عمل کی نگرانی کا کام کسی بھی امکان کو خارج از امکان قرار دیے بغیر، کسی دوسرے ادارے کو منتقل کیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔

شق نمبر 28

1۔ کمیٹی اس میثاق کے فراہم کردہ دائرہ کار کو مدنظر رکھتے ہوئے اقوام متحدہ کے تمام متعلقہ شعبوں، دفاتر، خصوصی ایجنسیوں، فنڈز، بین الاقوامی معاہدات کی تشکیل کردہ معاہداتی تنظیموں، اقوام متحدہ کے خصوصی قواعد وضوابط، اور متعلقہ بین الحکومتی تنظیموں اور اداروں، نیز ریاستی اداروں، ایجنسیوں اور دفاتر کے ساتھ تعاون کرے گی جو تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

2۔ اپنے امور کی انجام دہی کے سلسلے میں کمیٹی بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدات سے قائم ہونے والے اداروں خاص طور پر شہری وسیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کی تشکیل کردہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کے ساتھ مشاورت کرے گی تاکہ اُن کے متعلقہ مشاہدات اور سفارشات میں استقامت کو یقینی بنایا جاسکے۔

شق نمبر 29

1۔ ہر فریق ریاست اس میثاق کے نفاذ کے دو برس کے اندر کمیٹی کو ایک رپورٹ پیش کرے گی جس میں وہ اس میثاق کے تحت خود پر عائد فرائض کی انجام دہی کے لیے کیے گئے اقدامات کا ذکر کرے گی۔

2۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل تمام فریق ریاستوں کو یہ رپورٹ فراہم کریں گے۔

3۔ کمیٹی رپورٹ کا جائزہ لے گی اس پر مناسب آراء، مشاہدات اور سفارشات پیش کرے گی۔ متعلقہ فریق ریاست کو اُن آراء، مشاہدات اور سفارشات سے مطلع کیا جائے گا جو اپنے طور پر یا کمیٹی کی درخواست پر اُن پر ردِعمل ظاہر کرے گی۔

4۔ کمیٹی فریق ریاستوں کو اس میثاق کے نفاذ کے متعلق اضافی معلومات فراہم کرنے کی درخواست بھی کرسکتی ہے۔

شق نمبر 30

1۔ گمشدہ فرد کے رشتہ دار یا اُن کے قانونی نمائندے، اُن کا وکیل یا نیابت شدہ فرد، نیز اِس معاملے میں کوئی بھی جائز مفاد رکھنے والا فرد جبری گمشدہ فرد کی فوری بازیابی کی درخواست کرسکتا ہے۔

2۔ اگر کمیٹی سمجھے کہ اس شق کے پیراگراف 1 کے تحت فوری اقدام کی درخواست:

(الف) بنیادی طور پر بے بنیاد نہیں ہے؛

(ب) ایسی درخواستوں کے اندراج کے حق کے ناجائز استعمال کا باعث نہیں بن رہی؛

(ج) جہاں کہیں موقع موجود تھا، متعلقہ فریق ریاست کے مجاز اداروں کو پہلے ہی باضابطہ درخواست جمع کروائی گئی تھی؛

(د) اس میثاق کی دفعات سے غیر ہم آہنگ نہیں؛ اور

(ہ) عالمی تحقیقات کے تحت یہ معاملہ زیر غور نہیں آیا تھا

کمیٹی متعلقہ فریق ریاست سے درخواست کرے گی کہ وہ کمیٹی کی مقرر کردہ مدت کے اندر مذکورہ افراد کی حالتِ زار کے بارے میں معلومات فراہم کرے۔

3۔ اس شق کے پیراگراف 2 کی مطابقت میں متعلقہ فریق ریاست کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں کمیٹی فریق ریاست کو سفارشات کرسکتی ہے بشمول اس درخواست کے کہ اس میثاق کی روشنی میں متعلقہ فرد کا سراغ لگانے اور اس کے تحفظ کے لیے عارضی اقدامات سمیت تمام ضروری اقدامات کیے جائیں اور صورتحال کی ہنگامی نوعیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کمیٹی کو ایک خاص مقررہ مدت میں کیے گئے اقدامات سے مطلع کیا جائے۔ کمیٹی فوری اقدام کی درخواست کرنے والے فرد کو اپنی سفارشات اور ریاست کی جانب سے فراہم کردہ معلومات سے آگاہ کرے گی۔

4۔ گمشدہ فرد کی حالتِ زار معلوم نہ ہونے تک کمیٹی متعلقہ فریق ریاست کے ساتھ کام کرنے کی کاوشیں جاری رکھے گی۔ درخواست دہندہ کو مطلع رکھا جائے گا۔

شق نمبر31

1۔ ایک فریق ریاست اس میثاق کی توثیق کرنے کے وقت یا بعد ازاں یہ اعلان کرسکتی ہے کہ وہ کمیٹی کے اس اختیار کو تسلیم کرتی ہے کہ کمیٹی اُس ریاست کے دائرہ اختیار کے تابع ایسے افراد کی جانب سے یا اُن کے ایماء پر یہ شکایت سُن سکتی ہے کہ فریق ریاست نے اس میثاق کی دفعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُن کے حقوق کو متاثر کیا ہے۔

کمیٹی مذکورہ اعلان نہ کرنے والی ریاست سے متعلقہ شکایت وصول نہیں کرے گی۔

2۔ کمیٹی شکایت کو ناقابلِ قبول ٹھہرائے گی اگر

(الف) شکایت گمنام ہے

(ب) اگر یہ شکایت کے اندارج کے حق کی ناجائز استعمال کے زمرے میں آتی ہے یا اس میثاق کی دفعات کے ساتھ ہم آہنگ نہیں؛

(ج) اِس معاملے کو عالمی تحقیقات کے کسی دوسرے طریقہ کار کے تحت زیرِ غور لایا جارہا ہو؛ یا جہاں

(د) ملکی سطح پر دادرسی کے تمام دستیاب شدہ مؤثر ذرائع استعمال نہیں کیے گئے۔ اِصول کا اطلاق وہاں نہیں ہوگا جہاں دادرسی کے لیے درخواست کا طریقہ کار نہایت طویل ہو۔

3۔ اگر کمیٹی سمجھتی ہے کہ شکایت اس شق کے پیراگراف 2 میں درج شرائط پر پورا اترتی ہے تو وہ یہ شکایت متعلقہ فریق ریاست کو ارسال کرے گی اور اُس سے درخواست کرے گی کہ وہ کمیٹی کی مقرر کردہ میعاد کے اندر کمیٹی کو اپنی آراء اور مشاہدات سے آگاہ کرے۔

4۔ شکایت کی موصولی کے بعد اور اُس کے معیار کا فیصلہ کرنے سے قبل کسی بھی وقت کمیٹی متعلقہ فریق ریاست کو فوری توجہ طلب درخواست ارسال کرسکتی ہے کہ فریق ریاست مبینہ خلاف ورزی اے متاثرین کو ممکنہ ناقابلِ تلافی نقصان سے بچانے کے لیے ضروری عارضی اقدامات کرے۔ اگر کمیٹی اپنا صوابدیدی اختیار استعمال کرتی ہے تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ شکایت کے معیار کا تعین کرلیا گیا ہے۔

5۔ موجودہ شق کے تحت شکایات کا جائزہ کمیٹی کے بند اجلاسوں میں لیا جائے گا۔ کمیٹی شکایت دہندہ کو فریق ریاست کے فراہم کردہ ردِعمل سے آگاہ کرے گی۔ جب کمیٹی اِس عمل کو حتمی شکل دینے کا فیصلہ کرے گی تو وہ فریق ریاست اور شکایت دہندہ کو اپنی آراء سے آگاہ کرے گی۔

شق نمبر32

ایک فریق ریاست کسی بھی وقت کمیٹی کے اس اختیار کو تسلیم کرنے کا اعلان کرسکتی ہے کہ کمیٹی ایسی شکایات وصول کرسکتی اور ان پر غور کرسکتی ہے جن میں کسی فریق ریاست کا یہ دعویٰ ہو کہ کسی دوسری فریق ریاست اس میثاق کے تحت اپنے فرائض ادا نہیں کررہی۔ کمیٹی کسی ایسی فریق ریاست کے خلاف شکایت وصول نہیں کرے گی جس نے یہ اعلان نہیں کیا ہوگا اور نہ ہی کسی ایسی فریق ریاست کی طرف سے شکایت وصول کرے گی جس نے یہ اعلان نہیں کیا ہوگا۔

شق نمبر33

1۔ اگر کمیٹی کو باوثوق معلومات موصول ہوتی ہیں کہ کوئی فریق ریاست اس میثاق کی خلاف ورزی کررہی ہے تو وہ متعلقہ فریق ریاست سے مشاورت کے بعد اپنے ایک یا زائد اراکین کو درخواست کرسکتی ہے کہ وہ مذکورہ ریاست کا فوری دورہ کریں اور کمیٹی کو واپس رپورٹ بھیجیں۔

2۔ کمیٹی متعلقہ فریق ریاست کو دورے کے متعلق آگاہ کرے گی اور اُسے وفد کی تشکیل اور دورے کے مقصد کے بارے میں بھی بتائے گی۔ فریق ریاست مناسب وقت کے اندر کمیٹی کو اپنے جواب سے مطلع کرے گی۔

3۔ فریق ریاست کی پُرزور درخواست پر کمیٹی دورے کے التواء یا تنسیخ کا فیصلہ کرسکتی ہے۔

4۔ اگر فریق ریاست دورے سے اتفاق کرتی ہے تو کمیٹی اور فریق ریاست دونوں دورے کی تفصیلات طے کرنے کے لیے مل کر کام کریں گی اور فریق ریاست کمیٹی کو تمام مطلوبہ سہولیات فراہم کرے گی تاکہ دورہ کامیابی کے ساتھ تکمیل پذیر ہو۔

5۔ دورے کے بعد، کمیٹی فریق ریاست کو اپنے مشاہدات اور سفارشات سے آگاہ کرے گی۔

شق نمبر34

اگر کمیٹی کو ایسی معلومات موصول ہوں جن میں اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ کسی فریق ریاست کے ماتحت علاقے میں جبری گمشدگی کی سرگرمی وسیع یا منظّم بنیادوں پر جاری ہے تو یہ اس فریق ریاست سے تمام متعلقہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کے ذریعے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو فوری طور پر اس معاملے سے آگاہ کرسکتی ہے۔

شق نمبر35

1۔ ایسی جبری گمشدگیاں جن کا ارتکاب اس معاہدے کے نفاذ کے بعد کیا گیا ہو ان کی سماعت کے اختیارات محض کمیٹی کو حاصل ہوں گے۔

2۔ اگر کوئی ریاست اس میثاق کے نفاذ کے بعد اس میں شریک ہوتی ہے تو کمیٹی سے وابستہ ریاست کی ذمہ داریاں اُس پر میثاق کے اطلاق کے بعد پیش آنیوالی جبری گمشدگیوں تک محدود ہوں گی۔

شق نمبر 36

1۔ اس معاہدے کے تحت کمیٹی اپنی سرگرمیوں سے متعلق ایک سالانہ رپورٹ فریق ریاستوں اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو جمع کرائے گی۔

2۔ سالانہ رپورٹ میں کسی فریق ریاست کے بارے میں کوئی تبصرہ شائع کرنے سے پہلے متعلقہ فریق ریاست کو پیشگی اطلاع دی جائے گی اور اسے اس کا جواب دینے کے لئے مناسب وقت دیا جائے گا۔ یہ فریق ریاست رپورٹ میں اپنی آراء یا مشاہدات شائع کرنے کی درخواست کر سکتی ہے۔

حصہ سوئم

شق نمبر 37

اس معاہدے کا کوئی بھی حصہ ایسی کسی بھی شقوں پر اثر انداز نہیں ہوگا جو تمام افراد کے جبری گمشدگیوں سے تحفظ کا باعث ہوں اور جو:

(الف) کسی فریق ریاست کے قانون میں شامل ہوں

(ب) اس فریق ریاست کے لئے نافذ العمل بین الاقوامی قانون میں شامل ہوں

شق نمبر 38

1۔ اس معاہدے پر اقوام متحدہ کی تمام رکن ریاستیں دستخط کر سکتی ہیں۔

2۔ اس معاہدے کا انحصار اقوام متحدہ کی تمام رکن ریاستوں کی توثیق پر ہے۔ توثیق کی دستاویزات اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو جمع کرائی جائیں گی۔

3۔ اقوام متحدہ کی تمام رکن ریاستیں اس معاہدے پر رضامندی ظاہر کر سکتی ہیں۔ اس کے لئے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو رضامندی کی دستاویز جمع کرانا ہوگی۔

شق نمبر 39

1۔ یہ معاہدہ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو توثیق یا رضامندی کی بیسویں دستاویز جمع کرانے کی تاریخ کے تیسویں دن کے بعد نافذ العمل ہوگا۔

2۔ توثیق یا رضامندی کی بیسویں دستاویز جمع کرانے کے بعد اس معاہدے کی توثیق یا اس پر رضامندی ظاہر کرنے والی ہر ریاست کے لئے یہ معاہدہ اس ریاست کی توثیق یا رضامندی کی دستاویز جمع ہونے کے تیسویں دن نافذ العمل ہوگا۔

شق نمبر 40

اقوام متحدہ کی تمام فریق ریاستیں اور وہ تمام ریاستیں جنہوں نے اس معاہدے کی توثیق کی ہو یا اس پر رضامندی ظاہر کی ہو، اقوام متحدہ کا سیکریٹری جنرل انہیں مندرجہ ذیل کی اطلاع دے گا:

(الف) آرٹیکل 38 کے تحت دستخط، توثیق اور رضامندی؛

(ب) آرٹیکل 39 کے تحت اس معاہدے کے نفاذ کی تاریخ۔

شق نمبر 41

اس معاہدے کی شقوں کا کسی قسم کی پابندیوں اور استثنا کے بغیر وفاقی ریاستوں کے تمام حصوں پر اطلاق ہوگا۔

شق نمبر 42

1۔ دو یا اس سے زائد ریاستوں کے درمیان اس معاہدے کی تشریح سے متعلق کوئی بھی تنازعہ جسے مذاکرات یا اس معاہدے میں دیے گئے طریقہ کار کے ذریعے حل نہ کیا جا سکے، اسے ان میں سے کسی ایک ریاست کی درخواست پر ثالثی کے لئے پیش کیا جائے گا۔ اگر ثالثی کی درخواست کئے جانے کی تاریخ کے چھ ماہ کے اندر فریقین ثالثی کے طریقہ کار پر متفق نہیں ہو پاتے تو پھر ان میں سے کوئی بھی فریق عدالت کے آئین کی مطابقت میں درخواست دیتے ہوئے اس معاملے کو بین الاقوامی عدالت برائے انصاف کے سپرد کر سکتا ہے۔

2۔ کوئی بھی ریاست اس معاہدے پر دستخط کرتے وقت یا اس پر رضامندی ظاہر کرتے وقت یہ اعلان کر سکتی ہے کہ وہ خود کو اس آرٹیکل کے پیراگراف نمبر 1 کا پابند نہیں سمجھتی۔ کسی بھی فریق ریاست کی جانب سے ایسا اعلان کئے جانے کے حوالے سے دیگر فریق ریاستیں اس شق کے پیراگراف نمبر 1 کی پابند نہیں ہوں گی۔

3۔ کوئی بھی فریق ریاست جس نے اس شق کے پیراگراف نمبر 2 کے مطابق ایسا اعلان کر رکھا ہو وہ کسی بھی وقت اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو اطلاع دے کر اس اعلان سے دستبردار ہو سکتی ہے۔

شق نمبر 43

یہ معاہدہ انٹرنیشنل ہیومینیٹیرین لاء کی شقوں کے علاوہ 12 اگست 1949ء کے چار جنیوا معاہدوں اور 8 جون کے دو اضافی معاہدوں کی توثیق کرنے والے فریقین کی ذمہ داریوں، یا کسی بھی فریق ریاست کو دستیاب ایسے موقعے کے لئے نقصان دہ نہیں ہے جس کے تحت وہ ریاست ان حالات میں ریڈ کراس کی بین الاقوامی کمیٹی کو حراستی مراکز کا دورہ کرنے کا اختیار دے سکتی ہے جو انٹرنیشنل ہیومینیٹیرین لاء کے دائرہ کار میں نہ آتے ہوں۔

شق نمبر 44

1۔ اس معاہدے کی کوئی بھی فریق ریاست کوئی ترمیم تجویز کر کے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو جمع کرا سکتی ہے۔ بعد ازاں سیکریٹری جنرل فریق ریاستوں کو اس مجوزہ ترمیم کے بارے میں بتائیں گے اور درخواست کریں گے کہ وہ اس بات کی نشاندہی کریں کہ آیا وہ اس ترمیم پر سوچ بچار کرنے اور اس پر ووٹنگ کے لئے ایک اجلاس کی حمایت کرتی ہیں یا نہیں۔ اگر اس اطلاع کی تاریخ کے پہلے چار ماہ کے اندر کم از کم ایک تہائی فریق ریاستیں ایسے اجلاس کی حمایت کریں تو سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ کے زیر اہتمام اجلاس کا انعقاد کریں گے۔

2۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اجلاس میں موجود فریق ریاستوں کی جانب سے ووٹنگ کے ذریعے دو تہائی اکثریت سے منظور کردہ کوئی بھی ترمیم منظوری کے لئے تمام فریق ریاستوں کو جمع کرائیں گے۔

3۔ اس شق کے پیراگراف نمبر 2 کے مطابق منظور کی گئی ترمیم اس وقت نافذ العمل ہوگی جب اس معاہدے کی دو تہائی فریق ریاستوں نے اپنے متعلقہ آئینی طریق ہائے کار کے مطابق اس کی منظوری دی ہو۔

4۔ ان ترامیم کے نفاذ کے بعد وہی فریق ریاستیں اس کی پابند ہوں گی جنہوں نے اس کی منظوری دی ہو، دیگر فریق ریاستیں اس معاہدے کی شقوں اور ان ترامیم کی پابند ہوں گی جن کی انہوں نے اس سے پہلے منظوری دی ہو۔

شق نمبر 45

1۔ اس معاہدے کے عربی، چینی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور ہسپانوی زبان کے متن مساوی طور پر معتبر ہیں، جو اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو جمع کرائے جائیں گے۔

2۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اس معاہدے کی تصدیق شدہ نقول ان تمام ریاستوں میں تقسیم کریں گے جن کا حوالہ شق 38 میں دیا گیا ہے۔

پاکستان میں اسلامی شریعت اور مذہب کی بے حُرمتی سے متعلق قوانین

نعیم شاکر ایڈووکیٹ

خلاصہ: پاکستان میں مذہب کی بے حرمتی سے متعلق قوانین پر آمرانہ، امتیازی اور جابرانہ عمل درآمد نے حالیہ برسوں کے دوران انتہائی ناخوشگوار صورتحال اور تشدد کو جنم دیا ہے جس سے خصوصی طور پر غیر مسلم آبادی کے لئے زندگی کرنا دشوار ہونے لگا ہے۔ درج ذیل مضمون میں ایسے ہی قوانین کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مضمون میں کہا گیا ہے کہ عدالتوں نے سبھی حکومتوں کی طرف سے ان قوانین کے استعمال کے منفی نتائج کے اثرات کو کم کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ مضمون میں زور دیا گیا ہے کہ پاکستانی حکام پر عالمی اداروں کی طرف سے فوری طور پر سخت دبائو ڈالا جائے کہ اس نے جن متعلقہ معاہدوں پر رضا مندی کا اظہار کیا ہوا ہے، ان پر سختی کے ساتھ عملدرآمد کروایا جاسکے۔

تعارف

مسلمانوں نے آٹھویں صدی کی ابتداء میں ہندوستان میں اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ اور بارھویں صدی تک وہ پورے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ سترھویں صدی میں مغرب کی تجارتی قوتوں نے برصغیر کے کچھ حصوں میں اپنی حکمرانی قائم کرنا شروع کردی تھی۔ آخرکار برطانوی 1849ء تک پورے ہندوستان کے حکمران بن چکے تھے۔ برطانیہ نے 1947ء میں ہندوستان چھوڑ کر واپسی کا راستہ اختیار کیا اور ہندوستان سے واپسی کے فیصلے کے نتیجے میں اس نے دو بااختیار حکومتوں یعنی پاکستان اور ہندوستان کو جنم دیا۔ ہندوستان پر مسلمانوں کی حکمرانی کے تمام تر دور میں نہ تو اسلام کبھی ریاست کا مذہب رہا اور نہ ہی شریعت کو حاوی اور نمایاں قانون کے طور پر نافذ کیا گیا۔ شریعت دراصل پاکستان بننے کے بعد ہی ہماری سماجی و مذہبی بحث مباحثے کا حصہ بنی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مذہبی ترغیب کار (لابی) جو شریعت پر عملدرآمد پر زور دے رہے ہیں، زیادہ تر انہی لوگوں پر مشتمل ہیں جو پاکستان کے قیام کے مخالف تھے۔

1940ء کی قرار داد لاہور میں، جو بعد میں مسلمان قیادت کی طرف مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے مطالبے کی بنیاد بنی، ہندوستان کے وفاقی یونٹوں کے مسلمانوں سمیت تمام مذہبی اقلیتوں کے لیے آئینی اور موثر تحفظات مہیا کئے گئے تھے۔ قرارداد میں واضح کیا گیا تھا کہ ہندوستان کی عملداری میں مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔ لیکن قرارداد کے کسی بھی حصے کے متن میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ موجود نہیں ہے۔ قرارداد لاہور میں ہندوستانی تہذیب میں موجود تمام مذہبی اور نسلی تنوع کا مکمل احترام کیا گیا ہے۔

> مسلمانوں نے آٹھویں صدی کی ابتداء میں ہندوستان میں اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ اور بارھویں صدی تک وہ پورے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ سترھویں صدی میں مغرب کی تجارتی قوتوں نے برصغیر کے کچھ حصوں میں اپنی حکمرانی قائم کرنا شروع کردی تھی۔

شریعت کے نفاذ کے حوالے سے پہلی کوشش قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت کے بعد اس وقت کی گئی جب 12 مارچ 1949ء کو قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ یہ پہلی اینٹ تھی جو مذہبی ریاست کی بنیاد بنی اور جس میں کہا گیا کہ ''جہاں جمہوریت، آزادی، مساوات، تحمل اور سماجی انصاف کے اصولوں، جن کا ذکر اسلام نے کیا تھا، کے مطابق زندگی بسر کی جائے گی اور جہاں مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق گزاریں گے جن کا ذکر قرآن پاک اور سنت نبوی میں کیا گیا ہے۔ بعد میں اس مذہبی بنیاد پر جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام اور دوسری جماعتوں نے بڑی شدت کے ساتھ عملدرآمد کرایا۔ اس کا مقصد پاکستان کو ایک شرعی ریاست بنانا تھا۔

فوجی حکومت

اپنی 67 سالہ قومی زندگی میں پاکستان نے 32 برس فوجی تسلط میں گزارے اس لئے یہاں نہ تو جمہوری کلچر فروغ پاسکا اور نہ ہی جمہوری ادارے تقویت پاسکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ادارے ایک طرح سے اپاہج ہی رہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کی تشکیل کا عمل 1949ء میں شروع ہوا اور جنرل ایوب خان اور ذوالفقار علی بھٹو کے ادوار میں جاری رہا۔ تاہم شریعت کا اطلاق جنرل ضیاء الحق کے فوجی تسلط کے زمانے کے دوران ہوا اور ہمارے سماجی سیاسی بحث مباحثے کا حصہ بن گیا۔ یہ وہی ضیاء الحق تھا جس نے 5 جولائی 1977ء کو ذوالفقار علی بھٹو کی منتخب حکومت کا تختہ الٹا تھا۔ اس نے اپنے آمرانہ اور غیر آئینی تسلط کو آئینی استحقاق دینے کے لیے مذہب کا استعمال کیا اور دائیں بازو کی انتہا پسند جماعتوں نے گیارہ برس تک اس کو حمایت مہیا کی اور پچھلے دروازے کے ذریعے مذہبی بوگی کو اقتدار کے ایوانوں میں متعارف کروایا۔ پچھلے دروازوں سے اس لیے کہ اس بوگی میں شامل لوگوں کے پاس اپنا کوئی حلقہ نیابت نہیں تھا۔ ضیاء الحق نے آئینی ترامیم کے ذریعے ایسی کئی شقوں کو متعارف کروایا جن کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانا تھا۔ اس نے اسلامی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) تشکیل دی جو اس کے اپنے غیر منتخب چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل تھی۔ اس غیر نمائندہ مجلس شوریٰ نے آئین اور قوانین میں متعدد ترامیم کردیں۔

جنرل ضیاء کے فوجی تسلط نے پاکستانی سماج کا چہرہ مہرہ مکمل طور پر تبدیل کردیا۔ اس نے سماج کو اسلامی بنانے کی ذمہ داری خود اٹھائی اور حدود آرڈی ننسوں کی شکل میں شرعی قانون متعارف کروادیا۔ ان آرڈی ننسوں کے سبب پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) میں ایسی تبدیلیاں آئیں جن کے تحت اسلامی سزائیں نافذ کی گئیں جن میں کوڑے مارنے، ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور چوری، ڈاکے شراب نوشی، زنا کاری اور غلط بیانی سے متعلق جرائم میں سنگسار کرنے کی سزائیں شامل تھیں۔

1872ء کے قانون شہادت کو جنرل ضیاء نے 1984ء کے ''قانون شہادت'' کے متبادل کے طور پر متعارف کرایا اور اس کی شقوں کو قرآن اور سنت کی روشنی میں تبدیل کردیا اور شہادتوں کی صداقت کی جانچ اسلامی قوانین پر عملدرآمد کے حوالے سے کرنے کا فیصلہ دے دیا گیا۔ متوازی عدلیہ کے لیے آئینی شق متعارف کروادی گئی جس کے تحت اس متوازی عدلیہ کو قانونی اختیارات بھی دیئے گئے ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 203۔سی کے تحت وفاقی شرعی عدالت تشکیل دی گئی جو آٹھ ارکان سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہوسکتی اور یہ آٹھ ارکان مسلمان ہوں گے۔ اس آرٹیکل کے تحت ''عدالت اپنے طور پر یا پاکستان کے کسی شہری کی داخل کی گئی درخواست پر، یا وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کی درخواست

پر اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ کوئی قانون یا کسی قانون کی کوئی شق قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلامی قانون کے مطابق ہے یا نہیں۔اس طرح ہر قانون کا رخ اسلامی قانون سے مطابقت کی طرف موڑ دیا گیا۔اس عدالت کو ملنے والے یہ اختیارات مقنّنہ کے اختیارات میں مداخلت کے مترادف ہیں اور اس سے پارلیمنٹ کی برتری اور اس کی خودمختاری مجروح ہوتی ہے۔اس لیے کہ پارلیمنٹ عوام کے منتخب نمائندوں کا ادارہ ہے۔

فوجی حکمران نے پی پی سی میں بھی متعدد ترامیم متعارف کروائیں اور ''مذہبی جذبات کی دل آزاری'' سے متعلق باب میں بھی بہت سی تبدیلیاں کروائیں۔ان کو پاکستان میں توہین مذہب کے قوانین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ برطانوی حکومت نے اپنے دورِ حکومت کے دوران ہندوستان میں فرقہ وارانہ بحران پر قابو پانے کے لیے کیا اقدامات کئے تھے،ان کا جائزہ لینا چاہئے۔انہوں نے دیوانی اور فوجداری شعبوں میں قانون سازی کی۔انڈین پینل کوڈ کو 1860ء کے XLV کے ایکٹ کے طور پر نافذ کیا۔توہین مذہب کے جرائم سے متعلق باب XV کو متعارف کروانے سے پہلے یہ تبصرہ کیا گیا کہ یہ باب اس اصول پر تیار کیا گیا ہے کہ یہ بہتر ہوگا کہ تمام حکومتیں عمل کریں لیکن ہندوستان میں برطانوی حکومت سوسائٹی کے خاتمے کا خطرہ مول لئے بغیر الگ نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذہب پر کاربند رہ سکتا ہے اور کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے فرد کے مذہب کی تضحیک کرے۔اس باب کے پہلے حصے میں سیکشن 295 ہے جس کے تحت عبادت گاہوں کی توڑ پھوڑ اور ایسی اشیاء جن کا تعلق مذہب سے ہو،ان کی بے حرمتی مذہب کی توہین سمجھی جائے گی۔ اور اس پر سزائے قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی یہ سزائے قید دو سال تک بڑھائی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ قید اور جرمانہ دونوں سزائیں بیک وقت بھی دی جاسکتی ہیں۔

کچھ عرصے کے بعد ایک ہندو مصنف و پبلشر راج پال نے 1923ء میں ایک کتاب لکھی جس کا عنوان انتہائی اشتعال انگیز تھا۔اس کتاب کی اشاعت پر مسلمان بھڑک گئے چنانچہ فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے۔چند روز بعد ہی ایک مسلمان علم دین نے توہین رسالت کرنے پر راج پال کو قتل کر دیا۔علم دین پر قتل کا مقدمہ چلا۔عدالت نے اس کو موت کی سزا دی اور 1929ء میں اس کو پھانسی دے دی گئی۔اس صورتحال کے نتیجے میں انگریز حکمرانوں نے پینل کوڈ میں ایک اضافی دفعہ 295 اے شامل کر دی جس میں کہا گیا تھا کہ:

''جو کوئی جان بوجھ کر اور بغض و عناد کے سبب ہز میجسٹی کی رعیت کے کسی طبقے کے مذہبی جذبات کی توہین کرے گا چاہے

> انگریز حکمران ان نئی شقوں کے مضمرات اور مقصد سے پوری طرح واقف تھے۔اسی لئے جرم کے ''جان بوجھ کر اور بغض وعناد'' کی بنیاد پر ہونے کے سبب ان لفظوں کے استعمال پر انہوں نے خصوصی توجہ دی۔ بہرحال صرف دو سال کی قید اور جرمانہ کی سزا دی گئی۔سلیکٹ کمیٹی نے جس کو یہ سطور ڈرافٹ کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی،دو ماہ تک اس پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور وخوض کیا اور کہا کہ''ہمارے خیال میں کسی طبقے کے مذہبی عقیدے کی جان بوجھ کر توہین کرنے یا کسی طبقے کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی عمداً کوشش کرنے پر اگر ایسی سزائیں دی جانے لگیں تو پھر وہ حوالہ ہی بے معنی ہو جائے گا جس کی بناء پر یہ بل متعارف کرایا گیا ہے''۔

وہ بولے گئے یا لکھے گئے لفظوں کے ذریعے ہو،ظاہری طور پر بے حرمتی کی جائے یا کسی اور طریقے سے مذہب کی توہین کی جائے یا کسی کے مذہبی عقیدے کو بُرا بھلا کہا جائے،تو اس کے مرتکب افراد سزا کے مستحق ہوں گے اور یہ سزا قید کی صورت میں ہوگی جس کی مدت دو سال تک ہوسکتی ہے،یا ایسے شخص کو جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے یا پھر دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں''۔

لیکن پاکستانی ریاست نے پینل کوڈ کی اس دفعہ میں ترمیم کر دی ہے جس کے باعث سزا کو دو سال سے بڑھا کر دس برس کر دیا گیا ہے۔ یہ دفعہ (تیسری ترمیم) آرڈیننس xxi مجریہ 1991ء کے ذریعے موثر کر دی گئی ہے۔

رڈیوں یا ردعمل کے نازک امتیازات

پاکستان میں توہین مذہب کا حساس معاملہ سیاسی اور مذہبی مفادات کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور اس مذموم حرکت کے مصنفین مذہبی جوش وخروش اور ذوق وشوق سے لبریز تھے۔ یہ وہ پس منظر تھا جس میں 1982ء میں قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے پر شریعت کے تحت توہین مذہب کی سزا کا قانون منظور کیا گیا۔اس حوالے سے نہ تو غیر منتخب اسمبلی میں کوئی بحث ہوئی اور نہ ہی پارلیمنٹ کے باہر کسی عوامی فورم پر یہ معاملہ زیر بحث آیا۔اس ترمیم کے تحت ایک اضافی دفعہ 295 بی متعارف کروائی گئی جس میں کہا گیا ہے ''اگر کوئی جان بوجھ کر قرآن پاک یا اس کے کسی حصے کی بے حرمتی کرتا یا توہین کرتا ہے یا قرآن پاک یا اس کے کسی حصے کو توہین آمیز طریقے سے استعمال کرتا ہے یا کسی غیر قانونی مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے تو وہ عمر قید کی سزا کا مستحق ہوگا''۔

پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ 295۔بی کے شامل ہونے کے بعد اسلامی مذہبی لابی نے توہین رسالت کے خلاف دفعہ شامل کرانے کے لیے دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔اس دباؤ کے نتیجے میں 1986ء کے ایکٹ III کو غیر منتخب پارلیمنٹ نے منظور کر لیا جس کے تحت دفعہ 295۔سی اس میں شامل کر دی گئی۔ یہ دفعہ 295 سی درج ذیل ہے۔

''کوئی بھی فرد اگر زبانی یا تحریری طور پر ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے یا اشاروں کے ذریعے اظہار کرتا ہے،بہتان تراشی کرتا ہے،ذومعنی فقروں سے بہتان لگاتا ہے یا اشاروں کنایوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر پیغمبر السلام حضرت محمد ﷺ کے اسم مبارک کی بے حرمتی کرتا ہے تو اس کو موت کی سزا دی جائے گی یا اس کو عمر قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی''۔

پینل کوڈ کی دفعہ 296 کا تعلق''مذہبی اجتماع میں خلل ڈالنے، دفعہ 287 کا تعلق قبرستانوں میں ناجائز مداخلت،اور دفعہ 298 کا تعلق مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے جان بوجھ کر بے ہودہ الفاظ کے استعمال سے ہے۔اس جرم کی سزا ایک سال قید یا جرمانہ یا بیک وقت دونوں سزائیں ہیں۔ اس وقت کی فوجی جنتا نے مذہبی انتہا پسندوں کے دباؤ کے تحت اس دفعہ میں تین ترامیم کروائیں جو دفعہ 298 اے،298 بی اور 298 سی کے ناموں سے مشہور ہوئیں،یہ دفعات صریحی طور پر احمدی کمیونٹی کے لئے تھیں جن کے تحت وہ خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے تھے۔ان دفعات کے باعث احمدیوں کا یہ حق سلب ہوگیا کہ وہ اپنے مذہب پر عمل کریں اور اس کی تبلیغ کریں۔ یہ احمدی کمیونٹی کے خلاف اداراجاتی اور قانونی طور پر ایذارسانی کا عمل ہے جو 1974ء میں اس وقت تک مسلمان تھی جب تک اس کمیونٹی کو ایک آئینی ترمیم کے تحت غیر مسلم قرار نہیں دے دیا گیا تھا۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور کی کہانی ہے۔احمدی کمیونٹی توہین مذہب کے جرم کا سب سے زیادہ شکار ہونے والی کمیونٹی ہے۔

یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا اس لیے کہ توہین مذہب کی ان شقوں کی تشکیل کے بعد جماعت اسلامی کے ایک انتہائی پرجوش رکن نے وفاقی شرعی عدالت میں ایک پٹیشن دائر کر دی جس میں کہا گیا کہ''عمر قید کی'' متبادل سزا اسلامی احکامات اور قرآن پاک اور سنت نبوی ﷺ کے منافی ہے۔درخواست پر بحث کے دوران کہا گیا کہ نبی پاک ﷺ کے بارے میں توہین آمیز الفاظ کا استعمال''حد'' کے دائرے میں آتا ہے۔ (''حد'' عربی کا لفظ ہے جو قرآن میں استعمال کیا گیا ہے اور

جو تعزیراتی جرم کے لیے زیادہ سے زیادہ سزا کی حد کا تعین کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے) اور قرآن وسنت کے مطابق دی جانے والی سزائے موت کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ اس حوالے سے قرآن پاک سے بہت سی آیات اور رسول پاک ﷺ کے ساتھ منسلک بہت سی روایات پیش کی گئیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ سزائے موت ہی واحد مناسب سزا تھی اور کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں دیا جانا چاہئے کہ وہ اس سے کم یعنی عمر قید کی سزا سنائے۔ پانچ ارکان پر مشتمل شرعی عدالت نے پٹیشن منظور کرتے ہوئے کہا:۔

''مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ہمارا خیال ہے کہ سیکشن 295 سی، پی پی سی میں دی گئی متبادل عمر قید کی سزا قرآن پاک اور سنت کی روشنی میں اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ وہاں سے خارج کردیے جائیں۔ اس سیکشن میں ایک اور شق کا اضافہ کردیا جائے تاکہ جب یہی بات دوسرے انبیاء کے بارے میں کہی جائے تو اس کا اطلاق ان پر بھی ہو اور وہی سزا دی جائے جو اوپر تجویز کی گئی ہے۔ اس حکم کی نقل آئین کی شق 202 ڈی (3) کے تحت صدر پاکستان کو بھیجی جائے تاکہ قانون میں ترمیم کے لئے اقدامات کئے جائیں تاکہ اس کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جاسکے۔ اگر 30 اپریل 1991ء تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر دفعہ 295 سی پی پی سی میں الفاظ ''یا عمر قید'' اس تاریخ سے غیر موثر ہوجائیں گے۔

یہ وہ توہین مذہب کا قانون ہے جس نے پورے پاکستانی سماج پر شدید ترین اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ اثرات مسلمانوں اور مذہبی اقلیتوں سمیت سب پر مرتب ہوئے ہیں۔ اس کے سبب ترقی پسند اور جمہوری قوتوں کے لیے سانس لینا دشوار ہوگیا ہے، ان کے لیے جگہ سکڑ گئی ہے۔ دانشوروں، فنکاروں، محققین اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کے طلبہ کے لیے فضا انتہائی ناسازگار ہوگئی ہے۔ اس کے باعث سماج میں عدم برداشت، مذہبی انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور گروہی تشدد کو فروغ ملا ہے۔

مقدمات میں اضافہ

ہندوستان میں برطانوی راج کے دنوں میں صرف سات مقدمے درج ہوئے جن میں سے ایک وہ تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ لیکن پینل کوڈ آف پاکستان میں 1986ء کی ترمیم کے نفاذ اور 1990ء میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد توہین مذہب کے مقدمات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ ایک مختصر جائزہ صورتحال کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ یہاں 62 ماورائے عدالت قتل ہوئے۔ مرنے والوں میں 24 عیسائی، 27 مسلمان، 6 احمدی، دو ہندو اور ایک نامعلوم مذہب سے تعلق رکھنے والا فرد شامل تھے۔ یہ اعداد وشمار انصاف اور امن کے لیے قومی کمیشن (این سی جے پی) نے اکٹھے کئے ہیں، ملک میں چار ہزار مقدمات درج کئے گئے جن میں سے دو تہائی مقدمے صرف پنجاب میں درج ہوئے۔ ایک ممتاز پاکستانی اخبار دی ڈان نے بتایا ہے کہ 1986ء سے 2005ء تک کے عرصے میں توہین مذہب کے جو مقدمات درج کئے گئے ہیں ان میں سے آدھے مقدمات مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے خلاف تھے۔ اور یہ کافی تکلیف دہ صورتحال ہے اس لیے کہ اقلیتیں ملک کی کل آبادی کا چار فیصد ہیں۔ چنانچہ غیر مسلم یہاں کے معاشرے کا وہ عاجز حصہ ہیں جو ہمیشہ اسی خوف میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ انہیں توہین مذہب کے جھوٹے الزامات میں ملوث کردیا جائے گا۔

یہ وہ توہین مذہب کا قانون ہے جس نے پورے پاکستانی سماج پر شدید ترین اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ اثرات مسلمانوں اور مذہبی اقلیتوں سمیت سب پر مرتب ہوئے ہیں۔ اس کے سبب ترقی پسند اور جمہوری قوتوں کے لیے سانس لینا دشوار ہوگیا ہے، ان کے لیے جگہ سکڑ گئی ہے۔ دانشوروں، فنکاروں، محققین اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کے طلبہ کے لیے فضا انتہائی ناسازگار ہوگئی ہے۔ اس کے باعث سماج میں عدم برداشت، مذہبی انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور گروہی تشدد کو فروغ ملا ہے۔

گواہی اور تصدیق سے پتہ چلتا ہے کہ چند ایک کے سوا زیادہ تر مقدمات میں غلط الزامات لگائے گئے ہیں اور غلط الزامات لگانے کا مقصد محض اپنے ذاتی معاملات کو اپنے حق میں نپٹانا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مذہب کی بنیاد پر اگر اختلاف رائے پیدا ہوتو اپنی رائے کو منوانے کے لیے، زمین پر قبضہ کرنے کے لیے یا پیشہ وارانہ رقابت کے نتیجہ کو اپنے حق میں کرنے کے لیے توہین مذہب کا الزام عائد کردیا جاتا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ غیر مسلموں میں سب سے کمزور طبقے کو یہ عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔

پھر مذہبی رہنما، قانون نافذ کرنے والے ادارے، عدالتیں اور ریاستی اداکار ایسے شخص کو شیطان قرار دے دیتے ہیں حالانکہ پہلے یہ لوگ ایسی غیر انسانی صورتحال پر خاموشی اختیار کئے رہتے ہیں۔ عدالتیں اور وکلاء مسلسل خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ انہیں خطرہ ہوتا ہے کہ مذہبی انتہا پسند انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ مثال کے طور پر ایک وکیل راشد رحمان ہی کا معاملہ لے لیجئے۔ راشد ایک ایسے شخص کی وکالت کررہے تھے جس پر توہین مذہب کا الزام تھا۔ راشد رحمان کو عدالت میں جج کی موجودگی میں خوفناک نتائج کی دھمکی دی گئی اور ہوا بھی وہی۔ چند ہی روز بعد انہیں ان کے دفتر میں قتل کردیا گیا۔ عام طور پر مقدمات میں ضمانت پر رہائی ملنے کی روایت موجود ہے لیکن ہماری عدالتیں ایسے مقدمات میں ضمانت دینے سے انکار کردیتی ہیں اس لیے کہ انہیں انتہا پسندوں کی طرف سے دھمکیاں ملی ہوتی ہیں یا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے مقدمات کی سماعت کرنے والے ججوں کا رجحان بھی وہی ہوتا ہے۔ ابتدائی سماعت کرنے والی عدالتیں اور ان عدالتوں کے جج عمومی طور پر مذہبی جوش میں بہہ جاتے ہیں۔

میں توہین مذہب کے متعدد نمایاں مقدمات میں پیش ہوا ہوں اور میرا تکلیف دہ مشاہدہ ہے کہ اس قانون کو عمومی طور پر ظلم وزیادتی کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور لوگوں کو توہین مذہب کے الزام میں شیطان قرار دے دیا جاتا ہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات سے اندازہ ہوگا کہ کس طرح ملزموں کو قتل کردیا گیا، کس طرح ہمسائے ملزموں کو خوفزدہ کرتے ہیں اور ان کو ہلاک کردیا جاتا ہے، عبادت گاہوں کو جلا دیا جاتا ہے اور مذہبی شدت پسندوں پر مشتمل گروہ کیسے کیسے مظالم ڈھاتے ہیں۔ ان مقدمات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو قانونی راستہ اختیار کرنے سے کیسے روکا جاتا ہے اور کس طرح انہیں مقدمے کی منصفانہ سماعت کے حق سے دور رکھا جاتا ہے۔ کس بُرے طریقے سے ان مقدمات کو چلایا جاتا ہے اور پولیس کس انداز کی تفتیش کرتی ہے اور ایسے مقدمات میں فیصلے دینے کے حوالے سے عدالتیں کس قدر متعصب ہوتی ہیں۔

عقیدے کا معاملہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے پاکستان میں توہین مذہب سے متعلق قانون کی موجودہ شکل نتیجہ ہے اس قانونی ترمیم اور پی پی سی کی نئی شقوں کے تعارف کا جو 1982ء پھر 1986ء اور بعد میں 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت کے ان فیصلوں کا حصہ ہیں جو ''مذہب کے خلاف جرائم'' سے متعلق دیئے گئے تھے۔ جہاں تک اسلام یا اسلامی فقہ میں توہین مذہب کے تصور کا تعلق ہے تو یہ اسلامی شریعت کا مسئلہ ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کے لیے عقیدے اور ایمان، کا معاملہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مختلف فقہ کے لوگوں کا نکتہ نظر مختلف ہو لیکن آخر کار وہ اُمّہ (مسلم دنیا) کے اس عمومی اتفاق کو تسلیم کرتے ہیں جسے شریعت کے تحت ''اجماع'' کہا جاتا ہے۔

عام طور پر پاکستان میں عام مسلمان قانون کی ان شقوں

پر اعتراض کرنے والوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر اور اقلیتوں کے وزیر شہباز بھٹی کو 2011 کے آغاز میں اس لیے قتل کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے ان قوانین پر نظر ثانی کرنے کے لیے کہا تھا۔ بہر حال یہ تاثر کہ یہ قوانین الوہی ہیں، صحیح نہیں ہے۔ پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) کی یہ شقیں زمین پر بسنے والے انسانوں نے جنرل ضیاء الحق کے آمرانہ حکم پر تیار کی تھیں۔ (اور یہ قیام پاکستان کے بھی برسوں بعد ہوا تھا بلکہ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے کئی صدیوں بعد) یہ وہی جنرل ضیاء الحق تھا جس نے دس برس سے زیادہ عرصے تک فوجی آمریت قائم رکھی۔ اس آمرانہ حکم سے یہ ہوا کہ متعدد معصوم انسانوں کی جانوں کا ضیاع ہوا، حقیقی اسلام جس کی مذمت کرتا ہے۔ اس طریق کار کے باعث ماورائے عدالت قتل معمول بن گئے، ہمسایوں کو زندہ جلانے کے واقعات پیش آئے، اور عبادت گاہوں کی بربادی ہوئی، اسلامی شریعت کے ان بنیادی اصولوں کی نفی ہوئی جن میں ثانوی راستہ اختیار کرنے اور مقدمے کی منصفانہ سماعت شامل ہیں۔

عقیدے کی بنیاد پر کی جانے والی خامیوں سے بھری قانون سازی بڑی عجلت میں کی گئی اور وہ بھی کسی بحث مباحثے کے بغیر۔ یہ سب کچھ قانون سازی کے مسلمہ معیار پورے کئے بغیر ہی کر لیا گیا۔ اسلامی فقہ میں مختلف نکتہ ہائے نظر ہیں، اس قانون سازی کے لئے ان میں سے کسی نکتہ نظر کے حامل علماء سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ نہ ہی اس کی تشہیر کی گئی تا کہ لوگ اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ اسلامی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) کے غیر منتخب ارکان کی طرف سے اس کی منظوری اس کا جواز اور استحقاق نہیں بنتی۔

عام قانون کے تحت جرم کے ہونے کو ثابت کرنے کے لیے دو چیزیں بے حد ضروری ہوتی ہیں۔ ایک، کسی جرم کا جسمانی سطح پر ہونا اور دوسرا' جرم کرنے کی نیت۔ پاکستان کے توہین مذہب کے قانون میں اس بنیادی اصول کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یہ قانون کا انتہائی معتبر اصول ہے کہ ملزم کو اس وقت تک بے گناہ اور معصوم مانا جائے گا جب تک اس کے خلاف الزام ثابت نہ ہو جائے لیکن جہاں تک توہین مذہب کے الزام کا تعلق ہے تو اس سے معاملے میں پولیس، عدالتیں اور معاشرہ اس کے بالکل الٹ عمل کرتے ہیں۔ اگر ان بنیادی اصولوں پر عملدرآمد نہ کیا جائے تو یقینی طور پر ملزم کی نہ تو منصفانہ طور پر شنوائی ہو سکے گی اور نہ ہی اسے انصاف مہیا ہو سکے گا۔ انٹرنیشنل ری لیجئس فریڈم سے متعلق کمیشن نے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ صحیح ثابت ہوتے نظر آتے ہیں۔ کمیشن نے کہا ہے کہ ''حکومت پاکستان ایک ایسے طریق کار پر تسلسل کے ساتھ عمل پیرا ہے جس کے تحت مذہب یا عقیدے کی آزادی کی قبیح طریقے سے بے حرمتی کی جاتی ہے''۔

توہین مذہب کی تعریف جس طرح اس کے مصنفین نے کی ہے، وہ اس قدر وسیع اور مبہم ہے کہ اس جرم کا جال بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ پاکستان میں قانون اس لیے بنایا جاتا تا اور اس پر عملدرآمد اس لیے کیا جاتا ہے کہ جیسے یہ ملزم کی تلاش میں ہو۔ غلطی انسان سے ہو جاتی ہے اور اس بات کو اسلام سمیت تمام مذاہب نے تسلیم کیا ہے۔ قرآن پاک اللہ کا

عقیدے کی بنیاد پر کی جانے والی خامیوں سے بھری قانون سازی بڑی عجلت میں کی گئی اور وہ بھی کسی بحث مباحثے کے بغیر۔ یہ سب کچھ قانون سازی کے مسلمہ معیار پورے کئے بغیر ہی کر لیا گیا۔ اسلامی فقہ میں مختلف نکتہ ہائے نظر ہیں، اس قانون سازی کے لئے ان میں سے کسی نکتہ نظر کے حامل علماء سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ نہ ہی اس کی تشہیر کی گئی تا کہ لوگ اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ اسلامی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) کے غیر منتخب ارکان کی طرف سے اس کی منظوری اس کا جواز اور استحقاق نہیں بنتی۔

پاک کلام ہے اور یہ تعزیری نہیں ہے بلکہ یہ تو معاف کر دینے والا ہے۔ یہ ندامت اور جرم معاف کرنے، درگزر کرنے کے تصور کو فروغ دیتا ہے۔ بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن کے مطابق پیغمبر اسلام نے توہین کرنے والوں کو کر دیا اس لیے کہ وہ لوگوں کی بہتری چاہتے تھے۔ توہین مذہب کے قوانین مرتب کرنے والوں نے یہ قانون بناتے وقت قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ کی سنت کے اس طرز فکر و احساس اور اس روح کو ذہن میں نہیں رکھا۔ ڈان میں شائع ہونے والے اپنے مضمون میں عرفات مظہر نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا ہے کہ توہین مذہب کے کسی ملزم کو صحیح اسلامی شریعت کے مطابق کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے۔

پی پی سی کی دفعہ 295 سی میں موجود ہر لفظ کا مدعا اور اس شق کا بتدریج بڑھتا ہوا اثر جرم تخلیق کرنے سے بھی کہیں آگے نکل گیا ہے۔ ان الفاظ نے مستقل اور تکلیف دہ خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ خاص طور پر ان غیر مسلموں کے لیے جو توہین مذہب کے مجرم گردانے جاتے ہیں بھلے وہ اپنے مذہب کے حوالے سے ہی کیوں نہ بات کر رہے ہوں۔ ہر عقیدے اور اس کے پیروکاروں کے اپنے اپنے مذہبی تصورات ہوتے ہیں جو ان کے خیال کے مطابق انتہائی الوہی اور متبرک ہوتے ہیں۔ ہر مذہب مختار کاری، صداقت اور برتری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لیے یہ ان کا حق ہے کہ وہ اپنی عقیدت کا لوگوں سے حلف لیں، خود عملدرآمد کریں اور پیروکار اپنے مذہب کا پرچار کریں اور ان تمام خوبیوں کا دعویٰ کریں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ آئین پاکستان کا آرٹیکل 20 ہر شہری کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کا اظہار کرے، اس پر کار بند ہو اور اس کو فروغ دے۔ لیکن عملی طور پر اگر کوئی اس آئینی آزادی کا استعمال کرتا ہے تو یقینی طور پر قانون کی موجودہ تشریح کے مطابق اس پر توہین مذہب کا مقدمہ چلے گا۔ اس طرح یہ قانون غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کی بے حرمتی کا سبب بنتا ہے اس لیے کہ یہ نہ تو اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے عقیدے کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔

عدالتوں کا رویہ

پاکستان میں عدالتیں توہین مذہب کے قانون کے تحت مقدمات کا فیصلہ مذہبی سوچ کی مطابقت کے ساتھ کرتی ہیں جس کے سبب انصاف کے مسلمہ اصولوں کی نفی ہوتی ہے اس لیے کہ اس حوالے سے قانون کے تحت انصاف ملنا ممکن نہیں ہوتا اور نہ ہی ملزم کے خلاف مذہبی تعصبات سے بالا تر ہو کر مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ عدالتوں میں درجنوں مذہبی انتہا پسندوں اور مذہبی رہنماؤں کی موجودگی کے سبب عدالتوں کا ماحول اس قدر ناگفتہ بہ ہوتا ہے کہ اس ماحول میں انصاف کی فراہمی کسی صورت ممکن نہیں ہو سکتی۔ ہجوم کے دباؤ کے تحت یا مذہبی سوچ کے ساتھ ایسے مقدمات کی رجسٹریشن سے عمومی طور پر شہریوں اور خصوصاً مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد میں خوف اور عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان میں عدالتیں اسلامی فقہ کے اصولوں کو نظر انداز کر کے بہت بڑی غلطی کر رہی ہیں۔ اسلام میں حد کی سزائیں سدّ راہ کے طور پر رکھی گئی ہیں جن کا مقصد غلطی کرنے والوں کے ساتھ مثالی سلوک کرنا ہے تا کہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔ اسی وجہ سے ایسے مقدمات میں شہادت کو ''تزکیہ الشہود'' کی آزمائش پر پورا اترنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ''تزکیہ الشہود'' تفتیش کا طریقہ کار ہے جس کو عدالت کو یہ جاننے کے لیے اپنانا چاہئے کہ آیا گواہ قانون شہادت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ اسلامی ہدایات کے مطابق گواہ کا پاکباز، قابل اعتبار اور راست گو ہونا ضروری ہے۔ عدالت عظمیٰ نے جن مقدمات میں فیصلے کئے ہیں، ان مقدمات میں اس قسم کی تحقیقات کے لیے خصوصی طریقہ کار متعارف کروا دیا ہے۔ مثال کے طور پر ڈینیئل بوائڈ بنام ریاست۔ اس مقدمہ میں کہا گیا کہ:

''تزکیۃ الشہود۔ اسلام کا تصور: اس بیان سے جو اظہار ہوتا ہے اور جو مفہوم سامنے آتا ہے، ان کے مطابق ان خوبیوں یعنی پاکبازی، راست بازی اور ایمانداری کے بارے میں تفصیلی طور پر چھان پھٹک ہونا ضروری ہے اور یہ تحقیقات ایسی خوبیوں کے مالک انسان سے ہی کی جانی ضروری ہیں۔ کسی گواہ کے ماضی کے حالات جاننے کے عمل کے دوران عدالت کو خود کو مطمئن کرنا ہوگا کہ مذکّی (ثالث/تطہیر کرنے والا) وہی شخص ہے جس میں یہ تمام اچھائیاں موجود ہیں۔ جہاں عدالت کے نوٹس میں ایسی لازمی شرائط نہ آئیں تو پولیس کی طرف سے ہونے والی تفتیش محض ایک رسمی کارروائی ہوگی اور اس کی کوئی تحریم نہیں ہوگی''۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ نہ تو ابتدائی سماعت کرنے والی عدالت اور نہ ہی عدالت عالیہ (اپیلٹ کورٹ) نے حال ہی میں اپنے فیصلہ کرتے وقت آسیہ بی بی کے مقدمے میں اسلامی فقہ کے اصولوں کو پیش نظر رکھا۔ اس وقت آسیہ بی بی پھانسی کے انتظار میں ہے۔

''پاکستان کے تعزیری قوانین جو انسانوں نے بنائے ہیں، وہ غیر فعال یا مجہول نہیں ہیں۔ آئین اور مقنّنہ کے منظور کردہ قوانین زندہ اور متحرک وجود رکھتے ہیں، ان کی ساخت تدریجی ہوتی ہے''۔ پاکستان کے سابق چیف جسٹس تصدق حسین جیلانی نے ''بنیادی حقوق'' خصوصاً آزادیء مذہب'' سے متعلق جون 2014ء میں فیصلہ دیتے ہوئے یہی بات کہی تھی۔ اپنے فیصلہ میں چیف جسٹس نے کہا کہ قوانین اس لیے بنائے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے طور طریقوں کو درست کیا جائے تاکہ معاشرتی ڈھانچے کو برقرار رکھا جاسکے۔ قوانین انتشار اور لاقانونیت پھیلانے کے لیے نہیں بنائے جاتے۔ مزید برآں قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ کے لیے احترام لوگوں خصوصاً ان کے پیروکاروں کے دلوں اور دماغوں میں ہونا چاہئے۔ اس احترام کا انحصار انسان کے بنائے گئے قوانین پر نہیں ہوتا۔ عدالتوں کا کام انصاف مہیا کرنا ہے۔ اگر قوانین انصاف مہیا کرنے میں ناکام ہوتے ہیں تو یہ صورتحال انصاف مہیا کرنے والوں اور لوگوں کے اندر بھی تشویش پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے اس تصور کو کہ قانون کوئی الوہی چیز ہے، رفع کرنا ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اقتدار کی کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں اور جن کے پاس اختیارات ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سماج میں انکار یا انحراف کی کیفیت جڑیں پکڑتی نظر آتی ہے۔ حکمران اور سیاسی قیادت ریکارڈ پر ہیں کہ وہ اس بات کو وقتاً فوقتاً تسلیم کرتے ہیں کہ قانون کو غیر متعلقہ اسباب کے سبب غلط طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن وہ اس انتہائی بُرائی کے خاتمے کے لیے کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ سیاسی قیادت اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی اس لیے کرتی ہے کہ ریاست کی بہتر انتظامیہ یا انصاف کی بجائے اس کی اپنے ووٹ بنک کو برقرار رکھنے میں زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔

اسلامی فقہ کے تحت جرم کی دو قسمیں بتائی جاتی ہیں یعنی

''پاکستان کے تعزیری قوانین جو انسانوں نے بنائے ہیں، وہ غیر فعال یا مجہول نہیں ہیں۔ آئین اور مقنّنہ کے منظور کردہ قوانین زندہ اور متحرک وجود رکھتے ہیں، ان کی ساخت تدریجی ہوتی ہے''۔ پاکستان کے سابق چیف جسٹس تصدق حسین جیلانی نے ''بنیادی حقوق'' خصوصاً آزادیء مذہب'' سے متعلق جون 2014ء میں فیصلہ دیتے ہوئے یہی بات کہی تھی۔ اپنے فیصلہ میں چیف جسٹس نے کہا کہ قوانین اس لیے بنائے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے طور طریقوں کو درست کیا جائے تاکہ معاشرتی ڈھانچے کو برقرار رکھا جاسکے۔ قوانین انتشار اور لاقانونیت پھیلانے کے لیے نہیں بنائے جاتے۔

''تعزیر'' کا جرم اور ''حد'' کا جرم۔ ''حد'' کی سزا جیسے اہم مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تمام فقہوں کے ماننے والوں میں اتفاق رائے پیدا ہوسکے۔

شریعت اور غیر مسلم

اس حوالے سے ایک سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے اور وہ ہے کہ کیا شریعت پر مبنی توہین مذہب کا قانون صرف مسلمان مجرموں یا گنہگاروں کے لیے ہے یا غیر مسلموں کے لیے بھی ہے۔ شریعت کا تعلق تو مسلمانوں سے ہے۔ غیر مسلم شہری اپنے اپنے مذہب کی پابندی کرتے ہیں۔ اگر شریعت کو غیر مسلموں پر نافذ کیا گیا تو یہ جبر کی ذیل میں آئے گا۔

قرآن پاک میں مذہبی جبر کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ اس لیے غیر مسلم شہریوں پر شریعت کا نفاذ نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ شریعت کا تعلق صرف اور صرف مسلمانوں سے ہے، غیر مسلموں سے نہیں۔ آئین کے آرٹیکل 20 میں مذہبی آزادی مہیا کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ''ہر شہری کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہب سے عقیدت کا اظہار کرے، اس پر عمل کرے اور اس کی تشہیر کرے''۔ یہ وہ شقیں ہیں جو تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کا احاطہ کرتی ہیں لیکن بدقسمتی سے اس کو حقیقت میں نہیں ڈھالا گیا۔

پاکستان کے قانون کے تحت پولیس کا ایک محکمہ موجود ہے جو جرائم کی تفتیش کرتا ہے اور عدالتی نظام عدالتوں کو یہ اختیار مہیا کرتا ہے کہ وہ قانون کے مطابق فیصلے دیں اور انصاف مہیا کریں۔ مذہبی انتہا پسند نہ صرف افراد کو سزا دیتے ہیں بلکہ پوری کمیونٹی کے لوگوں کو ان کے ہاتھوں سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے لوگوں کے مذہبی جذبات ابھارے جاتے ہیں اور انہیں دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی عبادت گاہوں پر حملے کرنے پر اکسایا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے نہتے ہمسائیوں پر ہلاکت خیز مواد استعمال کر کے ان کے گھروں کو تباہ کر دیا، کلیساؤں اور مندروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ انہوں نے انتہائی لرزہ خیز طریقے سے لوگوں کو قتل کر دیا اور زندہ جلا دیا۔ اس صورتحال پر پورا سماج شرمندگی محسوس کرتا ہے اور عالمی سطح پر ملک کی بہت زیادہ بدنامی ہوئی ہے۔ یہ زیادہ دور کی بات نہیں کہ جب 62 افراد کو ماورائے عدالت قتل کر دیا گیا۔ شانتی نگر، خانیوال، کوریان، گوجرہ، قصور، جوزف کالونی، لاہور اور گوجرانوالہ میں ہمسائیوں اور احمدیوں کے ساتھ ان کے مسلمان ہمسایوں کو بھی زندہ جلا دیا گیا۔ مذہبی انتہا پسندوں کی طرف سے کئے جانے والے ماورائے عدالت قتل کے واقعات میں بڑی تعداد میں لوگ مارے گئے۔ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو ان کے ایک سرکاری محافظ نے صرف اس لیے سرعام قتل کر دیا تھا کہ وہ ایک عیسائی خاتون آسیہ بی بی سے ملنے جیل چلے گئے تھے۔ مسیحی وفاقی وزیر شہباز بھٹی کو اس لیے قتل کر دیا گیا تھا کہ وہ سماجی و مذہبی مدافعت کی مہم چلانے کی کوشش کر رہے تھے اور انہوں نے توہین مذہب کے قانون پر دوبارہ غور کرنے کے لیے کہا تھا۔ ایک انتہائی خون آلود واقعہ لاہور سے ساٹھ کلومیٹر دور کوٹ رادھا کشن میں 4 نومبر 2014ء کو رونما ہوا جب ایک نوجوان مسیحی جوڑے شہزاد اور شمع کو ایک ہجوم نے اینٹیں اور ڈنڈے مار مار کر ہلاک کر دیا اور اس کے بعد دونوں کی لاشوں کو اینٹوں کو دہکتے ہوئے بھٹے میں پھینک کر جلا دیا گیا۔ اس لرزہ فیز واردات نے قرون وسطیٰ سے پہلے کے زمانہ دور جہالت میں ہونے والے انسانیت سوز واقعات کی یاد تازہ کر دی۔

22 دسمبر 2012ء کو صوبہ سندھ کے ضلع دادو کے موضع سیتا کے ایک شخص کو قرآن پاک کو جلانے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی گرفتاری کے پانچ گھنٹے بعد پانچ سو سے زائد افراد کے ہجوم نے تھانے راجہ ڈیرو پر حملہ کر دیا تھا تاکہ ملزم کو خود سزا دے سکیں۔ وہ تھانے کی تیسری منزل پر اس حوالات تک پہنچ گئے جہاں ملزم کو رکھا گیا تھا۔ ہجوم

نے اس کو بے دردی سے مارنا شروع کر دیا اور اس کو تیسری منزل سے نیچے پھینک دیا۔ اس وقت تک وہ تقریباً مر چکا تھا۔ نیچے زمین پر اس کو گھسیٹا گیا اور پھر اس کو زندہ جلا دیا گیا۔ وہ ذہنی معذور تھا اور مذہب کے لحاظ سے مسلمان تھا۔ وہ کسی قانونی کارروائی کے بغیر ہی مار دیا گیا۔ انتہا پسند، قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے کر توہین مذہب کے ملزموں کو خود ہی قتل کر چکے ہیں۔ اس کے سبب سماجی و مذہبی عدم برداشت اور مذہب کے نام پر تشدد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اگر اس کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو اس تصور کو حکومت اور سیاسی اداکاروں کی طرف سے ریاستی سطح پر خاموش مگر بھرپور حمایت حاصل ہے۔

نتائج: عالمی عمل کے لیے ضرورت:

بین الاقوامی کمیونٹی کو دیکھنا ہوگا کہ شہری اور سیاسی حقوق پر ہونے والے بین الاقوامی معاہدے مجریہ 1964ء اور یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس 1949ء اور عدم برداشت کی تمام صورتوں کے خاتمے سے متعلق اعلان نامے اور مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر تفریق سے متعلق 1981ء کے ڈیکلریشن جن کو پاکستان نے تسلیم کیا اور اُن کا حصہ بنا ہے، پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ پاکستان میں قائم ہونے والی تمام حکومتوں کو بین الاقوامی فورموں پر جوابدہ ہونے کے لیے سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ریاست کو مجبور کرنا ہوگا کہ وہ بین الاقوامی قانون اور معاہدوں کا احترام کرے۔

ترقی پسند اسلامی دانشوروں اور عالموں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے جو انسانیت دوست، ہمدرد، مہربان ہیں اور برداشت پر مبنی سماجی نظام کے قیام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ریاست قانون کی حکمرانی کو قائم کرے اس لیے کہ اس کے نہ ہونے سے انتشار پھیل رہا ہے۔ شہریوں میں عدم تحفظ کا احساس دن بہ دن تیزی کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے۔ خاص طور پر مذہبی اقلیتوں میں یہ احساس بہت شدت اختیار کر چکا ہے۔ توہین مذہب کا قانون متوازن قانون نہیں ہے اس لیے کہ بظاہر یہ دوسرے مسالک اور عقائد میں مداخلت کرتا ہے اور دوسرے مسالک اور عقائد کو محترم اور متبرک ماننے سے انکار کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو ان کے اس حق سے روکتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے پر عمل کریں اور ان کی تبلیغ کریں۔ یہ قانون اکثریت کے تسلط کو مسلط کرتا ہے۔ روشن خیال جمہوری اور آزادی پسند قوتوں کا خیال ہے کہ ریاست کو برداشت، سماجی و مذہبی موافقت اور ایک دوسرے کے عقیدے اور مذہب کے لیے احترام کی فضا پیدا کرنی چاہئے تاکہ ایسے قوانین کی ضرورت ہی نہ پڑے جن سے ناانصافی اور فرقہ واریت کو فروغ ملتا ہے۔ یہ سرکاری سطح پر تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب کی تبدیل شدہ سماجی حالات کے ساتھ مطابقت ہونی چاہئے اور سائنسی ٹیکنولاجیکل ترقی کے اتباع میں ہونی چاہئے۔ نفرت اور مذہبی تعصب کی بنیاد کو ختم کرنا ہوگا۔ عبادت گاہوں میں نفرت بھری تقریروں اور تحریروں کی نشر و اشاعت کو روکنا ہوگا۔ پاکستان کے میڈیا ہاؤسز کو توہین مذہب کے حوالے سے خبریں دیتے وقت بہت زیادہ احتیاط کرنا ہوگی۔ سیاسی رہنماؤں کو یہ جاننا چاہئے کہ سماج کو کس طرح ذمہ دار اور انصاف پر مبنی قانون کا پابند بنایا جا سکتا ہے۔

بین الاقوامی کمیونٹی کو دیکھنا ہوگا کہ شہری اور سیاسی حقوق پر ہونے والے بین الاقوامی معاہدے مجریہ **1964**ء اور یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس **1949**ء اور عدم برداشت کی تمام صورتوں کے خاتمے سے متعلق اعلان نامے اور مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر تفریق سے متعلق **1981**ء کے ڈیکلریشن جن کو پاکستان نے تسلیم کیا اور اُن کا حصہ بنا ہے، پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ پاکستان میں قائم ہونے والی تمام حکومتوں کو بین الاقوامی فورموں پر جوابدہ ہونے کے لیے سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ریاست کو مجبور کرنا ہوگا کہ وہ بین الاقوامی قانون اور معاہدوں کا احترام کرے۔

موجودہ صورتحال پاکستانی سماج اور وفاق پاکستان کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ اختلاف رائے پیدا کرنے والا یہ انتہائی خطرناک عمل ہے جس کو ختم کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ عوام کی زندگیوں کا تحفظ ممکن ہو سکے۔ اس حوالے سے ہمیں اپنے سماجی مذہبی اور سکیورٹی کے تحفظات کے حوالے سے نئی سوچ اور انقلابی فکر اختیار کرنی پڑے گی۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پاکستانی سماج مکمل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔ امتیازی قوانین کی موجودگی کے باعث ناانصافی مستقل طور پر برقرار رہے گی۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ فوری طور پر ایسے اقدامات کئے جائیں مذہب اور عقیدہ ریاستی معاملات سے الگ رہیں۔ ریاستی امور میں افراد کی مذہب اور عقیدہ داخل نہ ہو سے الگ کیا جا سکے۔

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

ایچ آر سی پی نے ملک کے مختلف حصوں میں تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا

> انتہا پسندی ایک سوچ کا نام ہے جس کو ہم زبردستی کسی اور پر مسلط کرتے ہیں۔اپنی سوچ کو جبری طور پر منوانے کے لئے طاقت کا استعمال کرنے اور تشدد کی حد تک جانے کو انتہا پسندی کہتے ہیں۔انتہا پسندی کی مختلف صورتیں ہیں۔ان میں مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، لسانی انتہا پسند، نسلی انتہا پسندی، سماجی انتہا پسندی اور دیگر کئی اقسام شامل ہیں۔ ہم انتہا پسندی کی جس شکل سے زیادہ متاثر ہیں وہ ہے مذہبی انتہا پسندی۔مذہبی انتہا پسندی ہمارے ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔جس کی وجہ سے ملک کے تمام ادارے متاثر ہیں۔عقیدے کے نام پر لوگوں کو تقسیم کرنا اور اپنے عقائد کو دوسروں پر زبردستی مسلط کرنا اور مسلک کی بنیاد پر دیگر انسانوں کو قتل کرنے کا سلسلہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ہم نے مذہب اور معاشرت کو آپس میں ملا دیا ہے۔مذہب ہمیں امن وسلامتی اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔

تحصیل ڈاغونی 11-12 ستمبر 2015ء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (HRCP) کے زیر اہتمام انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے عنوان سے گلگت بلتستان کی تحصیل ڈاغونی میں 11-12 ستمبر کو دو روزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی۔ ورکشاپ میں مختلف موضوعات پر بات کی گئی جن میں انسانی حقوق کے فروغ تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل، میڈیا کی ہے، اس کی مختلف اقسام، بدلتے رجحانات اور انتہا پسند کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار اور زرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کو تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنونِ لطیفہ کا کردار، جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق شامل تھے۔شرکاء میں اساتذہ، وکلاء، سماجی کارکن، طلبہ اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ ورکشاپ میں 26 خواتین سمیت 38 افراد نے شرکت کی۔

انسانی حقوق کے فروغ تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ احمد بزدار

سب سے پہلے ہم جانیں گے کہ آئین اور قانون کے تحت ہمارے کونسے حقوق اور فرائض ہیں۔ہم اپنے حقوق کے حصول اور فرائض کی ادائیگی میں کس حد تک کامیاب ہیں۔ اس بات پر غور کرنا بھی ضروری ہے کہ ہوسکتا ہے ہمارے فرائض کسی اور کے حقوق ہوں۔اسی طرح اگر ہم دیانت داری سے اپنے فرائض انجام دیں تو دوسروں کی حق تلفی نہیں ہوگی اور معاشرے میں تمام لوگوں کو ان کے جائز حقوق ملیں گے۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کی دیگر معاشروں کی حالت بھی صدیوں پہلے ہمارے معاشرے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔مگر وقت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی بقاء کے لئے کوششیں کی اور مختلف تحریکوں اور تنظیموں کی مدد سے اپنے حقوق کے حصول کیلئے جدوجہد کی اور انہیں کامیابی بھی ملی۔ کسی بھی معاشرے میں حقوق کے فروغ کیلئے سول سوسائٹی کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔انسانی حقوق کے کارکنوں اور سول سوسائٹی تنظیموں کی مسلسل کوششوں اور جدوجہد کی وجہ سے اس تحریک کو فروغ ملا جس کی بدولت 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کا چارٹر سامنے آیا جس میں تمام انسانوں کے حقوق کو برابری ملی اور مختلف تفرقات کی بنا پر جن لوگوں کی حق تلفی ہورہی تھی ان کو بھی دوسرا انسانوں کے برابر لایا گیا۔ انسانی حقوق کے اس منشور کو سامنے رکھ کر پاکستان کا آئین بنایا گیا جس میں ملک کے تمام شہریوں کو برابر حقوق دینے کے لئے ریاست کو پابند کیا گیا۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تمام شہریوں کو بنیادی حقوق فراہم کرے۔شہریوں پر بھی لازم ہے کہ وہ قانون کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہمارے زندگی پر اثرات اور ان کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل

محمد یوسف کاشف

انتہا پسندی ایک سوچ کا نام ہے جس کو ہم زبردستی کسی اور پر مسلط کرتے ہیں۔اپنی سوچ کو جبری طور پر منوانے کے لئے طاقت کا استعمال کرنے اور تشدد کی حد تک جانے کو انتہا پسندی کہتے ہیں۔انتہا پسندی کی مختلف صورتیں ہیں۔ان میں مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، لسانی انتہا پسند، نسلی انتہا پسندی، سماجی انتہا پسندی اور دیگر کئی اقسام شامل ہیں۔ ہم انتہا پسندی کی جس شکل سے زیادہ متاثر ہیں وہ ہے مذہبی انتہا پسندی۔ مذہبی انتہا پسندی ہمارے ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے جس کی وجہ سے ملک کے تمام ادارے متاثر ہیں۔عقیدے کے نام پر لوگوں کو تقسیم کرنا اور اپنے عقائد کو دوسروں پر زبردستی مسلط کرنا اور مسلک کی بنیاد پر دیگر انسانوں کو قتل کرنے کا سلسلہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ہم نے مذہب اور معاشرت کو آپس میں ملا دیا ہے۔مذہب ہمیں امن وسلامتی اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔کوئی بھی مذہب برائی اور نفرت کا درس نہیں دیتا۔لیکن چند عناصر اپنے ذاتی مفادات کے لئے مذہب کا ستعمال کرتے ہیں۔ان کا مقصد لوگوں کو لڑا کر اپنا مفاد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ سماجی انتہا پسندی کی بات کی جائے تو اس کی بہت ساری شکلیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جن میں خواتین کو حقوق سے محروم رکھنا، غیرت کے نام پر ان کا قتل کرنا، بچوں کے ساتھ ناروا سلوک کرکے انہیں قتل کرنا اور معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کو انسان نہ سمجھنا اور ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرنا شامل ہیں۔اسی طرح الیکشن کے دنوں میں مسلک اور قومیت کی بنیاد پر ووٹ دینا بھی انتہا پسندی ہے۔عورتوں کو ووٹ کے حق سے محروم رکھنا اور ان سے زبردستی ووٹ ڈلوانے کی بھی مثالیں موجود ہیں۔ انتہا پسندی کی ان تمام صورتوں نے ہمارے معاشرے کو تباہی و بربادی کے دہانے پہ لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ایسی صورتحال میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم انتہا پسندانہ رویوں کو ختم کرنے کیلئے مل کر جدوجہد کریں اور ایک دوسرے کے عقائد، رسم ورواج اور دیگر مذاہب کا احترام کریں اور بھائی چارے کو فروغ دیں۔

میڈیا کی ہے، اس کی مختلف اقسام، بدلتے رجحانات اور انتہا پسند کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار اور زرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

حفیظ بزدار

میڈیا لفظ میڈیم سے نکلا ہے، یعنی ہر وہ ذریعہ جس سے خبر دوسروں تک پہنچے وہ میڈیا کہلاتا ہے۔ میڈیا کے تین

بنیادی اقسام ہیں۔ ریاستی میڈیا (State media)، نجی میڈیا (Private media) اور متبادل میڈیا (Alternative media)۔ ریاستی میڈیا میں وہ اخبارات، ریڈیو سٹیشن اور ٹیلی وژن چینلز شامل ہیں جن پر ریاست کا براہ راست کنٹرول ہوتا ہے اور یہ صرف ریاست کے پالیسی کے مطابق ریاستی مفاد پر مبنی خبروں کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ نجی میڈیا کاروبار کی طرح ہے جن کے اپنے ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔ اپنی مقبولیت میں اضافہ کرنے کیلئے یہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑا کر کے پیش کرتے ہیں۔ ہمارا میڈیا سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔ انتہا پسندی کے فروغ میں میڈیا کا کردار اہم ہے۔ متبادل میڈیا میں فیس بک، ٹوئٹر، سکائپ اور انٹرنیٹ کے دیگر ذرائع شامل ہیں جن کی وجہ سے لوگ معلومات اور خبریں فراہم کرتے ہیں۔ میڈیا کے شعبے میں رپورٹر کا کردار اہم ہوتا ہے۔ ایک رپورٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ پیشہ ور ہو اور صحافت کے بنیادی اصولوں سے بھی واقف ہو، تاکہ وہ تحقیق کی بنیاد پر رپورٹنگ کرے۔ لیکن ہمارے ہاں صحافی بننے کیلئے کوئی معیار مقرر نہیں ہے۔ میڈیا مالکان اخراجات کم کرنے کیلئے غیر تربیت یافتہ افراد کو نمائندہ بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کم تعلیم یافتہ اور غیر تربیت یافتہ افراد صحافتی اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر رپورٹنگ نہیں کرتے۔ صحافت میں گیٹ کیپر کا کردار اہم ہوتا ہے جو خبروں کو جانچ پڑتال کے بعد آگے منتقل کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جو رپورٹر سے لیکر ایڈیٹر تک سب پر لاگو ہونی ہے۔ ان کی ذمہ داری میں شامل ہے کہ وہ مکمل تحقیق کے بعد اصل خبر کو لوگوں تک پہنچائے اور ایسی خبریں جن کی وجہ سے معاشرے میں انتشار اور نفرت پیدا ہونے کا خدشہ نہیں لوگوں تک نہ پہنچائیں۔ صحافت سے منسلک افراد کی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کو تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

فدا حسین

انسان کی تربیت ماں کے گود سے شروع ہوتی ہے اس کے بعد گھر کے ماحول اور سوسائٹی کا انسان کی تربیت اور ارتقاء میں اہم کردار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سکول، کالج اور یونیورسٹی تک انسان جو کچھ سیکھتا ہے اس کا اثر روّیوں اور کردار میں نظر آتا ہے۔ ایک بچہ سکول جاتا ہے تو وہ ایک کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے۔ اسے اچھائی اور برائی کی تمیز نہیں ہوتی۔ استاد اس کو سکول میں رائج نصاب کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ اس بچے کے دماغ کے اندر مثبت سوچ پیدا کرنے کے لئے نصاب کا کردار اہم ہے۔ لیکن ہمارے نصاب میں وہ تمام خصوصیات موجود نہیں ہیں جو ایک فرد کو با کردار شہری اور اچھا انسان بنانے کے لئے کافی ہوں۔ ہم ایک انتہا پسند معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے نصاب میں ایسے کئی مواد شامل ہیں جن سے انتہا پسندانہ روّیوں کو فروغ ملتا ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کا سب سے بڑا مسئلہ ماورائے عدالت قتل، ٹارگٹ کلنگ، جبری گمشدگی اور تفتیش کے نام پر بے جا ایذا رسانی ہیں۔ اس کے علاوہ غیر منصفانہ عدالتی نظام اور غیر آزاد عدلیہ بھی انتہا پسندانہ سوچ کے محرکات ہیں۔ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہمارے موجودہ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو جگہ دینے کے بجائے ماضی کے جنگی کارناموں اور بادشاہوں کے فتوحات کی کہانیوں کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے جس سے بچوں کے اندر تعصّبانہ اور جارحانہ سوچ پروان چڑھتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں یکساں تعلیمی نصاب رائج ہونا چاہئے۔ موجودہ نصاب بہت پرانا اور بوسیدہ ہوگیا ہے جس میں بہت سی خامیاں ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ نصاب کی تجدید ہونی چاہئے اور اس میں موجود بوسیدہ مضامین کو نکال کر ان کی جگہ اخلاقیات، جدید سائنس اور انسانی حقوق سے متعلق مضامین شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

انسان کی تربیت ماں کے گود سے شروع ہوتی ہے اس کے بعد گھر کے ماحول اور سوسائٹی کا انسان کی تربیت اور ارتقاء میں اہم کردار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سکول، کالج اور یونیورسٹی تک انسان جو کچھ سیکھتا ہے اس کا اثر روّیوں اور کردار میں نظر آتا ہے۔ ایک بچہ سکول جاتا ہے تو وہ ایک کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے۔ اسے اچھائی اور برائی کی تمیز نہیں ہوتی۔ استاد اس کو سکول میں رائج نصاب کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ اس بچے کے دماغ کے اندر مثبت سوچ پیدا کرنے کے لئے نصاب کا کردار اہم ہے۔ لیکن ہمارے نصاب میں وہ تمام خصوصیات موجود نہیں ہیں جو ایک فرد کو با کردار شہری اور اچھا انسان بنانے کے لئے کافی ہوں۔ ہم ایک انتہا پسند معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

منظور حسین

جمہوریت ایک ایسا نظامِ حکومت ہے جس میں ریاست کے تمام افراد رائے دہی کے ذریعے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں تاکہ وہ عوام کے مفادات اور حقوق کے تحفظ کے لئے بہتر طریقے سے امور انجام دے سکیں۔ جمہوریت سے مراد عوام کی حاکمیت ہے تاکہ آئین وقانون سازی میں عوام کی مرضی شامل ہوں اور اظہار رائے کی آزادی ہو۔ اس کے علاوہ شہریوں کو تمام بنیادی حقوق حاصل ہوں۔ ایک جمہوری ریاست رنگ و نسل، زبان اور مسلک کی بنیاد پر شہریوں میں امتیاز پیدا نہیں کرتی بلکہ تمام شہریوں کو بلا امتیاز بنیادی حقوق فراہم کرتی ہے۔ انسانی حقوق کا جمہوریت کے ساتھ باہمی تعلق ہے۔ ایک جمہوری حکومت ہی ریاست کے عوام کو برابری کی بنیاد پر حقوق فراہم کر سکتی ہے۔ جس نظام میں انصاف اور قانون کی بالادستی نہ ہو وہاں انسانوں کو ان کے جائز حقوق نہیں ملتے۔ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے لیکن بد قسمتی سے یہاں حقیقی جمہوریت نظر نہیں آتی۔ یہاں لوگوں کو اظہارِ رائے کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ اقلیتوں کے گھر جلائے جاتے ہیں اور انھیں گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی اس ملک کے برابر کے شہری ہیں۔ چند سالوں سے ملک میں ہونے والی انتہا پسندانہ کاروائیوں اور دہشت گردی کے واقعات کی وجہ سے ملکی معیشت پر برے اثرات مرتب ہوئے۔ غیر ملکی سرمایہ کار واپس چلے گئے جس کی وجہ سے بے روزگاری میں کافی حد تک اضافہ ہوا۔ گلگت بلتستان میں سیاحت کا شعبہ بری طرح متاثر ہوا ہے۔ ملکی حالات او رگلگت بلتستان میں ہونے والے دہشت گردی کے چند واقعات کی وجہ سے سیاح خوفزدہ ہوگئے ہیں اور پہلے کی نسبت بہت کم غیر ملکی سیاح ان علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔

میرپور ماتھیلو 13-14 ستمبر 2015ء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے ''انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار'' کے فروغ کے عنوان سے 13-14 ستمبر 2015 کو تعلقہ میرپور ماتھیلو ضلع گھوٹکی میں دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں درج ذیل موضوعات پر تربیت کاروں نے لیکچر دیئے: جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق، انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، میڈیا کیا ہے، اس

کے مختلف اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہاپسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار، مذہبی ومسلکی، ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور نفرت وتعصب کے انسداد کیلئے لائحہ عمل، طرزفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت۔ سہولت کاروں میں جمیلہ منگی، ندیم عباس، علی، نظام بھرچونڈ، ناہید اختر، لال بخش گھوٹو شامل تھے اور تربیتی ورکشاپ میں شریک ہونے والے شرکاء میں تعلقہ میرپور ماتھیلو کے مختلف علاقوں اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے 25 افراد نے شرکت کی۔ تربیتی ورکشاپ کے دوران شرکاء کو دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں جن میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جدوجہد پر مبنی وڈیو ڈاکومنٹری "ہم انسان" اور "لوٹ جاتی اُدھر کو بھی نظر" شامل تھیں جنہیں شرکاء نے بے حد پسند کیا۔ تربیتی ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کے ذریعے تعلقہ میرپور ماتھیلو میں انسانی حقوق کی صورتحال کا ایک جائزہ بھی لیا گیا جس میں شرکاء نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

جمیلہ منگی ریجنل کوآرڈینیٹر (ایچ آر سی پی)

اس ورکشاپ میں شرکت کرنے پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق آپ سب کا شکرگزار ہے۔ اس ورکشاپ کا مقصد پاکستان کو درپیش مسائل کا تجزیہ کرنا ہے تاکہ ان مسائل کا ممکنہ حل تلاش کیا جاسکے۔ اس وقت پاکستان کو درپیش سب سے سنگین مسئلہ انتہاپسندی ہے جو دیمک کی طرح ہمارے ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے پاکستان کے مختلف اضلاع میں ورکشاپ منعقد کرنے کے بعد تعلقہ کی سطح پر بھی ورکشاپ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اس کے بڑھتے ہوئے اثرات سے بچا جاسکے جو ہماری انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے مہلک ہیں۔ ملک میں بڑھتی ہوئی انتہاپسندی نے انسانی حقوق کی پامالی اور مذہبی اختلافات میں اضافہ کردیا ہے۔ ہمیں اس وقت رواداری اور برداشت جیسے تصورات کو فروغ دینا چاہیے۔ اور روشن خیال لوگ پیدا کرنے چاہیے۔

تعلقہ میرپور ماتھیلو میں انسانی حقوق کی صورتحال اور علاقے کے بنیادی مسائل

تعلقہ میرپور ماتھیلو میں انسانی حقوق کی صورتحال تسلی بخش نہیں ہے۔ یہاں پر صحت اور تعلیم کی صورتحال اچھی نہیں۔ عورتوں اور بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی عام ہے۔ تحصیل میں کاروکاری، کم عمر بچیوں کی شادی، خون کے عوض وٹہ سٹہ کا رشتہ دینا عام ہے۔ تعلقہ میرپور ماتھیلو میں ڈیراشاہی نظام کی وجہ سے عام انسان زندگی اپنے مرضی سے نہیں گذار پا رہا۔ یہاں پر مذہبی سیاسی اور سماجی انتہاپسندی عروج پر ہے۔

جمہوریت، انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

لال بخش گھوٹو

جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں افراد خود ہی اپنے حکمران ہوتے ہیں، یعنی وہ اپنے نمائندے منتخب کرلیتے ہیں جوان پر حکومت کریں۔ جمہوریت کی ایک تعریف یوں ہے: یہ ایک ایسا نظام ہے کہ جس میں آپ دوسروں کے اختلاف رائے کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔

آج دنیا میں رائج تمام طرزحکومت میں سے بہترین طرزحکومت جمہوریت ہے۔ جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اسی نظام میں ہرشخص اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے نمائندے منتخب کرنے کا حق استعمال کرتا ہے۔ عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل حکومت ہی ایک جمہوری سیاسی نظام کے تحت ایک متفقہ دستور کی پاسداری کرتے ہوئے انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی بناسکتی ہے۔ جمہوریت اور انسانی حقوق لازم وملزوم ہیں اور یہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ ایسے جمہوری سیاسی نظام کا تصور کرنا ممکن نہیں جو اپنے شہریوں کے سیاسی حقوق کو یقینی نہ بنائے۔

انسانی حقوق کی بات جتنی سادہ لگتی ہے اتنی ہے نہیں۔ انسان جس معاشرے میں رہتا ہے اس کا اثر اس کی سوچ پر ضرور پڑتا ہے۔ انسان کی عظمت یا احترام، انسان کی آزادی، مساوات اور بھائی چارہ یہ وہ چار بنیادی ستون ہیں جن پر انسانی حقوق کے اعلامیہ (1948ء) کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے 30 نکات تشکیل دیے گئے۔ انسان کے بنیادی حقوق میں سماجی مساوات، ترقی کے مساوی مواقع کی فراہمی، سماجی، معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں مساوی شرکت، اظہار رائے کا حق، قانونی تحفظ، تعلیم، خوراک اور باعزت روزگار کا حق، سماجی تحفظ، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کا حق وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال انتہائی مایوس کن ہے۔

جمہوریت اور انسانی حقوق: آج دنیا میں رائج تمام طرز حکومت میں سے بہترین طرز حکومت جمہوریت ہے۔ جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اسی نظام میں ہرشخص اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے نمائندے منتخب کرنے کا حق استعمال کرتا ہے۔ عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل حکومت ہی ایک جمہوری سیاسی نظام کے تحت ایک متفقہ دستور کی پاسداری کرتے ہوئے انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی بناسکتی ہے۔ جمہوریت اور انسانی حقوق لازم وملزوم ہیں اور یہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ ایسے جمہوری سیاسی نظام کا تصور کرنا ممکن نہیں جو اپنے شہریوں کے سیاسی حقوق کو یقینی نہ بنائے۔ یہ حقوق جمہوری آئین میں بنیادی حقوق کے طور پر شامل کیے جاتے ہیں۔ اگر کسی ملک میں جمہوریت کے معیار کا تعین کرنا ہو تو اس کا بنیادی پیمانہ اس ملک میں انسانی حقوق کی حالت ہے۔ اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ حقوق لوگوں کو حقیقی معنوں میں دستیاب ہیں تو انسانی حقوق کے تین پہلوؤں کا جائزہ لینا ضروری ہے: اول، آئینی اور قانونی دستاویز میں لوگوں کو کس قسم کے حقوق دستیاب ہیں؟ دوئم، کیا لوگوں کے پاس ان حقوق سے مستفید ہونے کے مساوی مواقع موجود ہیں؟ شہری وسیاسی حقوق کے حوالے سے حقائق کیا ہیں؟ کیا ریاست ان حقوق کے تحفظ اور فروغ کے قابل اور آمادہ ہے؟ ثالثاً، یہ حقوق عدالتوں کے ذریعے قابل رسائی ہونے چاہئیں۔ اگر حکومت، سیاسی اور سماجی گروہوں یا افراد کی جانب سے حقوق کی پامالی ہو تو شہریوں اور ان کے گروہوں کے پاس عدالتی تلافی کا موقع ہونا چاہیے۔ محض ریاست کے استبدادی قوانین اور اقدامات سے ہی شہری وسیاسی حقوق کو خطرات لاحق نہیں ہوتے۔ افراد اور سماجی گروہ بھی غیرقانونی اقدامات، خوف وہراس اور تشدد کا سہارا لے کر شہری وسیاسی حقوق کے لیے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ انتہاپسندانہ سیاسی اور نظریاتی مطمع نظر رکھنے والے گروہ اختلاف رائے رکھنے والوں کی طرف رخ کرتے ہیں اور بعض اوقات دوسروں پر اپنے خیالات مسلط کرنے کے لیے تشدد کا استعمال کرتے ہیں۔ جمہوری ریاست اس امر کی متقاضی ہے کہ مذہبی ولسانی اقلیتوں اور پسماندہ طبقوں کے حقوق کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ تمام شہریوں کو آئین اور قانون میں درج شدہ حقوق سے مستفید ہونے اور قومی دھارے میں شامل ہونے کا مساوی موقع ملنا چاہیے۔ اسی طرح خواتین کے حقوق ومفادات کو بھی تحفظ ملنا چاہیے تاکہ وہ اپنی فطری استعداد کو فروغ دے سکیں اور قومی ترقی میں موثر کردار ادا کرسکیں۔

انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق: کسی بھی ملک یا معاشرے میں جب تک بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی نہیں بنایا جاتا اس وقت تک اس معاشرے میں امن و استحکام ممکن نہیں۔ معاشی ترقی اور جمہوریت کیلئے امن کا قیام اور ترقیاتی عمل میں عوام کی شمولیت لازم وملزوم ہیں۔ معاشی ترقی کیلئے ملک میں مضبوط جمہوری ادارے اور سیاسی استحکام بہت ضروری ہیں۔ جمہوریت شراکتی سماجی ومعاشی ترقی پر زور دیتی ہے۔ ترقیاتی عمل کے دو مراحل میں لوگوں کی شرکت کو یقینی بنانا بہت ضروری ہے: اول ، سماجی و معاشی ترقی کے پروگراموں کی ضرورت کا جائزہ اور تشکیل۔ دوئم ،منصوبوں کا نفاذ اور نظر ثانی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ترقی کی ضرورت کا جائزہ متعلقہ کمیونٹی کی شمولیت کی بغیر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ترجیحات کے تعین اور منصوبے شروع کرنے کے معاملات میں متعلقہ کمیونٹی کی مشاورت بہت ضروری ہے۔ اس سے ان میں احساس ملکیت پیدا ہوتا ہے۔ ترقیاتی منصوبوں میں لوگوں کی رائے کو شامل کرنا ان کا بنیادی جمہوری حق ہے۔ معاشی ترقی کا تعلق براہ راست انسانی وسائل ، معاشی وقدرتی وسائل کی ترقی سے ہے اور ایسے منصوبوں کی تمام مراحل میں لوگوں کی مشاورت اولین اہمیت رکھتی ہے۔ بہتر تعلیم ،صحت کی بہتر سہولیات اور پینے کے صاف پانی تک رسائی، بہتر شاہراہوں اور دیگر بنیادی سہولیات کی فراہمی ہر جمہوری حکومت کا فرض اور لوگوں کا حق ہے اس لئے ایسے تمام منصوبوں میں لوگوں سے مشاورت بہت ضروری ہے۔ منصوبوں کے نفاذ اور نظر ثانی میں بھی یہ مشاورتی عمل جاری رہنا چاہیے۔ کمیونٹی کی شراکت سے ترقیاتی عمل زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے اور کمیونٹی اور حکومت کے مابین مستحکم تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ کمیونٹی کی مشاورت اور شراکت یقینی بنانے کا ایک بہترین طریقہ منتخب کردہ مقامی حکومت ہے جس کے ذریعے ترقیاتی کام کی بنیاد رکھی جانی چاہئے۔ جمہوریت اوپر کی سطح سے ترقی کے تصور کو رد کرتی ہے جو کہ ایک استعماری تصور ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں اقرباء پروری اور رشوت کو فروغ ملتا رہا ہے۔ رشوت اور اقرباء پروری ہی انسانی حقوق کی فراہمی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور سماجی و معاشی پسماندگی کی بنیادی وجہ ہے۔ سماجی و معاشی پسماندگی اور محرومی جمہوریت پر بہت برے اثرات مرتب کرتی ہے۔ ان سے نجات کا واحد ذریعہ اجتماعی سوچ اور سیاسی شعور کے ذریعے جمہوری روّیوں کا فروغ ، قانون کی حکمرانی اور تمام طبقات کو شہری و سیاسی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانے میں ہے۔ یہ سب کچھ اسی وقت ہوسکتا ہے جب لوگوں کو فوقیت دی جائے کیونکہ ملکوں کی آزادی و خودمختاری لوگوں کی آزادی وخودمختاری سے مشروط ہے۔

انسانی حقوق کا فروغ،حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

ندیم عباس

حقوق معاشرتی زندگی کی وہ شرائط ہیں جن کے بغیر انسان اپنے ذاتی کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ حقوق دراصل معاشرتی زندگی کی بعض ایسی شرائط ، چیزیں یا سہولیات ہوتی ہیں جو اگر انسان کو مل جائیں تو وہ اپنی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے مطابق ترقی کر سکے گا۔ اگر وہ انسان کو نہ ملیں تو وہ اپنی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے مطابق ترقی نہیں کر سکے گا۔ یہی

> کمیونٹی کی شراکت سے ترقیاتی عمل زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے اور کمیونٹی اور حکومت کے مابین مستحکم تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ کمیونٹی کی مشاورت اور شراکت یقینی بنانے کا ایک بہترین طریقہ منتخب کردہ مقامی حکومت ہے جس کے ذریعے ترقیاتی کام کی بنیاد رکھی جانی چاہئے۔ جمہوریت اوپر کی سطح سے ترقی کے تصور کو رد کرتی ہے جو کہ ایک استعماری تصور ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں اقرباء پروری اور رشوت کو فروغ ملتا رہا ہے۔

وجہ ہے کہ ہر انسان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اُسے اس کے جائز حقوق ملیں تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکے۔، دنیا میں انسانی حقوق کا تصور یوں تو اُتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ خود انسانی وجود۔ مورخین، محققین اور سائنس دانوں کے مطابق انسان آج سے دس لاکھ سال پہلے پیدا ہوا ہے۔ انسانی حقوق کا تصور اُس وقت پیدا ہوا جب چھ ہزار سال پہلے آقا اور غلام طبقات پیدا ہوئے جن کی بنیاد پر ریاست پیدا ہوئی۔ پھر ریاستی جبر کا آغاز ہوا اور آقاؤں نے غلاموں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے اور اُن سے طرح طرح کے کام لئے۔ غلاموں نے پہلے پہل تو یہی سمجھا کہ شاید یہ سب کچھ ہماری قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اُن میں شعور پیدا ہوا اور انہوں نے مزاحمت شروع کی جس سے انسانی حقوق کی تحریک کی ابتدا ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے حقوق کی خاطر جانی قربانیاں بھی دیں جس کی سب سے پرانی مثال 71 سال قبل مسیح کے روم میں غلاموں کے سربراہ سپارٹیکس کے ساتھ چھ ہزار باغی غلاموں کی پھانسی کی مثال ہے۔ اس پر بیسویں صدی کے وسط میں امریکی ناول نویس ہارورڈ فاسٹ نے سپارٹیکس ہی کے نام سے ایک شاندار ناول لکھا جو 1951ء میں شائع ہوا۔ سپارٹیکس اور اس کے ساتھیوں کی دردناک اجتماعی قربانی کے واقعے سے پہلے اور اس کے بعد انفرادی طور پر بھی کئی جانی قربانیاں دی گئیں۔ ایتھنز کے سقراط، اٹلی کے گیارڈانو برنو، فرانس کی جون آف آرک، عراق کے حسین بن منصور حلاج اور ایران کی قرۃ العین طاہرہ اس معاملے میں کافی مشہور ہیں۔ منظّم اجتماعی جدوجہد اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں فرانسیسی انقلاب (1784-1799ء) کے دوران ایک تین لفظی نعرے Freedom, Equality and Friendship سے شروع ہوئی یعنی آزادی، مساوات اور دوستی۔ اُس دور میں یہ نعرہ خوبصورت خواب سے زیادہ کچھ نہیں تھا لیکن اُس کے ڈیڑھ سو سال بعد 1946ء کے آغاز میں اُس خوبصورت خواب کی تعبیر نظر آنے لگی کیونکہ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ایک 15 رکنی انسانی حقوق کمیشن تشکیل دی گئی جس نے جنوری 1947ء میں اپنے پہلے اجلاس میں اپنی سفارشات مرتب کیں ۔ پھر اُنہی سفارشات کی بنیاد پر 10 دسمبر 1948 کو انسانی حقوق کا عالمی منشور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی جانب سے منظور کیا گیا جو 30 دفعات پر مشتمل ہے اور پھر یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ تمام ممبر ممالک انسانی حقوق کے اس عالمی منشور کو اپنے دساتیر اور تعلیمی نصابات میں شامل کریں۔

10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کے عالمی منشور کی منظوری اور ممبر ملکوں کے دساتیر اور تعلیمی نصابات میں اُسے شامل کرنے کے فیصلے کے بعد آہستہ آہستہ تمام ممبر ملکوں نے اسے اپنے دساتیر اور تعلیمی نصابوں کا حصہ بنا دیا۔ خود پاکستان نے اسے اپنے 1956ء کے پہلے دستور کا حصہ بنا کر اعلٰی عدالتوں کے ذریعے نافذ کیا اور اس کے تحفظ کی ضمانت دی۔ 1962ء کے دستور میں پہلے پہل تو بنیادی حقوق کو دستور کا حصہ بنانے کی بجائے حکمت عملی کے اصولوں کا حصہ بنایا گیا تھا۔ لیکن 1963ء میں پہلی ترمیم کے ذریعے انہیں آئین کا حصہ بنا دیا گیا جبکہ 1963ء کے دستور میں 1956ء کے دستور کی طرح شروع ہی میں انسانی حقوق کو دستور کا حصہ بنا دیا گیا۔ اسی طرح انسانی حقوق کے عالمی منشور کو پاکستان میں سوکس اور پولیٹیکل سائنس کے تعلیمی نصاب کا حصہ بھی بنا دیا گیا اور اس کی درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا جو مسلسل جاری ہے۔ پاکستان میں اس عالمی منشور کی اُن دفعات کو دساتیر اور تعلیمی نصابات میں شامل کرنے سے گریز کیا گیا ہے جنہیں ماہرینِ قانون وتعلیم کی نظر میں اسلامی تعلیمات سے متصادم قرار دیا گیا ہے۔

انسانی حقوق کی دو بنیادی اقسام ہیں، جن میں اخلاقی حقوق اور قانونی حقوق شامل ہیں۔ اخلاقی حقوق سے مراد وہ حقوق ہوتے ہیں جو مروّجہ اخلاقی اقدار اور رسوم و رواج پر مبنی ہوں جنہیں معاشرہ تو تسلیم کرے مگر ریاست کی سرپرستی حاصل نہ ہو۔ مثال کے طور پر بچوں کا یہ اخلاقی حق ہے کہ والدین انہیں اچھی تعلیم و تربیت دیں، والدین کا یہ اخلاقی حق ہے کہ بڑھاپے میں بچے اُن کی خدمت کریں۔ چھوٹوں کا یہ اخلاقی حق ہے کہ بڑے اُن سے پیار کریں، بڑوں کا یہ اخلاقی حق ہے کہ چھوٹے اُن کی عزت کریں۔ بیوی کا یہ اخلاقی حق ہے کہ شوہر اُس سے اچھا سلوک کرے، شوہر کا یہ اخلاقی حق ہے کہ بیوی اُس کی خدمت کرے تاہم اگر کوئی شخص اس قسم کے حقوق فراہم نہیں کرتا تو قانون اُسے مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُسے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔ قانونی حقوق سے مراد وہ حقوق ہوتے ہیں جنہیں ریاست نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ نافذ بھی کرتی ہے۔ اُنہیں قانون کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے، اُن کی بقاء و تحفظ کیلیئے ملک میں قوانین نافذ کئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان حقوق کی خلاف ورزی کرے تو اُس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر کے بذریعہ عدالت اسے سزا دی جا سکتی ہے۔ انسانی حقوق دراصل اخلاقی حقوق کو نہیں بلکہ صرف قانونی حقوق کو کہا جاتا ہے جن کی تین بڑی اقسام ہوتی ہیں، جن معاشرتی حقوق، سیاسی حقوق اور معاشی حقوق شامل ہیں۔

معاشرتی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا تعلق انسان کی روزمرّہ زندگی سے ہے۔ ان حقوق کی آئے دن ضرورت پڑتی رہتی ہے جن میں حق زندگی، حق تعلیم، حق صحت، حق معاہدہ، حق مذہب، حق خاندان، حق تحریر و تقریر، حق ثقافت و زبان، حق مساوات بنظر قانون، حق نقل و حرکت، حق اشتراک فکر و عمل، حق اخفائے خط و کتابت، معاشرتی انجمنیں بنانے کا حق وغیرہ شامل ہیں۔

سیاسی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کی بدولت ایک شہری اپنے ملک کے سیاسی اور انتظامی امور میں حصہ لے سکتا ہے، جن میں حق رائے دہی، حق نمائندگی، سرکاری عہدے پر فائز ہونے کا حق، حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا حق، حقِ شکایت و عذرداری، سیاسی جماعتیں بنانے کا حق، اپنے جائز مطالبات منوانے کیلیئے جلسہ، جلوس، ہڑتال اور مظاہرے کا حق وغیرہ شامل ہیں۔

معاشی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کی بدولت ضروریات زندگی کی تکمیل ہو سکے جن میں حق خوارک، حق لباس، حق رہائش، حق علاج و معالجہ، حق مال و جائداد، حق روزگار، معقول تنخواہ اور معاوضے کا حق، مناسب اوقاتِ کار کا حق، بڑھاپا، بیماری، محتاجی، ریٹائرمنٹ اور ناکارہ ہونے کی صورت میں ریاستی امداد کا حق وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تینوں حقوق ایسے ہیں جنہیں مشترک حقوق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تمام طبقات کے مشترک حقوق بھی ہوتے ہیں۔

میڈیا کیا ہے، اس کے مختلف اقسام، بدلتے ہوئے روحجانات اور انتہاپسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

ناہید اختر

میڈیا کی تین اقسام ہیں سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونکس میڈیا۔ پاکستانی میڈیا کا کردار نہایت افسوس ناک رہا ہے۔ پاکستانی پرائیویٹ چینلز نے کے رپورٹرز زیادہ تر نیم خواندہ اور ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ اس لئے پرائیویٹ میڈیا چینلز جو کچھ بڑھ چڑھ کی دکھاتے ہیں اس میں بہت سی چیزیں

میڈیا کی تین اقسام ہیں سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونکس میڈیا۔ پاکستانی میڈیا کا کردار نہایت افسوس ناک رہا ہے۔ پاکستانی پرائیویٹ چینلز نے کے رپورٹرز زیادہ تر نیم خواندہ اور ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ اس لئے پرائیویٹ میڈیا چینلز جو کچھ بڑھ چڑھ کی دکھاتے ہیں اس میں بہت سی چیزیں صحافتی آداب کے منافی ہوتی ہیں۔ ان چینلز پر خبروں کی مقابلہ بازی اور ٹی وی نیوز کی وجہ سے ہمارے معاشرے پر بہت بڑا اثر پڑ رہا ہے اور انتہاپسندی کو فروغ مل رہا ہے۔ پاکستانی میڈیا انتہاپسندی کو روکنے کہ بجائے اسے فروغ دے رہا ہے۔

صحافتی آداب کے منافی ہوتی ہیں۔ ان چینلز پر خبروں کی مقابلہ بازی اور ٹی وی نیوز کی وجہ سے ہمارے معاشرے پر بہت بڑا اثر پڑ رہا ہے اور انتہاپسندی کو فروغ مل رہا ہے۔ پاکستانی میڈیا انتہاپسندی کو روکنے کہ بجائے اسے فروغ دے رہا ہے۔ بغیر کسی تحقیق کے خبریں چلائی جاتی ہیں جس سے لوگ خوف اور دہشت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پاکستان میں آج کل ہر فرقے نے اپنا ٹی وی چینل کھول رکھا ہے جو دوسرے فرقے اور مذہب کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ کچھ نیوز اینکر آج کل دعوے کرتے ہیں کہ پاکستان کا نظام ہمارے ہاتھ میں ہے جسے وہ کسی بھی وقت تبدیل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ چاہے۔ میڈیا میں رپورٹر، ایڈیٹر، پروڈیوسر کی بطور گیٹ کیپر بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ معلوم کریں کس خبر کو آگے بھیجنا چاہئے اور کون سی خبر ہمارے معاشرے کو نقصان پہنچائے گی۔ اگر رپورٹر تعلیم یافتہ ہو اور اس کو تربیت دی گئی ہو تو شاید ہمارے میڈیا میں سدھار آجائے، ہمارے ملک کا عالمی تشخّص بحال ہو کیونکہ میڈیا کا مطلب ہے آگاہی دینا نہ کہ دہشت پھیلانا۔

مذہبی و مسلکی ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور نفرت و تعصب کے انسداد کے لیے لائحہ عمل

نظام بھر چونڈ

جب ہم کسی بھی مذہب یا مسلک کی بات کرتے ہیں تو ایک دم سے ہمارے ذہن میں مذہب کا وہ چہرہ سامنے آجاتا ہے جو ہمیں درسی کتابوں میں پڑھایا گیا ہے جس میں ایک اچھا انسان اور باقی برے ٹھہرتے ہیں۔

یہاں سے کچھ کلومیٹر کے فاصلے پر سچل سرمست کا مزار ہے۔ اس کے احاطے میں کئی ہندو بھی دفن ہیں اور ان میں سے بہت ایسے بھی ہیں جو ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے سب سے پیارے مرید کا نام مدن فقیر تھا جو ایک ہندو تھا کیا بھٹائی نے اسے کبھی کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ یا کلمہ پڑھو؟؟ لاہور میں مادھولعل حسین کا مزار اس کی بہت بڑی مثال ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی دھرتی مذہبی اور مسلکی نفرت سے پاک تھی۔ لیکن جب مذہب اور مسلک کو اپنے اقتدار اور سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا تو مذہب اپنی اساس کھو بیٹھا۔ جب کوئی ریاست مذہب کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتی ہے تو پھر اس کے سامنے صحیح و غلط کی تمیز مٹ جاتی ہے۔

پاکستان میں یہ صورتحال اس وقت پیدا ہوئی جب پاکستان کی تحریک آزادی کو مذہبی رنگ دے کر پیش کیا گیا۔ ہر مسلمان کو یہ باور کرایا جانے لگا کہ ہندو مذہب یا ہندو قوم پاکستان کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ اگر ہندو ہم سے علیحدہ نہ ہوئے تو ہم نہ نماز پڑھ سکیں گے نہ ہی روزے رکھ سکیں گے۔ اسی وجہ سے آج پاکستان کا ہندو تو پاکستان کے ساتھ کھڑا نظر نہیں آتا نہیں لیکن ہندستانی مسلمان اپنے آپ کو سچا ہندستانی ضرور سمجھتا ہے۔ صورتحال نے اس وقت خطرناک موڑ لیا جب یہی پیغام ہمارے نصاب میں بھی شامل کر لیا گیا۔ آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں بھی یہ ٹھونس دیا گیا کہ ہم ہی اس پاک سرزمین پر رہنے کا حق رکھتے ہیں باقی مذاہب کے لیے پاکستان میں کوئی جگہ نہیں۔ یہی کچھ ہمیں میڈیا کے ذریعے دکھایا گیا جس سے ہمارے ذہن مفلوج ہوتے گئے اور ہم اس نفرت کی دلدل میں دھنستے گئے۔ جس کا خمیازہ ہم بم دھماکوں اور روزمرہ کی ہلاکتوں کی صورت میں دیکھ رہے

ہیں۔اگر ہم نے اب بھی اس نفرت کو ختم نہ کیا تو یہ نسل در نسل منتقل ہوتی جائے گی اور ہماری آنے والی نسلیں اس بیج کی فصل کاٹیں گی۔

سول سوسائٹی اور میڈیا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان کو چاہیئے کہ آنے والی نسلوں کو تعصب اور نفرت سے بچائیں۔ سب سے اہم ذمہ داری حکومت وقت کی ہے کہ وہ ایک کمیشن تشکیل دے جو سب سے پہلے ہمارے نصاب کو نفرت، تعصّب اور انتہاپسندی سے پاک کرے اور آنے والی نسلوں کو ایسا پاکستان دے جس میں ہر مذہب اور مسلک کا پیروکار اپنی مذہبی اور مسلکی آزادی کو نہ صرف محسوس کرے بلکہ اس کو اجاگر بھی کرے۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ندیم عباس

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی کا دارومدار انتہاپسندی کے مضر اثرات پر ہے جس کی بنیاد تعلیمی نصاب پر ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تعلیم دنیاوی ہو یا روحانی، تعلیم کو رسمی طور پر کسی ادارے میں حاصل کیا جاتا ہے جس کے ساتھ تربیت کا عمل بھی شامل ہے۔ ایجوکیشن سے مراد صرف تعلیم نہیں بلکہ تعلیم و تربیت ہے۔اس لئے نصاب ترتیب دیتے وقت موجودہ دور، حالات، اور ضروریات سامنے رکھتے ہوئے اہم نکات رکھے جاتے ہیں اور پھر کورس ترتیب دیا جاتا ہے۔ وہی کورس تعلیم و تربیت کی صورت میں تعلیمی اداروں کی معرفت نئی نسل کو منتقل کیا جاتا ہے تا کہ نئی نسل کے ذہنوں کی درست آبیاری کی جاسکے۔ ہماری نئی نسل کی اخلاقیات کس قدر سدھر سکی ہیں اور سرکار اس معاملے میں کتنی سنجیدہ ہے کیونکہ ہمارا تعلیمی نظام ان سیاستدانوں کے ہاتھ میں ہے جو طبقاتی نظام کی پیداوار ہیں۔ کچھ اسکالرز کی تنقیدی تحریریں منظرِ عام پر آئی ہیں جن کی خاص شکایت یہ ہے کہ نصابی کتب مذہبی اور اخلاقی تبلیغ سے بھری پڑی ہیں۔ جب اسلامیات ایک الگ مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے تو پھر دوسرے مضامین میں اسلامی سبق دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا کرنے سے اسلام کی خدمت ہوگی یا ایک قسم کی انتہاپسندی کو تقویت ملے گی۔ طلباء کے کچے ذہنوں میں فکری سوچ کی تالابندی ہو رہی ہے اور ان ذہنوں میں کسی نکتے پر فکری یا تنقیدی سوچ پیدا نہیں ہو رہی۔ آج تک محمد بن قاسم کو ہیرو اور مجاہد اور راجا داہر کو کافر اور غاصب لکھا جا رہا ہے۔ کچے ذہنوں میں ایسی اختلافی سوچ پیدا کرنا اسلام کی خدمت ہے۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی کا دارومدار انتہاپسندی کے مضر اثرات پر ہے جس کی بنیاد تعلیمی نصاب پر ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تعلیم دنیاوی ہو یا روحانی، تعلیم کو رسمی طور پر کسی ادارے میں حاصل کیا جاتا ہے جس کے ساتھ تربیت کا عمل بھی شامل ہے۔ ایجوکیشن سے مراد صرف تعلیم نہیں بلکہ تعلیم و تربیت ہے۔اس لئے نصاب ترتیب دیتے وقت موجودہ دور، حالات، اور ضروریات سامنے رکھتے ہوئے اہم نکات رکھے جاتے ہیں اور پھر کورس ترتیب دیا جاتا ہے۔ وہی کورس تعلیم و تربیت کی صورت میں تعلیمی اداروں کی معرفت نئی نسل کو منتقل کیا جاتا ہے تا کہ نئی نسل کے ذہنوں کی درست آبیاری کی جاسکے۔ ہماری نئی نسل کی اخلاقیات کس قدر سدھر سکی ہیں اور سرکار اس معاملے میں کتنی سنجیدہ ہے کیونکہ ہمارا تعلیمی نظام ان سیاستدانوں کے ہاتھ میں ہے جو طبقاتی نظام کی پیداوار ہیں۔ کچھ اسکالرز کی تنقیدی تحریریں منظرِ عام پر آئی ہیں جن کی خاص شکایت یہ ہے کہ نصابی کتب مذہبی اور اخلاقی تبلیغ سے بھری پڑی ہیں۔

شرکاء کی رائے

ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو سرٹیفکیٹ تقسیم کئے گئے اور گروپ فوٹو لی گئی۔ شرکاء نے ایچ آر سی پی کی ایسی تربیتی ورکشاپ کو سراہا کیونکہ ہماری تحصیل میں ایسی ورکشاپ کی ضرورت تھی جس میں ہمیں اپنے حقوقوں کی آگاہی ملی اور ہمارے ملک میں بڑھتی ہوئی انتہاپسندی کے نقصانات کا پتا چلا۔ اس ورکشاپ سے ہم اپنے حقوق سے روشناس ہوئے۔ اس پیغام کو ہم اپنی کمیونٹی، محلے تک ضرور پہنچائینگے۔

حیدرآباد 17-18 ستمبر 2015ء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے ''انتہاپسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار''' کے فروغ کے عنوان سے 17-18 ستمبر 2015 کو ضلع حیدرآباد میں دوروزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ جن موضوعات پر تربیت کاروں نے لیکچر دیئے ان میں (1) طرزفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری روّیوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، 2) مذہبی ومسلکی، ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور نفرت وتعصب کے انسداد کیلئے لائحہ عمل، 3) میڈیا کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، بدلتے ہوئے روحجانات اور انتہاپسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار اور 4) انتہاپسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل شامل تھے۔ سہولت کاروں میں جمیلہ منگی، ندیم عباس، لالا عبدالحلیم، جمیل الرحمن ایڈووکیٹ اور شمشیر علی شامل تھے۔ تربیتی ورکشاپ میں حیدرآباد کے مختلف علاقوں اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے سات خواتین سمیت 23 افراد نے شرکت کی۔ تربیتی ورکشاپ کے دوران شرکاء کو دستاویزی فلمیں ''ہم انسان'' اور ''لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر'' دکھائی گئیں جنہیں شرکاء نے بے حد پسند کیا۔ تربیتی ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کے ذریعے حیدرآباد میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ بھی لیا گیا جس میں شرکاء نے رائے کا اظہار کیا۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

جمیلہ منگی ریجنل کوآرڈینیٹر (ایچ آر سی پی)

اس ورکشاپ میں شرکت کرنے پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق آپ سب کا شکرگزار ہے۔ اس ورکشاپ کا مقصد پاکستان کو درپیش مسائل کا تجزیہ کرنا ہے تا کہ ان مسائل کا ممکنہ حل تلاش کیا جاسکے۔ اس وقت پاکستان کو درپیش سب سے سنگین مسئلہ انتہاپسندی ہے جو دیمک کی طرح ہمارے ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے پاکستان کے مختلف اضلاع میں ورکشاپ منعقد کرنے کے بعد تعلقہ کی سطح پر بھی ورکشاپ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تا کہ اس کے بڑھتے ہوئے اثرات سے بچا جاسکے جو ہماری انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے مہلک ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی انتہاپسندی نے انسانی حقوق کی پامالی اور مذہبی اختلافات میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہمیں اس وقت رواداری اور برداشت جیسے تصورات کو فروغ دینا چاہیے اور روشن خیال لوگ پیدا کرنے چاہئے۔

ضلع حیدرآباد میں انسانی حقوق کی صورتحال اور علاقے کے بنیادی مسائل

لالہ عبدالحلیم

ضلع حیدرآباد میں انسانی حقوق کی صورتحال تسلی بخش نہیں ہے۔ یہاں پر صحت اور تعلیم کی صورتحال ابتر ہے۔ ضلع حیدرآباد میں عورتوں اور بچوں کے حقوق کی خلاورزی عام ہے، نیشنلسٹ خیالات کے حامل افراد کے قتل عام اور جبری گمشدگیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں پر مذہبی اور سماجی انتہاپسندی عروج پر ہے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

دیم عباس

ہم اگر تین چار سو سال پیچھے چلے جائیں تو جدید تعلیم کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اسکول اور کالج نہیں تھے۔ تیرھویں، چودھویں اور پندرہویں صدی کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی ۔1757ء تک مغل بادشاہ حکمرانی کرتے رہے۔۔مغرب میں اصلاح کلیسا تحریک چلی جس کے باعث مذہب اور ریاست کی علیحدگی ہوئی اور چرچ کا مذہب پر تسلط ختم ہوا۔ پہلے پہل تعلیم ریاست کے کنٹرول میں ہوتی تھی۔ مذہبی ادارے یا گروہوں کے پاس تعلیمی اداروں کا کنٹرول تھا۔ اس وقت چرچ یا مدرسوں کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔مغرب میں چرچ تعلیم دیتے تھے اور تعلیم کا مقصد مذہبی تعلیم تھا۔تعلیم کا مقصد چرچ کا دفاع کرنا اور اس کو تقویت دینا تھا۔1799ء میں جدید تعلیم کی شروعات فرانس کے انقلاب سے ہوئی ۔ وہاں دو طبقات تھے بادشاہت اور مذہبی طبقہ۔ انقلاب فرانس کے بعد وہاں لوگوں کی حکومت آئی اور جمہوری نظام قائم ہوا۔فرانس نے مذہبی درس گاہوں پر کنٹرول کیا اور اسکول اور کالج قائم کیئے۔ پاکستان 1947ء میں آزاد ہوا۔ قائداعظم اسے سیکولر پاکستان بنانا چاہتے تھے۔11اگست کی تقریر میں قائداعظم نے کہا تھا کہ ریاست اور مذہب دونوں الگ الگ ہیں۔ ریاست کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ہمارے تعلیمی نصاب میں اسلامی حوالے سے بہت سے مضامین میں بار بار بتایا جارہا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی نظریے کے مطابق بنا ہے۔اب پاکستان سے اقلیتوں کو خارج از بحث قرار دے دیا گیا ہے۔اپنے من پسند ہیرو بنائے گئے ہیں جو ہمارے نصاب میں شامل ہیں۔کئی سالوں سے وہی نصاب چل رہا ہے، کوئی تبدیلی نہیں آئی ۔انسانی حقوق کے بارے میں اگر ایک سبق یا مضمون شامل کر لیا جائے تو تبدیلی آسکتی ہے۔ ہماری قوم کو جب تک اپنے حقوق کا پتا نہیں چلے گا تو تبدیلی کیسے آئے گی؟

مذہبی و مسلکی ،ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور نفرت وتعصب کے انسداد کیلئے لائحہ عمل

شمشیر علی

بین المذاہب ہم آہنگی اور تعلیم آج کی دنیا میں اہم ترین سوالات میں سے ایک ہیں۔دنیا اور سماجوں کی پیشرفت وترقی کے بارے میں نظریات میں فرق ممکن ہے جن میں ایک نظریہ ادیان کا بھی ہے۔جس طرح ایک انسان یا کسی بھی دوسری مخلوق کی زندگی میں مختلف مراحل آتے ہیں مثلاً پیدائش، شیر خواری، بچپن، جوانی، بڑھاپا اور پھر موت اور اسی طرح ہر فرد کو ان سب مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ ہم سب انفرادی طور پر ان مراحل سے گزرے ہیں اور گزریں گے۔گزشتہ صدیوں سے ہم الگ الگ دنیاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہم نے خاندان قائم کئے، خاندانی زندگیوں سے آگے بڑھ کر قبائل کی صورت میں ارتقاء کیا۔دیہات تشکیل دیئے اور پھر شہر اور بعد میں حکومتیں قائم کر کے قومیں تشکیل دیں۔ان تمام مراحل کے

ہم اگر تین چار سو سال پیچھے چلے جائیں تو جدید تعلیم کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اسکول اور کالج نہیں تھے۔ تیرھویں، چودھویں اور پندرہویں صدی کے بعد بر صغیر میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی ۔ 1757ء تک مغل بادشاہ حکمرانی کرتے رہے۔۔مغرب میں اصلاح کلیسا تحریک چلی جس کے باعث مذہب اور ریاست کی علیحدگی ہوئی اور چرچ کا تسلط ختم ہوا۔

دوران ہماری وفاداریاں نئی شکل اختیار کرتی گئیں اور وسیع سے وسیع تر ہوتی گئیں حتیٰ کہ ہم بیسویں صدی کی دہلیز پار کر گئے۔ آج کی دنیا بد ترتیبی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔عدم برداشت کا رویہ ہم اپنے گھروں ،محلوں اور درسگاہوں میں سیکھتے ہیں اور پھر اسے اپنے ساتھ کام کی جگہوں پر لے جاتے ہیں۔آج اقوام عالم میں بے چینی کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب تو یہ ہے کہ مذاہب کے مبلغین اور لیڈر مذاہب کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔یہ لوگ اپنے معتقدین کو یہ عقیدہ سکھاتے ہیں کہ صرف انہی کا بتایا ہوا دینی طریقہ ہے جس سے خدا خوش ہوتا ہے۔اور اس کے علاوہ کسی بھی عقیدے کی پیروی کرنے والے خدا کے نزدیک پھٹکار کے لائق ہوتے ہیں، اور خدا کی حفاظت اور رحمت سے محروم ہوتے ہیں۔اس وجہ سے اقوام عالم میں بے چینی ،منافرت، جھگڑے اور بیزاریاں پیدا ہوتی ہیں ۔افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض فرقہ پرست قائدین دوسروں کے اعتقادات کی تحقیق کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں ،اور اپنے پیروؤں کو خود اپنی مذہبی تعلیمات کا جائزہ لینے سے بھی منع کرتے ہیں۔اس قسم کا روّیہ تعصب کو پروان چڑھاتا ہے،اور اکثر و بیشتر دوسرے مذاہب کے پیروکاروں پر شدید حملوں کی طرف لے جاتا ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

ڈاکٹر اشو تھاما

انتہا پسندی وہ ذہنی، روایتی یا معاشرتی رویہ ہے جس میں ایک شخص ، گروہ ،قوم یا نسل انفرادی طور پر اپنے نظریات ، عقائد ،مفادات اور مقاصد کو دوسروں سے نسبت زیادہ اعلیٰ اور برتر تصور کرتا ہے اور ان نظریات ،عقائد یا مقاصد کو کسی بھی قیمت پر حقائق پر مبنی قرار دینے کے لئے تشدد یا جبر سے کام لیتا ہے۔ان میں سیاسی ،سماجی، معاشی اور مذہبی گروہ اشخاص اور تنظیمیں شامل ہیں جیسے جرمنی میں ورکرز کمیونسٹ پارٹی، ہٹلر، روس میں کمیونسٹ پارٹی اسٹالن، القاعدہ، وغیرہ شامل ہیں۔

سیاسی انتہا پسندی میں سیاسی مفادات اور فکر و نظریات کو دوسرا نظریہ رکھنے والوں سے برتر سمجھا جاتا ہے جیسے لبرل، ترقی پسند، کمونسٹ اور بائیں بازو والے مذہبی، قوم پرست اور دائیں بازو کی سوچ رکھنے والوں کیلئے رکھتے ہیں، ان میں ہر کوئی دوسرے کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ہمارے جنوبی ایشیاء میں لبرل اور کمیونسٹ داڑھی ، اسکارف اور دوپٹہ سے نفرت کرتے ہیں جبکہ دائیں بازو والے پینٹ شرٹ، کلین شیونگ اور مذہبی رسومات ادا نہ کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔

سماجی انتہا پسندی عدم مساوات، سماجی و معاشی ناانصافی اور غیر منصفانہ ریاستی پالیسیوں کے باعث تشکیل پاتی ہے۔ اس انتہا پسندی میں ماں باپ بچے ،بچیوں کی شادی اور تعلیم کے فیصلے اُن کی مرضی ومنشاء اور خواہشات کے برخلاف کرتے ہیں۔سماج میں کم آمدنی والے لوگوں کو کم تر سمجھنے والے سماجی انتہا پسندی کا شکار ہیں۔

معاشی انتہا پسندی میں ایک گروہ ، طبقہ، قوم یا قبیلہ مارکیٹ یا کسی مخصوص علاقے میں جاری معاشی سرگرمیوں میں دیگر اقوام، قبائل یا طبقوں کی شراکت کو پسند نہیں کرتا۔ وہ تشدد اور دیگر ذرائع سے اُن اقوام، گروہ یا قبائل کو معاشی سرگرمیوں سے بے دخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسے Market Monopoly بھی کہا جاتا ہے۔معاشی مفادات کیلئے تشدد اور دیگر ذرائع کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔کوئٹہ میں ایک گروہ نے آباد کاروں سے معاشی مفادات اور انکی جائیداد حاصل کرنے کیلئے مختلف تنظیموں کے نام پر دھمکیاں دے کر انہیں اونے پونے داموں خرید لیا۔

مذہبی انتہا پسندی میں ایک مسلک یا عقیدے پر ایمان رکھنے والے دیگر لوگوں کی فلاح اور آخرت کی بہتر زندگی کے نام اپنے عقائد ، خیالات اور نظریات دوسرے لوگوں تک

پھیلانا چاہتے ہیں۔ اسلام میں اسکی دو اقسام ہیں جس میں ایک جہادی اور دوسرا تبلیغی مانا جاتا ہے، تبلیغی جیسے کہ منہاج القرآن ، دعوتِ تبلیغ وغیرہ، تبلیغی تقریر، وعظ اور لٹریچر کے ذریعے اپنے خیالات پھیلانا چاہتے ہیں جبکہ جہادی بندوق، بم دھماکوں اور تشدد کے ذریعے اپنا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں۔

''سماجی علیحدگی'' میں ایک مذہب، مسلک یا فرقہ کے ماننے والے خود کو سماج کی دیگر اقوام، افراد یا گروہ برتر سمجھ کر قادیانی، اسماعیلی، پارسی یہودی افراد کو خود سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ پارسی اور یہودی حتٰی کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ ان کے ساتھ بات چیت بھی کی جا سکے۔ یہودیوں میں ایک ایسا فرقہ بھی ہے دیگر یہودی فرقوں کی بھی اپنے فرقے میں شمولیتِ قبول نہیں کرتے۔

انتہاپسندی کے خاتمے کیلئے ضروری ہے کہ ریاست اور ریاستی ادارے اپنا رویہ درست کریں اور ملک میں مساوات اور انصاف کے کلچر کو فروغ دیں۔ دو قومی نظریئے اور ہندو نفرت کا خاتمہ کیا جائے۔ نصاب میں بچوں کو حقائق اور پاکستان کے تمام اقوام کی نامور شخصیات کی تاریخ پڑھائی جائے ابتدائی کلاسوں میں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے فروغ کو شامل کیا جائے، اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کے بارے میں مثبت معلومات فراہم کی جائیں اور پاکستان میں بسنے والے تمام اقوام کے حقوق کو تسلیم کیا جائے۔

میڈیا کیا ہے، اس کے مختلف اقسام، بدلتے ہوئے روجحانات اور انتہاپسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

جمیل الرحمان ایڈووکیٹ

ہمارا میڈیا انتہاپسندی کے انسداد کے بجائے اسے فروغ دینے میں مصروف ہیں۔ پرائیوٹ ٹی وی چینلوں نے سنسنی خیز خبروں کے ذریعے انتہاپسندی کو فروغ دینے میں مشغول ہیں۔ ہمارا میڈیا ایسے واقعات کو ہائی لائٹ کرتا ہے جو عالمی سطح پر ہماری ساکھ کو متاثر کرتے ہیں۔ پاکستانی پرائیوٹ میڈیا ایک کاروبار ہے جس کی وجہ سے انتہاپسندی پروان چڑھ رہی ہے۔

شرکاء کی رائے: ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو سرٹیفکیٹ تقسیم کیئے گئے اور گروپ فوٹو لی گئی۔ شرکاء نے ایچ آر سی پی کی تربیتی ورکشاپ کو سراہا۔ ان کی تحصیل میں ایسی ورکشاپ کی ضرورت تھی جس کے ذریعے انہیں اپنے حقوق کی آگاہی ملی اور ہمارے ملک میں بڑھتی ہوئی انتہاپسندی کے نقصانات کا پتہ چلا۔ شرکاء نے کہا اس پیغام کو اپنی کمیونٹی، محلے تک ضرور پہنچائیں گے۔

ایبٹ آباد 10 تا 11 نومبر 2015ء

ضلع کی سطح پر ایبٹ آباد کے مسائل کا جائزہ

مدنی اعجاز

ایبٹ آباد شہر انتہائی تنگ ہے جس کی وجہ سے آبادی اور ٹریفک کے کافی مسائل ہیں۔ لوگ اپنے کام کے لیے اور بچے سکول کالج کے لیے رش کی وجہ سے بہت لیٹ ہو جاتے ہیں۔ دور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو صحت اور تعلیم سے متعلق کافی

ہمارے ملک میں انسانی حقوق اور دوسرے اہم مسائل سے شناسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہم باقی دنیا سے کافی پیچھے رہ گئے ہیں اور بہت سے مسائل کا شکار ہیں۔ اس مقصد کے لئے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ضلع اور تحصیل کی سطح پر اس قسم کے تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کرتا ہے تا کہ لوگوں میں اپنے حقوق کے متعلق آگاہی پیدا ہو اور وہ ایک پرامن زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ ملک وقوم کے بھی کام آسکیں۔

مسائل کا سامنا ہے لیکن حکومت یا ضلعی انتظامیہ اس سلسلے میں بالکل خاموش ہے۔ آئے دن جبری گمشدگی قتل اور ڈکیتی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور پولیس لوگوں کو بے جا تنگ کرتی ہے۔ جتنے انتظامی ادارے ہیں وہ ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہے جس سے لوگوں کو کافی دشواریاں درپیش ہوتی ہیں اور عوام اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے مہینوں خوار ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں غیرت کے نام پر قتل ہوتے ہیں، جبری شادیاں ہوتی ہیں اور خواتین کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ خودکشی کے واقعات بھی کافی سننے میں آتے ہیں اور وجوہات بھی سامنے نہیں لائی جاتیں۔ بچوں کا استحصال ہوتا ہے ان سے چھوٹی عمر میں سخت کام لیے جاتے ہیں۔ جو خواجہ سرا یہاں رہتے ہیں ان کے بھی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ سیاسی لوگ اپنے اثر رسوخ کو استعمال کر کے کئی غیر قانونی کام کر جاتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ صاف پانی کی فراہمی کا بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

ندیم عباس

ہمارے ملک میں انسانی حقوق اور دوسرے اہم مسائل سے شناسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہم باقی دنیا سے کافی پیچھے رہ گئے ہیں اور بہت سے مسائل کا شکار ہیں۔ اس مقصد کے لئے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ضلع اور تحصیل کی سطح پر اس قسم کے تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کرتا ہے تا کہ لوگوں میں اپنے حقوق کے متعلق آگاہی پیدا ہو اور وہ ایک پرامن زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ ملک وقوم کے بھی کام آسکیں۔

اس کے بعد ایک دستاویزی فلم بھی دکھائی گئی جسکا مقصد ناظرین کو یہ بتانا تھا کہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کب وجود میں آیا اور یہ کیسے اور کن شعبوں میں کام کرتا ہے یا اس کی ادارتی ساخت کیا ہے۔

انتہاپسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

فضل کرم

دنیا کے ہر حصے میں ایک میڈیم ہوتا ہے جو ملک کسی کی ترجمانی کرتا ہے۔ مختلف میڈیا سیکٹرز میں ٹیلی وژن، ریڈیو، اخبار وغیرہ اور اس جیسے اور میڈیم ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ کیا وہ میڈیا صحیح ترجمانی کر رہا ہے؟ کیا وہ تصویر کے دو رخ دکھا رہا ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ لوگ صرف انہی دو سوالوں کے بارے میں سوچتے ہیں لیکن اس جیسے اور بہت سے سوالوں کو نظرانداز کرتے ہیں ۔ وہ صرف اس پر یقین کرتے ہیں جو میڈیا کہتا ہے۔ میڈیا اپنا کردار ایمانداری سے نبھائے تو کسی کی غلط رہنمائی نہیں ہوگی۔ ہم میڈیا میں ہمیشہ اپنی دلچسپی کی چیزیں تلاش کرتے ہیں اور میڈیا کو ہم صرف تفریح کا ذریعہ بناتے ہیں اور دیگر کسی اور مسئلے کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ اس چیز کا میڈیا انتہائی آسانی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر ہم کرنٹ افیئر کی طرف جائیں تو مختلف میڈیا چینلز پر مختلف پروگرامز پیش کیئے جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر عوام تجسس میں مبتلا ہو کر حقائق سے محروم رہ جاتے ہیں۔ میڈیا کی غلط رہنمائی کی وجہ سے لوگ تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ میڈیا میں کام کرنے والے لوگ اگر تربیت یافتہ ہوں یا ان کی تربیت کی جائے تو وہ کبھی بھی غلط چیز کو سامنے نہیں لائیں گے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ میڈیا میں کام کرنے والے افراد کے لیے تربیتی مراکز قائم کرے اور میڈیا پر یہ پابندی لگائے کہ وہ اپنے لوگوں کو تربیت دے کر کے لائیں گے۔ اگر ایسا ہوگا تو یہ لوگ صحیح رپورٹنگ کریں گے تو لوگوں تک صحیح معلومات پہنچیں گی۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے میڈیا میں ایسے لوگ بٹھا دیے ہیں جن کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ ان کی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ کتنی تباہی پھیلا سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میڈیا میں کام کرنے والے افراد پہلے تربیت حاصل کریں تا کہ میڈیا ہماری عزت اور وقار کا باعث بنے۔

دستاویزی فلم: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اپنی کاوشوں کو ایک دستاویزی فلم کی شکل دی تا کہ دیکھنے

والے آسانی سے ان کی کوششوں سے بارآور ہوسکیں۔اس کے لیے ؛ہم آواز اٹھاتے رہیں گے کے عنوان سے ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی شرکاء نے کافی سراہا۔

انتہا پسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

رانا محمد اسحاق ایڈووکیٹ

انتہا پسندی درحقیقت ایک تلخ رویہ ہے جو کہ اکثر ہماری باتوں یا کسی عمل سے عیاں ہوتا ہے۔ہم جس طرح کے معاشرہ میں رہتے ہیں وہاں یہ رویہ عام پایا جاتا ہے۔درحقیقت یہ روایتی تشدد کی ایک شکل ہے ۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں روایتی تشدد بہت عام ہے جس کا نشانہ خاص طور پر عورتیں بنتی ہیں۔مرد عورتوں کو اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے ان کے حقوق سے منہ پھیرتے ہیں۔ مرد ہر جگہ عورتوں کو ہراساں کرتا ہے اور ان کو زندگی میں بہت محدود رکھتا ہے ۔ پاکستانی معاشرہ بھی آمرانہ ذہنیت کا مالک ہے اور خود کو عورت پر یا بچوں پر غالب سمجھتا ہے اور اسی سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں جن میں معاشرتی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، معاشی انتہا پسندی اور مذہبی انتہا پسندی شامل ہیں۔ بدقسمتی سے یہ سب موجود بھی ہیں اور باعث نقصان بھی ہیں۔سب سے بڑی قسم جو آج کل عام ہے وہ مذہبی انتہا پسندی ہے۔ مذہبی انتہا پسندی عہد حاضر کا اہم اور حساس موضوع ہے۔قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے معاشرے میں مذہبی انتہا پسندی کا مطلب یہ ہے کہ ایک مذہب یا مسلک والے یہ سمجھیں کہ سارا حق ان کے پاس ہے اور اس حق کے لئے ضروری ہے کہ اسے دوسروں پر بزور طاقت مسلط کیا جائے۔اگر وہ نہ مانے تو اس پر تشدد کیا جائے اور اس سے بزور طاقت منوایا جائے۔ جب تک ہمارا رویہ ٹھیک اور مثبت نہیں ہوگا یہ انتہا پسندی موجود رہے گی۔اگر ہم اپنے رویے تبدیل کر کے عدم برداشت کو ختم کر دیں تو یقینی طور پر معاشرہ انتہا پسندی اور تعصب سے پاک ہو جائے گا اور امن کی فضا قائم ہوگی۔

دستاویزی فلم : ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی جس کا ''عنوان ضمیر کی عینک'' تھا اس فلم میں اتحاد، اور اتفاق کی بات کی گئی، ضمیر پروری کی بات کی گئی، مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کی بات کی گئی اور تقسیم در تقسیم سے بچنے کی بات کی گئی۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

پروفیسر الطاف خٹک

تعلیم ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسانی ترقی کیلئے طلباء کے ذہنوں پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔یہ کردار سازی کرتا ہے اور ایک اچھی زندگی کے لیے راستے کو ہموار کرتی ہے۔تعلیم ہمارے ذہنوں کو روشن کرتی ہے اور ایک مضبوط قوم کی بنیاد رکھتی ہے۔اس سے معاشرے میں توازن اور اطمینان رہتا ہے۔ ہمارا تعلیمی نظام بوسیدہ ہو چکا ہے۔اور یہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔لیکن پھر بھی ایسے قابل لوگ ہیں موجود جنہوں نے اس نظام تعلیم میں پڑھا اور آج وہ ملک وقوم کی خدمت کر رہے ہیں۔لیکن جیسا کہ ہم زندگی کے دوسرے شعبوں میں تبدیلی لائے اسی طرح تعلیمی نظام میں بھی تبدیلی لائی جانی چاہیے۔مثال کے طور پر انسانی حقوق کی تعلیم کو اگر اس نصاب کا حصہ بنالیا جائے تو ہر باشندہ بچپن سے ہی اپنے حقوق سے باخبر ہوگا۔اور اس سے اپنے فرائض کا بھی علم ہوگا اور معاشرہ بگاڑ سے بچے گا۔اس سے نہ صرف لوگوں کو آگاہی ملے گی بلکہ سوچ میں بھی مثبت تبدیلی آئے گی۔انسانی حقوق کے قوانین پوری دنیا میں بنائے گئے ہیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں پوری طرح عمل میں لایا جائے۔انسانی حقوق کی تعلیم معاشرے کے سدھار میں ایک مرکزی کردار ادا کرتا ہے اس لئے نصاب کو ترتیب دیتے وقت یہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ اُس میں ایک جز انسانی حقوق کے حوالے سے آگاہی کا بھی ہو اجس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بچوں کو شروع وقت سے ہی اپنے اور دوسرے لوگوں کے حقوق کا پتہ ہوگا اور معاشرے میں حقوق کے حوالے سے ایک توازن رہے گا۔ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو آئین کے بارے میں یا اُس کی شقوں کے بارے میں علم نہیں ہوتا۔اس لئے تعلیمی نصاب میں ان تمام چیزوں کی شمولیت کافی سود مند ثابت ہوگی۔

تعلیم ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسانی ترقی کیلئے طلباء کے ذہنوں پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔یہ کردار سازی کرتا ہے اور ایک اچھی زندگی کے لیے راستے کو ہموار کرتی ہے۔تعلیم ہمارے ذہنوں کو روشن کرتی ہے اور ایک مضبوط قوم کی بنیاد رکھتی ہے۔اس سے معاشرے میں توازن اور اطمینان رہتا ہے۔ہمارا تعلیمی نظام بوسیدہ ہو چکا ہے۔اور یہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔لیکن پھر بھی ایسے قابل لوگ ہیں موجود جنہوں نے اس نظام تعلیم میں پڑھا اور آج وہ ملک وقوم کی خدمت کر رہے ہیں۔لیکن جیسا کہ ہم زندگی کے دوسرے شعبوں میں تبدیلی لائے اسی طرح تعلیمی نظام میں بھی تبدیلی لائی جانی چاہیے۔مثال کے طور پر انسانی حقوق کی تعلیم کو اگر اس نصاب کا حصہ بنالیا جائے تو ہر باشندہ بچپن سے ہی اپنے حقوق سے باخبر ہوگا۔

حقوق کے فروغ، حقوق کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

ندیم عباس

انتہا پسندی اور تعصب ساتھ ساتھ چلتے ہیں کیونکہ انتہا پسند متعصب بھی ہوتا ہے وہ دوسروں کو خود سے بالاتر ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا اور اسی وجہ سے انتہا پسندی اور انتہا پسندانہ سوچ جنم لیتی ہے۔جب تک یہ انتہا پسندانہ رویے ختم نہیں ہونگے معاشرے میں بگاڑ رہے گا۔دنیا کے بہت سے مما لک جہاں ایک سے زیادہ قومیں آباد ہیں وہاں تعصّبانہ اور انتہا پسندانہ سوچ کے لوگ موجود ہوتے ہیں جو بد امنی اور انتشار پھیلاتے ہیں۔وہاں کوئی بھی دوسرے کے عقیدے یا مذہب کا احترام نہیں کرتا اور ہر حوالے سے اسے نیچا دکھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔آج کل تو ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی تعصب والا رویہ اپنوں کے ساتھ بھی روا رکھا جاتا ہے اور یہی رویہ مسائل کی جڑ بنتا ہے۔دیکھا جائے تو یہ پورا معاشرہ سول سوسائٹی کا ایک ادارہ ہے کیونکہ اس میں رہنے والے لوگ مختلف طرح سے اور مختلف جگہوں میں اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔اسی طرح معاشرے کی اصلاح اور انسانی حقوق کے حوالے سے اگر سول سوسائٹی کے کردار کو دیکھا جائے تو یہ انتہائی اہم ہے کیونکہ سول سوسائٹی میں وہی عام لوگ کام کرتے ہیں جو اس معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں۔اس لیے یہ بہتر طریقے سے معاشرے کے لوگوں کی اصلاح کر سکتے ہیں اور ان کو انسانی حقوق سے آگاہ کر سکتے ہیں۔دنیا میں بہت سی ایسی تحریکیں چلی ہیں جو کسی مثبت تبدیلی کے لئے چلائی گئی تھیں اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوئیں۔وہ سب تحریکیں سول سوسائٹی نے ہی چلائی تھیں اور آج لوگ اس کا ثمر کھا رہے ہیں۔اسی طرح دنیا کے کونے کونے میں انسانی حقوق کے کارکن ہیں ۔اگر وہ اپنی اپنی جگہ انسانی حقوق کے پرچار اور انسانیت کی فلاح کے لیے کام کریں تو بہت اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

کمیونٹی میٹنگ کے متعلق سامعین کی رائے: شرکاء کو ایک ذمہ داری دی گئی کہ وہ اپنے گلی محلے میں جا کر دوستوں کو اکٹھا کر کے یہ باتیں پہنچا دیں انہیں یہاں سکھنے کو ملیں۔اس سے اس ورکشاپ کا بھی مقصد پورا ہوگا اور لوگوں میں آگاہی بھی پیدا ہوگی۔بعدازورکشاپ کے شرکاء کا استعدادی جائزہ لیا گیا تاکہ پتہ چل سکے کہ شرکاء اس دوروزہ ورکشاپ میں کیا سیکھا۔

عورتیں

جنسی زیادتی کی ناکامی پر دوشیزہ کو جلا ڈالا

ملتان ملتان شہر سے تقریباً 30/35 کلومیٹر دور سیتل ماڑی کے علاقہ موضع باقرپور میں جنسی زیادتی کی ناکام کوشش پر 19/20 سالہ دوشیزہ سونیا بی بی دختر منیر احمد کو علاقہ کے رہائشی عبداللطیف نامی شخص نے ڈیزل چھڑک کر آگ لگا کر جلا ڈالا۔ وقوعہ کی چھان بین کے لئے HRCP ملتان ٹاسک فورس کی تین رکنی ٹیم نے مورخہ 29 اکتوبر 2015 کو جائے وقوعہ کا دورہ کیا اور فریقین، پولیس سٹیشن اور نشتر برن یونٹ سے معلومات حاصل کیں جو درج ذیل ہیں۔

سونیا بی بی مضروبہ کا موقف:

HRCP کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے نشتر ہسپتال کے برن یونٹ میں داخل سونیا بی بی دختر منیر احمد عمر 19/20 سالہ سکنہ موضع باقرپور اڈہ لاڑ تحصیل وضلع ملتان سے وقوعہ بارے دریافت کیا جس نے بتایا کہ مورخہ 22 اکتوبر رات تقریباً 11 بجے کے قریب میں وہ رفع حاجت کے لئے گھر سے باہر کھیتوں میں گئی تو اچانک سامنے سے لطیف نامی شخص جوان کا پڑوسی ہے نے زبردستی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ساتھ والی چکی میں لے گیا اور زبردستی اس کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جس پر اس نے شور مچا دیا۔ اس دوران ملزم لطیف نے ساتھ ہی پڑے ڈیزل کے ڈبے کو اٹھا کر اس کے اوپر انڈیل دیا اور آگ لگا دی۔ جونہی آگ لگی وہ فوراً باہر کی طرف دوڑی اور ساتھ پانی والے نالے میں چھلانگ لگا دی۔ میری چیخیں سن کر میری والدہ زرینہ بی بی نے مجھے دیکھ لیا اور وہ میری طرف دوڑی۔ اس وقت تک میرے سارے کپڑے جل چکے تھے اور میں بے ہوش ہوگئی۔

والدہ کا موقف:

مضروبہ سونیا بی بی کی والدہ زرینہ بی بی زوجہ منیر احمد نے ہسپتال میں فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کو بتایا کہ وقوعہ کی رات تقریباً 11 بجے جب میری آنکھ کھلی تو میری بیٹی سونیا بستر سے غائب تھی کہ اس دوران اچانک چیخ وپکار کی آوازیں سن کر میں نے اپنے شوہر منیر احمد کو اٹھایا اور فوراً باہر کی طرف بھاگے تو ہم نے ملزم لطیف جو کہ ہمارا پڑوسی ہے کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور ساتھ ہی پانی والے کھال میں اپنی بیٹی سونیا کو بے ہوشی کی حالت میں آگ سے جھلسے ہوئے پایا۔ ہم اپنی بیٹی کو گھر لے آئے اور صبح 1122 پر فون کر کے ہسپتال لے آئے۔ پولیس تھانہ بستی ملوک نے مقدمہ درج کر کے ملزم گرفتار کر لیا ہے۔ مگر ملزم اثر رسوخ والا ہے۔ ہمیں مقدمہ واپس لینے کے لئے جان سے مار دینے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ ہمیں پولیس سے انصاف کی توقع نہیں ہے

تفتیشی مقدمہ کا موقف:

ٹیم نے مقدمہ کے تفتیشی افسر ذوالفقار سب انسپکٹر تھانہ ستی ملوک سے مقدمہ کی بابت تھانے جا کر معلومات حاصل کیں جس نے بتایا کہ وقوعہ کی اطلاع کسی نے نہیں دی اور نہ ہی مضروبہ سونیا کے گھر والوں نے پولیس سے رابطہ کیا۔ صبح بذریعہ مخبر اطلاع ملنے پر وہ ہمراہی کانسٹیبل نشتر ہسپتال گیا اور وہاں پر مضروبہ سونیا بی بی کا بیان ریکارڈ کیا۔ بیان کی روشنی میں مقدمہ نمبر 597/15 زیر دفعہ 336-B درج کر کے ملزم لطیف کو گرفتار کر لیا ہے جو کہ اس وقت جسمانی ریمانڈ پر حوالات تھانہ میں بند ہے۔ جو کہ تا حال جرم تسلیم نہیں کر رہا اور یہ بتا رہا ہے کہ مضروبہ سونیا کے اس کے ساتھ عرصہ ڈیڑھ سال سے تعلقات تھے اور وہ شادی کرنا چاہتے تھے مگر سونیا کے والدین نے رشتہ کہیں اور طے کر دیا۔ ایک ماہ بعد سونیا کی شادی تھی۔ جس نے دلبر داشتہ ہو کر خود کو آگ لگا دی۔ تفتیشی افسر نے یہ بھی بتایا کہ مضروبہ سونیا بی بی اور ملزم عبداللطیف کے درمیان موبائل فون سے بھی رابطہ رہا ہے جس کا ریکارڈ نکلوانے کے لئے درخواست دے دی گئی ہے جس کے بعد اصل حقائق سامنے آسکیں گے۔

ملزم کا موقف:

تحقیقاتی ٹیم نے تھانہ بستی ملوک کی حوالات میں بند ملزم عبداللطیف سے مقدمہ کی بابت بات چیت کی جس نے جرم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ بے گناہ ہے۔ اس نے سونیا کو آگ نہیں لگائی۔

مشاہدات:

- ☆ تفتیشی افسر غیر جانبداری سے تفتیش نہیں کر رہا بلکہ مضروبہ کے کردار پر زیادہ بات چیت کرتا رہا۔ مقدمہ کے اندراج میں جنسی تشدد کی کوشش کی دفعات تک کو شامل نہیں کیا گیا
- ☆ متاثرہ لڑکی کا ابھی تک میڈیکل (MLC) نہ ہونا بھی پولیس کی جانبداری کو ظاہر کرتا ہے۔
- ☆ کیس میں سیاسی اثر رسوخ استعمال ہوتا نظر آ رہا ہے کیونکہ سونیا کی والدہ زرینہ بی بی کے مطابق صلح کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے
- ☆ نشتر ہسپتال کے برن یونٹ میں وارڈز کی حالت انتہائی خراب نظر آ رہی تھی، صفائی کا کوئی خاطر خواہ انتظام نظر نہیں آ رہا تھا۔
- ☆ اہل علاقہ بھی خوف کی وجہ سے وقوعہ کے بارے لاعلمی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

سفارشات:

- ☆ مقدمہ کی تفتیش کسی اعلی افسر کے ماتحت غیر جانبداری سے کرائی جائے۔
- ☆ مضروبہ سونیا بی بی کا میڈیکل (MLC) فی الفور کرایا جائے
- ☆ نشتر ہسپتال کے برن یونٹ کی حالت بہتر بنائی جائے۔ وارڈز میں اے سی مہیا کئے جائیں۔ مطلوبہ سہولیات فراہم کی جائیں۔
- ☆ برن یونٹ میں لیڈی ڈاکٹرز عملہ کو باقاعدہ تعینات کیا جائے۔
- ☆ آگ لگانے، تیزاب پھینکنے کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان کی روک تھام کے لئے ریاست کو فی الفور سخت اقدامات کرنے چاہیے۔

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم میں عاصمہ خان ایڈووکیٹ، محمد شاہد اور فیصل محمود شامل تھے

(ایچ آر سی پی، ملتان چیپٹر)

غیرت کے نام پر دو افراد قتل

چارسدہ 18 نومبر کو پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ میں غیرت کے نام پر ایک خاتون اور ایک مرد کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ خیبر پختونخوا میں صوبہ سندھ اور پنجاب کی نسبت غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کم پیش آتے ہیں لیکن گذشتہ دو برسوں میں ان واقعات میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ چارسدہ پولیس کے اہلکار عطاالرحمان نے بتایا کہ یہ واقعہ رات کے وقت پیش آیا۔ پولیس کے مطابق امباڈھیر کے علاقے میں بھائی نے مبینہ ناجائز تعلقات رکھنے پر اپنی بہن اور ایک نوجوان کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ پولیس نے بتایا کہ ملزم رات کو جب اپنے گھر داخل ہوا تو ایک غیر مرد کو گھر میں دیکھا جس پر ملزم نے فائرنگ کی اور واقعے کے بعد فرار ہو گیا ہے۔ دو ماہ پہلے چارسدہ میں غیرت کے نام پر دیور نے بھابھی اور ایک شخص کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ واقعہ اس سال ستمبر میں چارسدہ کے علاقے گل آباد میں پیش آیا تھا۔ پاکستان میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق گذشتہ دو برسوں میں غیرت کے نام پر 930 افراد کو قتل کیا گیا تھا۔ یہ اعداد و شمار 2013 اور 2014 کے بتائے گئے ہیں۔ ان اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ واقعات صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب میں پیش آئے ہیں جبکہ تیسرے نمبر پر خیبر پختونخوا اور چوتھے نمبر پر بلوچستان ہے۔ خیبر پختونخوا میں غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں سال 2013 کی نسبت سال 2014 میں اضافہ دیکھا گیا تھا۔ سال 2013 میں صوبہ بھر میں غیرت کے نام پر قتل کے میں 47 واقعات رپورٹ ہوئے تھے جبکہ سال 2014 میں یہ تعداد

ووٹروں کی تعداد میں بڑھتا ہوا جنسی تفاوت

پاکستان میں انتخابی سیاست بتدریج منظم شکل اختیار کرتی جا رہی ہے جو کہ نظم و نسق میں عوام کی نمائندگی کا موثر طریقہ کار ہے۔ تاہم، یہ جمہوری عمل میں خواتین کی شراکت میں اضافے کا سبب نہیں بن رہا۔ اس کے برعکس، الیکشن کمیشن آف پاکستان کے جاری کردہ ووٹر رجسٹریشن ڈیٹا کے مطابق، ملک میں مرد اور خواتین ووٹروں کی تعداد میں فرق مئی 2013ء میں 10.67 ملین سے بڑھ کر بلدیاتی انتخابات کے آغاز پر ستمبر 2015ء میں 11.65 ملین تک پہنچ چکا تھا۔ حالیہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ رجسٹرڈ ووٹروں کی تعداد بڑھ کر 93.06 ملین ہو گئی ہے تاہم اس میں مرد ووٹروں کی تعداد 52.6 ملین جبکہ خواتین ووٹروں کی تعداد 40.7 ملین ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتین ووٹروں کی رجسٹریشن مرد ووٹروں کے مقابلے میں کم رہی ہے۔ یہ ایک پریشان کن رجحان ہے جو ملک کے نظم و نسق کے طریقہ کار اور اس کی ترجیحات پر اثر انداز ہوگا۔ سیاسی جماعتوں کو اس کا مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے جن پر ووٹروں کی رجسٹریشن اور انتخابی فہرستوں میں عوام کے اندراج میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کی بنیادی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خواتین ووٹروں کی تعداد کو مرد ووٹروں کے برابر لانے کے حوالے سے سیاسی جماعتوں کی ناقص کارکردگی ثقافتی تعصب کی عکاسی کرتی ہے اور قومی بیانیے میں خواتین کی آواز کی شمولیت سے لاتعلقی کا اظہار ہے۔ اس تعصب کا برملا اظہار ہر انتخاب کے موقع پر ہوتا ہے جب ملک کے نسبتاً قدامت پسند علاقوں میں خواتین کو حق رائے دہی سے محروم کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں کے مابین معاہدے عمل میں آتے ہیں۔

اگرچہ، حق رائے دہی سے محرومی کا یہ بیہودہ عمل، اصول کی بجائے استثنٰی کے زمرے میں آتا ہے تاہم سیاسی جماعتوں کا امتیازی کلچر ٹکٹیں دینے کے موقع پر بھی سامنے آتا ہے جب خواتین کو عام نشستوں کے لیے مناسب انتخابی امیدوار تصور نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر، 2013ء کے انتخاب میں قومی اسمبلیوں کی 272 عام نشستوں پر سیاسی جماعتوں نے صرف 36 خواتین کو امیدواروں کو نامزد کیا تھا۔ اسی طرح کراچی میں ہونے والے انتخابات میں براہ راست حصہ لینے والے امیدواروں میں خواتین کی شمولیت صرف دو فیصد رہی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اسمبلیوں میں خواتین کے لیے مخصوص کوٹہ بنیادی طور پر انتخابی عمل میں خواتین کی مکمل شمولیت تک ایک عارضی مثبت اقدام تھا۔ مگر اس نے مرد سیاستدانوں میں تساہل پسندی کو جنم دیا ہے، اپنی خواتین ساتھیوں کو موثر انداز سے مرکزی دھارے میں لانے کی بجائے، وہ مخصوص نشستوں کے کوٹہ کو متبادل بندوبست کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور نتیجتاً عورتوں کو مزید پیچھے دھکیلا جا رہا ہے اور اس تصور کو تقویت دی جا رہی ہے کہ عوامی شمولیت کا حق معاملات میں صرف مردوں کو حاصل ہے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان کو خواتین امیدواروں کے کوٹے جیسی تجاویز پیش کرنا ہوں گی، کئی ممالک میں اس اصول پر عملدرآمد کرایا جا رہا ہے، تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان میں سیاست کا ارتقا ایسی فضا میں ہو جہاں عورتوں کو سیاست میں شراکت کے مساوی مواقع میسر ہوں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

حیدرآباد، 9 نومبر: خیرپور میں بلدیاتی انتخابات کے دن ہلاک ہونے والے افراد اور ٹانک میں انسانی حقوق کے مقتول کارکن زمان محسود کے ساتھ اظہار یکجہتی کا اظہار کیا گیا

تین سالہ بھانجے کو مار ڈالا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ کے نواحی چک 324 ج ب میں جہانزیب کا تین سالہ بیٹا اسماعیل کھیلتے ہوئے اپنے گھر سے ملحقہ اپنے ننھیال کے گھر چلا گیا۔ وسیم جو کہ گھر موجود تھا اور بچے کا ماموں تھا نے چھری کے وار کر کے اسے قتل کر دیا اور موقع سے فرار ہو گیا۔ بتایا گیا ہے کہ وسیم کی اکثر اوقات گاؤں میں کسی نہ کسی کے ساتھ لڑائی رہتی تھی جس پر اس کے پڑوس میں ہی رہنے والا اس کا بہنوئی جہانزیب اس کو لڑنے جھگڑنے سے منع کرتا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ وسیم کسی جگہ پسند کی شادی کرنا چاہتا تھا جس کی مخالفت اسماعیل کا والد کرتا تھا اور اسی رنجش پر کی بنا پر وسیم نے اپنے کمسن بھانجے کو قتل کیا ہے۔ مقتول اسماعیل کی نعش پوسٹ مارٹم کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچائی گئی جہاں پولیس موقع پر نہ پہنچی جس پر مقتول کے ورثا نے پولیس کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ احتجاج کرنے کے بعد پولیس ہسپتال پہنچ گئی جہاں پولیس نے ڈاکٹروں کو پوسٹ مارٹم کی اجازت دی اور ورثا کو انصاف کی یقین دہانی کروائی جس پر احتجاج ختم کر دیا گیا۔ (اعجاز اقبال)

خاتون اور مرد کی نعش برآمد

نوشہرہ تھانہ نوشہرہ کلاں کے علاقے ابا خیل کالونی میں نامعلوم افراد نے ایک مرد اور خاتون کو گولی مار کر قتل کر دیا۔ سب انسپکٹر جمشید خان کا کہنا ہے کہ 8 نومبر کو وہ ایک پولیس پارٹی کے ہمراہ معمول کے گشت پر تھے کہ انہیں مقامی افراد نے اطلاع دی کہ ایک گھر سے ایک مرد اور خاتون کی نعش برآمد ہوئی ہے۔ مقتولین کی شناخت 25 سالہ نصیحہ بی بی اور ممتاز علی کے طور پر ہوئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تحقیقات شروع کر دی ہیں۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

فائرنگ سے دو افراد ہلاک

بٹ خیلہ 21 نومبر کو باٹا باڈا کے علاقے میں ایک جرگے کے دوران دو مخالف گروہوں نے ایک دوسرے پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں دو افراد ہلاک اور ایک زخمی ہوگیا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ دو مقامی افراد رحمانی گل اور عمران نے گائے کی چوری پر پیدا ہونے والے تنازعے کے حل کے لئے ایک جرگہ منعقد کیا تھا۔ جرگے کے دوران دونوں گروہوں میں تلخ کلامی ہوگئی جس پر انہوں نے ایک دوسرے پر فائرنگ کردی۔ فائرنگ کے نتیجے میں ایک شخص سلیم خان موقع پر جاں بحق ہوگیا جبکہ اس کا باپ رحمانی گل اور ایک اور شخص نعمت اللہ شدید زخمی ہوگئے۔ مقتول اور زخمیوں کو ڈی ایچ کیو ہسپتال بٹ خیلہ لایا گیا جہاں نامعلوم حملہ آوروں نے نعمت اللہ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور فرار ہوگئے۔ مالاکنڈ لیویز نے مقدمہ درج کر کے تحقیقات کا آغاز کر دیا ہے۔ (ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

جنگجو بچوں کے لئے انسدادِ انتہا پسندی مراکز

سوات پہاڑوں میں گھری دلکش وادی سوات کے نوعمر لڑکے اپنی زندگی کا ایک نیا باب شروع کر رہے ہیں؛ ایک ایسی زندگی جس میں بندوقوں اور بموں کا کوئی وجود نہ ہو۔ یہ سباؤن کا انسدادِ انتہا پسندی مرکز ہے جو نوعمر لڑکوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ ایک وقت ایسا تھا جب ان میں سے کچھ بچے، جن کے خیالات کو طالبان نے اپنے عقیدے کے مطابق تبدیل کر دیا تھا، خود کو بھرے بازاروں میں دھماکے سے اڑانے کے لئے بھی تیار تھے۔ سوات کو اس وقت تشدد کے ایک بھیانک دور سے گزرنا پڑا جب 2007ء میں دہشت گردوں نے ملا فضل اللہ کی قیادت میں وادی پر قبضہ کرلیا۔ اس علاقے کے کچھ بچوں کو دوہری مصیبت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ فوج اور طالبان کے درمیان لڑائی کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف اپنے خاندان کھو دیے بلکہ بعد ازاں انہیں جنگجوؤں نے اغواء کرنے کے بعد تربیت دی تا کہ وہ قاتل بن سکیں۔ لہٰذا وادی کے پریشان حال مکینوں کے لئے سباؤن ایک منفرد مرکز ہے جو نہ صرف سوات میں امن کی خواہش رکھنے والے لوگوں کو ایک امید دے رہا ہے بلکہ ملک کے تشدد سے متاثرہ دیگر علاقوں کے ''جنگجو بچے'' بھی یہاں لائے جاتے ہیں۔ اس مرکز کا قیام ایک نئے عہد کی تجدید ہے کیونکہ اس میں 17 سال سے کم عمر کے ان بچوں کو بحال کیا جاتا ہے جنہیں تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے دہشت گردی کی اہم ترین سرگرمیوں جیسے کہ خودکش دھماکوں کے لئے بھرتی کیا تھا۔ جنگجوؤں کی بحالی کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر خیبر پختونخوا اور وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) میں بالغوں اور بچوں کے لئے انسدادِ انتہا پسندی مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ لیکن جارجیا اسٹیٹ یونیورسٹی کے گلوبل سٹڈی انسٹی ٹیوٹ اینڈ ڈیپارٹمنٹ آف سائکالوجی کے پروفیسر ڈاکٹر جان ہورگن کے مطابق بچوں کے لئے یہ دنیا کا پہلا انسدادِ انتہا پسندی مرکز ہے۔

(نامہ نگار)

بم پھٹنے سے تین سکیورٹی اہلکار ہلاک

جنوبی وزیرستان جنوبی وزیرستان کی تحصیل تیارزا میں سڑک کنارے نصب بم پھٹنے کے نتیجے میں تین سکیورٹی اہلکار ہلاک ہوگئے۔ انٹیلی جنس ذرائع کا کہنا ہے کہ 22 نومبر کو اہلکار علاقے کا گشت کر رہے تھے جب سڑک کنارے نصب دھماکہ خیز مواد پھٹ گیا جس کے نتیجے میں ایک اہلکار موقع پر ہلاک ہوگیا جبکہ تین شدید زخمی ہوگئے۔ محسود طالبان نے حملے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اس گروہ کے ترجمان اعظم طارق محسود کا کہنا تھا کہ یہ حملہ اس کے گروہ کے افراد نے کیا جس میں آٹھ سکیورٹی اہلکار ہلاک ہوئے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

امن لشکر کے سربراہ کو قتل کر دیا گیا

بنوں 22 نومبر کو پشاور سے 150 کلومیٹر دور بکا خیل کے علاقے میں سڑک کنارے نصب بم پھٹنے سے حکومت کا حامی قبائلی جاں بحق اور اس کا بیٹا زخمی ہوگیا۔ ضلع بنوں سے تعلق رکھنے والے ایک سینئر پولیس افسر کا کہنا ہے کہ ملک سید علی وزیر جو طالبان مخالف لشکر کا سربراہ تھا، ہسپتال جاتے ہوئے دم توڑ گیا جبکہ اس کا بیٹا زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ کسی بھی گروہ نے دھماکے کی ذمہ داری قبول نہیں کی لیکن شمال مغربی علاقوں میں جنگجوؤں کی جانب سے حکومت کے حامی قبائلی عمائدین پر حملے کوئی انوکھی بات نہیں۔ بنوں لاقانونیت کا شکار شمالی وزیرستان سے بھی متصل ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

معمولی جھگڑے پر دو افراد قتل

ہری پور ہری پور میں قائم افغان کیمپ کے قریب معمولی جھگڑے پر دو افراد کو قتل کر دیا گیا۔ ایک پولیس اہلکار نے بتایا کہ گاؤں پڑیاں کے رہائشی نثار احمد اور ایک افغان مہاجر محبّ اللہ کے درمیان تکرار ہوگئی جس کے نتیجے میں نثار احمد نے محبّ اللہ پر فائرنگ کردی جس سے موخر الذکر موقع پر ہلاک ہوگیا۔ بعد ازاں محبّ اللہ کے بھائی نے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جلاد خان کے ساتھ مل کر نثار کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ پولیس نے وقوعہ کا مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

نوجوان کی نعش برآمد

درگئی 21 نومبر کو ملاکنڈ ایجنسی کی تحصیل درگئی کے کھیتوں سے ایک نوجوان کی گولیوں سے چھلنی نعش برآمد ہوئی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ نامعلوم مسلح افراد نے 26 سالہ نوجوان اکرام ولد فیض اللہ کو قتل کرنے کے بعد اس کی نعش کو بدرگا گاؤں کے کھیتوں میں پھینک دیا۔ مقتول کے رشتہ داروں نے یہ خبر جاری ہونے تک ایف آئی آر درج نہیں کرائی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اسے غیرت کے معاملے پر قتل کیا گیا ہو۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

ٹارگٹ کلنگ کے واقعے میں ایک شخص ہلاک

پشاور ٹارگٹ کلنگ کے ایک اور واقعے میں سرکلر روڈ پر ایک شیعہ بزرگ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ 21 نومبر کو موٹر سائیکل پر سوار دو مسلح افراد نے ایک شیعہ بزرگ امداد حسین کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا جس کے نتیجے وہ وہ شدید زخمی ہوگئے اور بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہوگئے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ حملہ آوروں نے فائرنگ کے بعد ''اللہ اکبر'' کے نعرے بھی لگائے۔ شیعہ برادری کے افراد اور مقتول امداد حسین کے رشتہ داروں نے بعد ازاں یکہ توت میں احتجاجی مظاہرہ کیا اور جی ٹی روڈ کو بلاک کر دیا۔ انہوں نے قاتلوں کی گرفتاری اور شیعہ برادری کے افراد کی ٹارگٹ کلنگ کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ احتجاج کے نتیجے میں ٹریفک جام ہوگئی جس سے زیادہ تر سڑکیں بلاک رہیں۔ بعد ازاں ایس ایس پی میاں سعید احمد نے مظاہرین کو یقین دہانی کرائی کہ قاتلوں کو جلد ہی گرفتار کر لیا جائے گا جس پر احتجاج ختم کر دیا گیا۔ سردار عبدالحسن نے واقعے کی مذمت کرتے ہوئے حکام سے مطالبہ کیا کہ مجرموں کو فوری طور پر انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

انسانی حقوق کے کارکن فائرنگ میں ہلاک

ٹانک 3 نومبر کو پختونخوا کے جنوبی ضلع ٹانک میں نامعلوم افراد نے انسانی حقوق کے سرگرم کارکن اور مقامی صحافی زمان محسود کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا ہے۔زمان محسود ٹانک سے مختلف اخبارات اور ٹی وی چینل نیو کے ساتھ وابستہ تھے۔ٹانک سے پولیس اہلکاروں نے بتایا کہ زمان محسود اپنے گھر سے ٹانک کی جانب موٹر سائیکل پر آرہے تھے کہ راستے میں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کی ہے جس سے وہ زخمی ہوگئے تھے۔زمان محسود کو شدید زخمی حالت میں ڈسٹرکٹ ہسپتال ڈیرہ اسماعیل خان لایا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئے۔مقامی صحافی فاروق محسود نے بتایا کہ ان کی میت اب ان کے آبائی علاقے پہنچائی جارہی ہے۔ان پر حملے کے بعد زمان محسود کے رشتہ دار اور صحافی ہسپتال پہنچ گئے تھے۔پولیس کے مطابق زمان محسود کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی اور دعویٰ نامعلوم افراد پر کیا گیا ہے۔زمان محسود کی عمر 35 سال تک تھی اور وہ گذشتہ 13 سالوں سے صحافت سے وابستہ تھے۔زمان محسود روزنامہ امت، روزنامہ نئی بات اور ٹی وی چینل نیو کے ساتھ کام کر رہے تھے۔اس کے علاوہ وہ جنوبی وزیرستان میں انسانی حقوق کی تنظیم کے رکن کی حیثیت سے بھی کام کر رہے تھے۔زمان محسود نے پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔گذشتہ روز اقوام متحدہ کی جانب سے صحافیوں کے خلاف بلامواخذہ جرائم کے خاتمے کے عالمی دن کے طور پر منایا گیا تھا۔اس عالمی دن کے موقع کے حوالے سے عالمی صحافتی تنظیموں نے پاکستان کو صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ممالک میں سے ایک قرار دیا ہے۔یاد رہے کہ صحافیوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی عالمی تنظیم کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس کا کہنا ہے کہ 1992 کے بعد سے پاکستان میں 56 صحافیوں کو ہلاک کیا گیا ہے جن میں سے 94 فیصد مقدمات میں جرم بلامواخذہ رہا جبکہ چھ فیصد میں جزوی انصاف فراہم کیا گیا۔

(نامہ نگار)

نامعلوم افراد کی فائرنگ سے صحافی ہلاک

کوہاٹ کوہاٹ میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ایک مقامی صحافی حفیظ الرحمٰن کو قتل کر دیا ہے۔یہ واقعہ 29 نومبر کی صبح کوہاٹ کے علاقے کالوخان بانڈہ چوک پر پیش آیا ہے۔پولیس کے مطابق حفیظ الرحمٰن موٹر سائیکل پر اپنے دفتر جا رہے تھے کہ راستے میں نامعلوم افراد نے ان پر فائرنگ کر دی۔حفیظ الرحمٰن ایشیا کے نام سے اپنا اخبار شائع کرتے تھے اور نجی ٹی وی چینل نیو نیوز کے کوہاٹ میں نمائندے تھے۔اس کے علاوہ وہ ایک مقامی کیبل نیٹ ورک نیوسٹار کے مالک بھی تھے۔خیال رہے کہ رواں ماہ کے آغاز میں اسی نجی ٹی وی چینل کے ٹانک میں موجود نمائندے زمان محسود کو ٹانک میں قتل کیا گیا تھا۔وہ مختلف اخبارات کے ساتھ ساتھ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ایچ آر سی پی سے بھی وابستہ تھے۔صوبہ خیبر پختونخوا کی صحافتی تنظیموں نے حفیظ الرحمٰن کی ہلاکت پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا ہے اور احتجاج کرنے کا اعلان کیا ہے۔

(نامہ نگار)

بیوی کو قتل کر دیا

گوجرہ گوجرہ میں سابقہ خاوند نے خاتون کو کلہاڑی کے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔نواحی چک 95 ج ب گل کی نسیم بی بی نے دو سال قبل غلام محمد سے عدالتی طلاق لے لی تھی جس نے بعد ازاں گاؤں کے اقبال سے نکاح کر لیا تھا، گزشتہ روز خاتون گھر میں اکیلی موجود تھی کہ غلام محمد نے گھر میں گھس کر اس پر کلہاڑی سے حملہ کر دیا اور اسے ابدی نیند سلا کر موقع سے فرار ہوگیا۔پولیس نے مقتولہ کی نعش قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کیلئے گورنمنٹ آئی کم جنرل ہسپتال پہنچا دی اور کارروائی شروع کر دی۔ (اعجاز اقبال)

وفاقی وزیر کے قافلے کے قریب دھماکہ، دو ہلاک

بنوں 26 نومبر کو بنوں میں وفاقی وزیر اکرم خان درانی کے قافلے کے قریب بم دھماکہ ہوا۔بنوں کے علاقے بکاخیل میں ہونے والے دھماکے میں کم سے کم دو افراد ہلاک اور تین زخمی ہوئے ہیں تاہم وفاقی وزیر ہاوسنگ اکرم خان درانی اس حملے میں محفوظ رہے ہیں۔مقامی پولیس کے ڈی ایس پی طاہر شاہ کے مطابق اکرم خان درانی بنوں کے مضافات میں نیم قبائلی علاقے کے قریب ہونے والے ایک سیاسی جلسے میں شرکت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے کہ اُن کے قافلے کو بم سے نشانہ بنایا گیا۔ان کا کہنا تھا کہ بم کچے راستے پر نصب تھا اور دھماکے سے قافلے میں شامل ایمبولینس کو نقصان پہنچا اور ہلاک ہونے والوں میں محکمہ صحت کا ایک اہلکار بھی شامل ہے۔انھوں نے بتایا کہ حملے میں ہلاک ہونے والا دوسرا شخص راہ گیر تھا جبکہ زخمی ہونے والے افراد کو طبی امداد کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔اکرم خان درانی کا تعلق جمعیت علمائے اسلام فضل الرحمان گروپ سے ہے اور وہ اس سے پہلے خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں۔خیبر پختونخوا کے ضلع بنوں کی سرحد قبائلی علاقوں سے ملتی ہے اور یہاں اس سے قبل بھی کئی بم دھماکے ہوئے ہیں جن میں سکیورٹی فورسز کو نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

(نامہ نگار)

فائرنگ کے دو واقعات میں چار افراد ہلاک

کوئٹہ 8 نومبر کو پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں فائرنگ کے دو مختلف واقعات میں چار افراد ہلاک اور پانچ زخمی ہوگئے۔کوئٹہ شہر میں فائرنگ کا پہلا واقعہ سنیچر کی شام اسپنی روڈ پر پیش آیا۔سول لائنز پولیس سٹیشن کے ایک اہلکار نے بتایا کہ دو افراد ایک گاڑی میں اسپنی روڈ سے گزر رہے تھے، جب ان کی گاڑی پہلوان بابا کے قریب پہنچی تو نامعلوم موٹر سائیکلوں سواروں نے گاڑی پر فائرنگ کر دی۔اہلکار کے مطابق فائرنگ کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک اور ایک شدید زخمی ہوا۔زخمی کو ہسپتال منتقل کیا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا۔اہلکار نے بتایا کہ دونوں افراد کا تعلق شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے ہزارہ قبیلے سے تھا۔کوئٹہ شہر میں چار روز کے دوران ہزارہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے افراد پر یہ تیسرا حملہ ہے۔اس واقعہ کے پانچ گھنٹے بعد نامعلوم مسلح افراد نے شہر کے کواری اور جان محمد روڈ کے کارنر پر واقع ایک دکان پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دو افراد ہلاک ہوگئے۔پولیس کے مطابق فائرنگ اس وقت کی گئی جب وہ اپنی دکان بند کر رہے تھے۔ہلاک ہونے والے افراد کا تعلق سنی مسلک سے ہے۔ادھر خضدار کے علاقے نال سے دو افراد کی تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔نال میں ایک پولیس کے اہلکار نے بتایا کہ یہ لاشیں تین سے چار روز پرانی تھیں۔پولیس اہلکار کا کہنا تھا کہ دونوں افراد کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔اہلکار نے بتایا کہ مارے جانے والے دونوں افراد 15 سے 20 روز قبل لاپتہ ہوئے تھے۔بلوچستان میں سنہ 2008 سے تشدد زدہ لاشوں کی برآمدگی کا سلسلہ جاری ہے تاہم حکام کا دعویٰ ہے کہ ایسے واقعات میں کمی آئی ہے۔

(نامہ نگار)

صحت

لینڈسلائیڈ سے زلزلہ متاثرین کو دشواری

چترال خیبرپختونخوا میں زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں بارشوں اور برف باری سے کہیں سڑکیں بند ہیں تو کہیں خیموں میں گزارا ممکن نہیں رہا جبکہ کوہستان سے آگے شاہراہ قراقرم اور کاغان روڈ لینڈ سلائیڈ کے وجہ سے بند ہوگئی ہیں۔محکمہ موسمیات کے مطابق سب سے زیادہ بارش کوہستان کے علاقوں میں ہوئی ہے۔چترال کے بیشتر علاقوں میں زلزلہ زدگان مشکلات کا شکار ہیں جہاں لوگوں کو اب تک امداد نہیں ملی۔ لاسپور گاؤں میں برف باری ہوئی ہے جبکہ چرون اویر میں لوگوں نے احتجاج کر کے روڈ بلاک کر دی۔ چرون اویر کے رہائشی عنایت اللہ نے بتایا کہ ان کے گاؤں میں بچوں میں بیماریاں پھیل رہی ہیں۔لاسپور چترال سے کوئی ڈیڑھ سوکلومیٹر دور شندور کے قریب واقع ہے جہاں مقامی لوگوں کے مطابق شدید بارشوں اور برف باری سے ان کے خیمے ناکارہ ہوگئے ہیں جبکہ ان کے گاؤں میں نقصانات کے اندازے کے لیے سرکاری ٹیمیں تو پہنچی ہیں لیکن اب تک انھیں امداد فراہم نہیں کی گئی۔ان لوگوں کا کہنا تھا کہ غیر سرکاری تنظیموں کی جانب سے کچھ امداد ملی ہے لیکن اب ان کے گاؤں میں لوگ بیمار ہیں اور ادویات کی کمی ہے۔لاسپور میں روزگار کا بڑا ذریعہ مال مویشی ہیں اور حالیہ زلزلے سے نہ صرف لوگوں کے رہائشی کمرے گر گئے ہیں بلکہ مال مویشی بھی چھت سے محروم ہیں۔مستوج کے قریب چرون اویر گاؤں میں لوگوں نے احتجاج کیا اور مستوج شاہراہ کئی گھنٹے تک بند رہی۔مقامی لوگوں کے مطابق کوئی درجنوں لوگ احتجاج میں شامل تھے۔ان کا کہنا تھا کہ اس شدید سردی میں جب آٹھ انچ تک برف پڑی ہو یہ ناقص خیمے کام نہیں کرتے حکومت کو چاہیے کہ انھیں بہتر شلٹرز دیں اور خوراک کے علاوہ ادویات فراہم کی جائیں۔ چرون اویر کے رہائشی عنایت اللہ نے بتایا کہ ان کے علاقے میں نمونیا اور کھانسی کے امراض تیزی سے پھیل رہے ہیں۔چترال سے منتخب رکن قومی اسمبلی افتخار الدین نے بتایا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے وعدے کیے ہیں اور کچھ امداد بھی پہنچی ہے لیکن اب تک تمام افراد کو یہ امداد نہیں مل سکی۔ان کا کہنا تھا کہ وہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کریں گے اور انھیں یہ کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت جلد فنڈز جاری کر دے گی۔

(نامہ نگار)

پولیو مہم ملتوی

کراچی 5 نومبر کو کراچی میں مناسب سکیورٹی مہیا نہ کیے جانے کے باعث شروع ہونے والی تین روزہ انسدادِ پولیو مہم ملتوی کر دی گئی۔یہ مہم تین اضلاع میں منعقد ہونی تھی۔ ماضی میں بھی متعدد بار انسدادِ پولیو مہم ملتوی ہوتی رہی ہیں،اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کراچی میں امن و امان شاید 50 سے 60 فیصد تک تو بحال ہوا ہے لیکن مکمل طور پر بحال نہیں ہو سکا۔یونیسیف کے ترجمان عابد حسن نے بتایا کہ پولیو ورکرز کی سکیورٹی کے لیے سندھ پولیس سے 3000 اہلکار مانگے گئے تھے لیکن صرف 1200 اہلکار دستیاب تھے جس کی وجہ سے یہ مہم ملتوی کرنی پڑی۔محکمہ صحت کی ایک افسر ڈاکٹر درشہوار کا کہنا ہے کہ جب تک پولیو ورکرز کو مکمل سکیورٹی فراہم نہیں کی جائے گی تب تک انسدادِ پولیو مہم کا آغاز نہیں کیا جائے گا کیوں کہ کم سکیورٹی کے ساتھ پولیو ورکرز خدشات کا شکار ہو جاتے ہیں۔انھوں نے کہا: مہم سے قبل اجلاس بھی ہوتے ہیں اور پولیس کی جانب سے مطلوبہ نفری فراہم کرنے کی یقین دہانی بھی کرائی جاتی ہے،لیکن عین وقت پر کراچی کے حالات یا کسی اور وجہ سے پولیس کہیں اور مصروف ہو جاتی ہے۔ڈاکٹر درشہوار کا کہنا تھا کہ کم نفری لینے پر وہ آمادہ نہیں جبکہ زیادہ نفری فراہم کرنے کے لیے سندھ پولیس آمادگی ظاہر نہیں کر رہی جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا ہے۔واضح رہے کہ یہ مہم دو مرحلوں میں شروع ہونی تھی،جس کے پہلے مرحلے میں ضلع غربی، ضلع جنوبی اور ضلع وسطی شامل تھے۔دوسرے مرحلے میں ڈسٹرکٹ ملیر، کورنگی اور ضلع شرقی شامل ہیں۔ پہلے مرحلے میں 10 لاکھ بچوں اور دوسرے مرحلے میں نو لاکھ 75 ہزار بچوں کو انسدادِ پولیو کے قطرے پلائے جانے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔کراچی میں گذشتہ چند سالوں میں پولیو ورکرز پر حملے ہو چکے ہیں،جس میں سات رضا کار ہلاک ہوئے تھے،جس کے بعد مہم کے دوران پولیس سکیورٹی کو لازمی قرار دے دیا گیا تھا۔صوبہ سندھ میں رواں سال پولیو کے پانچ کیس سامنے آئے ہیں،جن میں سے ایک کراچی کا ہے۔

(نامہ نگار)

زلزلے سے 25 ہزار سے زائد مکانات تباہ

---- قدرتی آفات سے نمٹنے کے ادارے این ڈی ایم اے کے مطابق حالیہ شدید زلزلے کے نتیجے میں ملک بھر میں 25 ہزار سے زائد مکانات کو نقصان پہنچا ہے۔این ڈی ایم اے کے تازہ اعداد و شمار کے مطابق کل 25367 مکانات مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہوئے ہیں۔ پیر کو آنے والے 7.5 شدت کے اس زلزلے میں ہونے والی ہلاکتوں کی مجموعی تعداد 272 ہے جبکہ 2152 افراد زخمی ہوئے ہیں۔زلزلے سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے صوبے خیبر پختونخوا میں 15692 مکانات اور 155 سکولوں کو نقصان پہنچا ہے جبکہ صوبے میں ہلاکتوں کی کل تعداد 255 ہے۔صوبہ خیبر پختونخوا میں 1802 افراد زخمی ہوئے ہیں۔

زلزلے سے ہونے والی تباہی

- ☆ 255 میں سے 208 ہلاکتیں صوبہ خیبر پختونخوا میں ہوئیں۔
- ☆ زخمی ہونے والے کل 1,697 افراد میں سے 1,518 کا تعلق کے پی کے سے ہے۔
- ☆ تباہ ہونے والے 9,209 میں سے 90 فیصد سے زائد مکانات بھی صوبہ خیبر پختونخوا میں ہیں جن کی تعداد 8,453 ہے۔

این ڈی ایم اے کے مطابق خیبر پختونخوا میں سے سے زیادہ مکانات سوات میں تباہ ہوئے ہیں جن کی تعداد 3681 ہے۔سب سے زیادہ ہلاکتیں ضلع شانگلہ میں ہوئیں جہاں 50 افراد ہلاک ہوئے۔ چترال سے 32 ہلاکتوں کی تصدیق ہوئی ہے تاہم وہاں کی مقامی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد 37 ہے اور متعدد کچی بستیاں مکمل طور پر منہدم ہو چکی ہیں۔قبائلی علاقے فاٹا میں بھی تباہی ہوئی ہے جہاں ہلاکتوں کی تعداد 30 ہوگئی ہے۔سب سے زیادہ باجوڑ ایجنسی متاثر ہوئی جہاں 23 ہلاکتیں ہوئیں اور 8120 مکانات تباہ ہوئے۔ پی ڈی ایم اے کے مطابق کل 155 تعلیمی اداروں کی تباہی کی اطلاعات ہیں۔گلگت بلتستان میں تباہ ہونے والے مکانات کی کل تعداد 413 ہے۔سب سے زیادہ مکانات غضر میں تباہ ہوئے ہیں جن کی تعداد 250 ہے۔دوسری جانب پنجاب میں بھی زلزلے سے مکانات کو نقصان پہنچا ہے جہاں تباہ ہونے والے مکانات کی کل تعداد 61 ہے جبکہ پانچ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔راولپنڈی میں سب سے زیادہ مکانات کو نقصان پہنچا ہے۔

(بی بی سی اردو)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدِ حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 24 اکتوبر سے 24 نومبر تک کے دوران ملک بھر میں 127 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 45 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 67 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدامِ خودکشی کرنے والوں میں 23 خواتین شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 82 افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور 9 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 58 نے زہر کھا/پی کر، 19 نے خود کو گولی مار کر اور 24 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدامِ خودکشی کے 194 واقعات میں سے صرف 4 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24 اکتوبر	ارم	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلا کر	اصل سلیمان، کاہنہ، لاہور	-	جنگ
24 اکتوبر	زاہد	مرد	25 برس	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	غلہ منڈی، ساہیوال	-	جنگ
24 اکتوبر	بصام	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	پرانا بازار، فقیر والی	درج	خبریں
26 اکتوبر	انعم	خاتون	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	کچھی والا، ڈونگہ بونگہ	-	خبریں
26 اکتوبر	عمر فاروق	مرد	-	-	-	-	زہر خورانی	152/2، ایل، ساہیوال	-	خبریں
26 اکتوبر	ن	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع ڈسکہ	-	خبریں
26 اکتوبر	شمائلہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصور	-	نئی بات
26 اکتوبر	نعیم	مرد	25 برس	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو جلا کر	باغبانپورہ، لاہور	-	ایکسپریس
26 اکتوبر	یوسف	مرد	15 برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	بنی افغان، سکندر آباد	-	جنگ
26 اکتوبر	شہزاد	مرد	19 برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	موضع کتیلہ، سرائے عالمگیر	-	خبریں
27 اکتوبر	نغمہ	خاتون	20 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رسول آباد، گمبٹ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
28 اکتوبر	تابندہ فاروق	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	سرور روڈ، لاہور	-	نوائے وقت
29 اکتوبر	رضوان	مرد	23 برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	محلّہ دارالسلام، سمبڑیال	-	نئی بات
29 اکتوبر	-	مرد	25 برس	-	-	-	ٹرین تلے آ کر	مریدکے	-	جنگ
29 اکتوبر	عالم شیر	مرد	20 برس	-	-	-	زہر خورانی	-	-	روزنامہ خبریں
29 اکتوبر	محمد شریف گھوٹو	مرد	31 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گھوٹکی، سندھ	-	روزنامہ کاوش
29 اکتوبر	عبداللہ جویو	مرد	12 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جویہ محلّہ ڈوگڑی، لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
30 اکتوبر	عبدالصمد	مرد	19 برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	اوباڑو، گھوٹکی، سندھ	-	روزنامہ کاوش
30 اکتوبر	سکندر علی شر	مرد	55 برس	-	-	ذہنی معذوری	-	سندھ	-	روزنامہ کاوش
31 اکتوبر	محمد رفیق	مرد	20 برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	شاہ دی کھوئی، جوہر ٹاؤن، لاہور	-	ایکسپریس
31 اکتوبر	اکبر	مرد	50 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	محلّہ رسول نگر، فیصل آباد	-	نوائے وقت
31 اکتوبر	اشفاق	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	چھب کلاں چک 86، میاں چنوں	-	روزنامہ خبریں
2 نومبر	محمد ندیم	مرد	26 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ ذکریا کالونی، کمالیہ	-	جنگ
2 نومبر	خضر حیات	مرد	-	-	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	موضع ساہیوال، مڈھ رانجھا	-	جنگ
2 نومبر	رحمت بی بی	خاتون	16 برس	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	کوٹ سلطان، پہاڑ پور تھل	درج	خبریں
3 نومبر	توفیق احمد کلہوڑو	مرد	30 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ علی بخش، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
3 نومبر	شفقت	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	موضع مردوال، نوشہرہ	-	نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3نومبر	محمد ارشد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	کلروالا، ماموں کانجن	-	نئی بات
3نومبر	محمد افضال	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ساہوال	-	جنگ
3نومبر	محمد کمال	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ساہیوال	-	جنگ
4نومبر	ز	خاتون	20برس	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا لے کر	نیوانارکلی، لاہور	-	ایکسپریس
4نومبر	برکت علی	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	کیلو، قصور	-	جنگ
4نومبر	گوگی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 151ج ب، امین پور بنگلہ	-	جنگ
4نومبر	احتشام	مرد	17برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	سرگودھا روڈ، فیصل آباد	-	جنگ
4نومبر	دلاور	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ستیانہ روڈ، فیصل آباد	-	نیوز
4نومبر	ثقلین	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	جھنگ روڈ، فیصل آباد	-	نیوز
4نومبر	خدابخش	مرد	62برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے کود کر	امین آباد، لیاقت پور	درج	خبریں
4نومبر	زرینہ	خاتون	35برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رکناپور	-	خبریں
5نومبر	فریاد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	محبت میں ناکامی پر	خودکو گولی مار کر	فیصل آباد	-	خبریں
5نومبر	محمد حسنین	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	پھندا لے کر	گاؤں مطاہر والا، حیدرآباد تھل	-	نوائے وقت
5نومبر	سعید	مرد	28برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جھنگ بازار، فیصل آباد	-	نئی بات
5نومبر	عبدالغفور	مرد	41برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	فیصل آباد	-	نئی بات
6نومبر	-	خاتون	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اورنگی ٹاؤن، کراچی	-	جنگ
6نومبر	-	خاتون	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اورنگی ٹاؤن، کراچی	-	پاکستان ٹائمز
6نومبر	زبیر خالد	مرد	30برس	-	-	-	خودکو گولی مار کر	لبرٹی، لاہور	-	جنگ
6نومبر	آسیہ	خاتون	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گجرات	-	جنگ
6نومبر	نینا	خاتون	25برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	مہران کالونی، سکرنڈ	-	نئی بات
6نومبر	اشفاق	مرد	55برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	محلّہ مومن آباد، ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد	-	نئی بات
6نومبر	ارشاد بیگم	خاتون	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عاقل گوٹھ لکھی، شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
6نومبر	بلال	مرد	19برس	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	چک 23 غریب شاہ، خیرپور	-	خواجہ اسداللہ
6نومبر	نذر	مرد	-	-	-	-	پھندا ڈال کر	بنگلہ ہدایت عمرکوٹ	-	خبریں
7نومبر	ندیم	مرد	36برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راہوالی، گوجرانوالہ	-	نیوز
7نومبر	عمرفاروق	مرد	32برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	-	نیوز
7نومبر	غلام مرتضیٰ	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کٹھیالہ شیخاں	-	جنگ
7نومبر	سیفل بی بی	خاتون	35برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کلورکوٹ	-	دنیا
7نومبر	بلال	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ٹیلہ، ایبٹ آباد	-	دنیا
7نومبر	م	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ٹیلہ، ایبٹ آباد	-	دنیا
7نومبر	اقبال	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	قرض سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکو جلا کر	پیرکالونی، ملتان	-	دنیا
7نومبر	ہاشم چنڑ	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	بنگلہ ہدایت، عمرکوٹ	-	خبریں
7نومبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قائم پور خیرپور، بہاولپور	-	خواجہ اسداللہ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
8نومبر	بشیر احمد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گاؤں سلطان پورہ، حافظ آباد	-	نوائے وقت
8نومبر	شمیم بی بی	خاتون	50برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	ایمن آباد روڈ، گوجرانوالہ	-	نوائے وقت
8نومبر	سید برکات احمد	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	شکریلہ، سرائے عالمگیر	-	جھنگ
8نومبر	شہزاد	مرد	33برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	محلّہ قدرت آباد، گجرات	-	جنگ
8نومبر	محمد اسلم	مرد	42برس	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	قذافی کالونی، لاہور	-	دنیا
8نومبر	اسرار	مرد	18برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	سٹی، بہاولپور	-	خواجہ اسد اللہ
8نومبر	اعجاز احمد	مرد	22برس	-	غیر شادی شدہ	-	چھت سے کود کر	بیٹ دہلی، کوٹ سلطان	درج	روزنامہ خبریں
9نومبر	ندیم احمد	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 75این پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں
10نومبر	زیب النساء قریشی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	لاہوری محلّہ، لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
10نومبر	محمد امین	مرد	27برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چک 14ای بی، ساہیوال	-	نئی بات
10نومبر	ارشد	مرد	21برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	93/9ایل، ساہیوال	-	نئی بات
11نومبر	عبدالرحمان	مرد	22برس	-	غیر شادی شدہ	-	چھت سے کود کر	نظام دین، دیپالپور	-	نئی بات
11نومبر	ر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پنووال، سیالکوٹ	-	نئی بات
11نومبر	محمد اشفاق	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	قصبہ مردوال، وادی سون	-	نئی بات
11نومبر	فرح	خاتون	16برس	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	رسول پورہ، فیصل آباد	-	نئی بات
11نومبر	م	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سرائے عالمگیر	-	جنگ
11نومبر	سکھیو	خاتون	45برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ سید نادر شاہ، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
11نومبر	عارف	مرد	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کنڈے والی شہر سلطان، مظفر گڑھ	-	خبریں
12نومبر	بشیر احمد	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	سکھ نہر، باغبانپورہ، لاہور	-	جنگ
12نومبر	ارشد چوہان	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	خان کالونی، ہارون آباد	-	جنگ
12نومبر	ذوالفقار	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	حافظ آباد	-	جنگ
12نومبر	صائمہ	خاتون	21برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 7ج ب، فیصل آباد	-	جنگ
12نومبر	مشتاق احمد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	چک 332 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	نوائے وقت
12نومبر	ہوش محمد سانڈانو	مرد	-	-	شادی شدہ	-	-	لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
12نومبر	عطا محمد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	حسین کالونی، ہارون آباد	-	نئی بات
13نومبر	ضمیر حسین مغیری	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	گوٹھ خوش محمد مغیری، قمبر، سندھ	-	روزنامہ کاوش
14نومبر	حاجی طفیل	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	پتوکی، قصور	-	جنگ
14نومبر	س	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	منڈی بہاؤالدین	-	جنگ
14نومبر	فاخرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	دنیا
14نومبر	عاشق	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	-	نوائے وقت
14نومبر	مہر النساء قادری	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	لیلیٰ آباد لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
15نومبر	عظمیٰ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	ساہووالا	-	نئی بات
15نومبر	مہتاب جان	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	جماعت پور، قصور	-	نیوز

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16نومبر	غوثیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	پاکستان بازار، اورنگی ٹاؤن، کراچی	ـ	دنیا
16نومبر	صباء	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	ڈھل بنگش پل، ڈنگہ	ـ	نئی بات
16نومبر	سدرہ	خاتون	18برس	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	ساہیوال	ـ	دنیا
16نومبر	صغراں بی بی	خاتون	45برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	129/6، آر، فقیر والی	ـ	جنگ
16نومبر	صغراں بی بی	خاتون	45برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	ـ	ـ	جنگ
16نومبر	احسان احمد	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ٹھٹھہ گاہڑہ، پنڈی بھٹیاں	ـ	جنگ
16نومبر	محمد اکرم	مرد	20برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	پھولنگر	ـ	نیوز
17نومبر	مختار	مرد	40برس	ـ	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہو کر	خود کو گولی مار کر	ڈیفنس سی، لاہور	ـ	نوائے وقت
17نومبر	سلیم	مرد	25برس	ـ	ـ	ـ	پھندا لے کر	غالب مارکیٹ، لاہور	ـ	نوائے وقت
17نومبر	یوسف	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	فیروز کھرل، صدر گوگیرہ	ـ	نئی بات
17نومبر	رشیداں	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 47/5ایل، ساہیوال	ـ	جنگ
17نومبر	ذیشان	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چناب نگر	ـ	جنگ
17نومبر	کزبانو ٹالپر	خاتون	45برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نظامانی محلّہ، خیر پور، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
18نومبر	ـ	مرد	25برس	ـ	ـ	ـ	ٹرین تلے آ کر	دھرم پور، لاہور	ـ	جنگ
18نومبر	محمد ارشد	مرد	25برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ پرانی منڈی، پتوکی، قصور	ـ	جنگ
18نومبر	سدرہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	آلودے والی، روہیانوالی	ـ	دنیا
18نومبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	تحصیل چوبارہ، لیہ	ـ	پاکستان ٹائمز
18نومبر	قلندر عباس	مرد	22برس	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	دبے والا	ـ	جنگ
18نومبر	یوسف	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	فیروز کھرل، چو چک	ـ	نئی بات
18نومبر	ارشد	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نارو کی ٹھٹھہ، قصور	ـ	نئی بات
18نومبر	اشرف	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کاشف چوک، پرانی منڈی پتوکی	ـ	نئی بات
19نومبر	سدرہ بی بی	خاتون	24برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	تارا گڑھ، چک 44۔قصور	ـ	نئی بات
20نومبر	خلیل	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شیخوپورہ	ـ	مشرق
20نومبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹلی، ڈسکہ	ـ	نئی بات
20نومبر	صائقہ	خاتون	30برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قدیر کالونی، شجاع آباد	ـ	نئی بات
21نومبر	محمد اسلم	مرد	25برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	گاؤں 46ای بی، عارف والا	ـ	نئی بات
21نومبر	بدر منیر	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	رحمان ٹاؤن، فیصل آباد	ـ	نئی بات
21نومبر	ابوبکر	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	گاؤں 44 گ ب، سمندری	ـ	نوائے وقت
21نومبر	زوہیب دایو	مرد	30برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	شاہی بازار روہڑی، سکھر	ـ	روزنامہ کاوش
21نومبر	عبدالرحمان مگسی	مرد	17برس	ـ	ـ	ذہنی معذوری	خود کو گولی مار کر	گوٹھ دینو، بہرام، قمبر، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
22نومبر	سمیرا	خاتون	24برس	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	چک 9/102ایل، ہڑپہ	ـ	ایکسپریس
23نومبر	سونیا	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	سادھوکی، گوجرانوالہ	ـ	ـ
23نومبر	عتیق	مرد	18برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 166بی، رحیم یار خان	ـ	نوائے وقت
24نومبر	عندلیب	خاتون	21برس	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	راولپنڈی	ـ	دنیا

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26اکتوبر	محمد ندیم	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	صادق آباد، فیصل آباد	-	خبریں
27اکتوبر	میاں ایاز	مرد	30برس	-	-	-	زہرخورانی	گلستان کالونی، شاہکوٹ	-	ایکسپریس
27اکتوبر	نورفاطمہ	خاتون	17برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سرسید ٹاؤن، فیصل آباد	-	خبریں
27اکتوبر	حبیب الرحمان	مرد	28برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	خبریں
27اکتوبر	شاہد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ڈسکہ	-	خبریں
28اکتوبر	محمد ارشد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	محمد پورہ، لکومنڈی	-	ایکسپریس
29اکتوبر	کشور	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	گاؤں نوری اللہ دتہ، ننکانہ	-	دنیا
29اکتوبر	رانی مائی	خاتون	18برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	بدلی شریف، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	نوراں مائی	خاتون	17برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	تھلی چوک، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	رضیہ مائی	خاتون	18برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	کندھ کوٹ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	عارف	مرد	20برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	-	بدلی شریف، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	شفیق	مرد	30برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	-	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	نثاراحمد	مرد	35برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	-	چک 3پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	ارجن	مرد	25برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	-	شادن لنڈ	-	روزنامہ خبریں
29اکتوبر	عاقب	مرد	13برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی سردارخان بلوچ لیاقت پور		روزنامہ خبریں
31اکتوبر	عالم شیر	مرد	25برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	گاؤں واڑہ لعب سنگھ، ننکانہ	-	دنیا
31اکتوبر	عائشہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	مجاہد کالونی، لطیف آباد، حیدرآباد	-	کراچی ڈان
3نومبر	-	مرد	-	-	-	-	چھت سے کودکر	اڈیالہ جیل، راولپنڈی	-	نوائے وقت
4نومبر	ذین	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	غازی آباد، فیصل آباد	-	نیوز
4نومبر	سرور	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	چک 212رب، فیصل آباد	-	نیوز
4نومبر	عاطف	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	214رب، فیصل آباد	-	نیوز
5نومبر	جمیل احمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	بستی سردارخان، بلوچ لیاقت پور	-	روزنامہ خبریں
5نومبر	نبیلہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پیپلز کالونی، فیصل آباد	-	خبریں
5نومبر	ثناء	خاتون	18برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	چھت سے کودکر	غلام آباد، فیصل آباد	-	خبریں
5نومبر	ندیم	مرد	28برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مہرٹاؤن، جڑانوالہ	-	خبریں
5نومبر	شیخ بی بی	خاتون	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	384 گ ب، جڑانوالہ	-	خبریں
5نومبر	خالدہ	خاتون	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بچیانہ منڈی، جڑانوالہ	-	خبریں
5نومبر	شہزاد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع میانوالی بنگلہ، ڈسکہ	-	خبریں
5نومبر	ندیم	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	ستیانہ روڈ، فیصل آباد	-	نوائے وقت
5نومبر	اشتیاق	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	قاسمہ پارک، فیصل آباد	-	نوائے وقت
5نومبر	ر	خاتون	-	-	-	-	-	گلبرگ، فیصل آباد	-	نوائے وقت
5نومبر	اشتیاق	مرد	-	-	-	-	-	جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد	-	نوائے وقت
5نومبر	قاسم	مرد	-	-	-	-	-	جھنگ روڈ، فیصل آباد	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
6نومبر	مصباح	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بھٹہ سٹاپ، فیصل آباد	-	نئی بات
6نومبر	سمیرا	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بھولے دی جھگی، فیصل آباد	-	نئی بات
6نومبر	بنیامین	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	ننکانہ	-	دنیا
6نومبر	اعظم	مرد	40برس	-	شادی شدہ	انصاف نہ ملنے پر	خودکو جلا کر	جتوئی	-	روزنامہ خبریں
8نومبر	اشفاق	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
8نومبر	راشد	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	خان پور	-	روزنامہ خبریں
8نومبر	فیض محمد	مرد	15برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	ابوظہبی کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
8نومبر	طاہر محمود	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحمت کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
8نومبر	جمال خاتون	خاتون	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	روشن بھیٹ، رحیم یارخان	-	خبریں
8نومبر	شہزادی مائی	خاتون	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	-	-	خبریں
8نومبر	سہیل احمد	مرد	23برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	-	-	خبریں
8نومبر	شہزاد احمد	مرد	35برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	-	-	خبریں
8نومبر	سلمان	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	-	-	خبریں
10نومبر	محمد اسد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ مسافرشاہ، جتوئی	-	روزنامہ خبریں
10نومبر	آصف	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	نورپور، ملت روڈ، فیصل آباد	-	نئی بات
10نومبر	اویس	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	افتخار کالونی، جناح روڈ، گوجرانوالہ	-	خبریں
11نومبر	محمد اسد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ مسافرشاہ جتوئی	-	خبریں
11نومبر	اللہ دتہ	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	احمد پور، رحیم یارخان	-	خبریں
11نومبر	شاہد	مرد	21برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	شیخ واہن، رحیم یارخان	-	خبریں
11نومبر	نذیر احمد	مرد	50برس	-	شادی شدہ	-	-	بستی بگا، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
12نومبر	خدیجہ	خاتون	25برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ہمایوں ٹاؤن، فیصل آباد	-	نئی بات
12نومبر	ساجدہ بی بی	خاتون	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	بستی بگا، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
12نومبر	بلقیس بی بی	خاتون	23برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چک 99پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
12نومبر	نسیم اختر	خاتون	24برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چک 133پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
12نومبر	علی بخش	مرد	45برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	لطیف آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
14نومبر	روبینہ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کرشن نگر، لاہور	-	دنیا
14نومبر	امان خان	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	شاہدرہ ٹاؤن، لاہور	-	دنیا
14نومبر	جمیل	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	ستوکتلہ، لاہور	-	دنیا
15نومبر	امتیاز	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلا کر	گوجرانوالہ	-	نوائے وقت
15نومبر	نادیہ	خاتون	17برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لیاقت آباد، فیصل آباد	-	نئی بات
16نومبر	نثار فاطمہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکو جلا کر	بستی مولی حیات، خانیوال	-	پاکستان ٹائمز
17نومبر	-	مرد	-	-	-	-	خودکو جلا کر	لیسکو کوارٹر، لاہور	-	مشرق
22نومبر	کاشف	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	لاری اڈہ، ننکانہ صاحب	-	نوائے وقت
23نومبر	ثمینہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	ریاض آباد، ملتان	-	دنیا

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 اکتوبر سے 25 نومبر تک 9 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 9 خواتین اور 5 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
05 نومبر	عبدالحفیظ کوبھر	مرد	-	-	پنہوں کوبھر	-	رشتے دار	گوٹھ اللہ ڈتو کوبھر، ڈہرکی، گھوٹکی۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
05 نومبر	ناہید انڑ	خاتون	33 برس	شادی شدہ	بہادر انڑ	بندوق	خاوند	انڑ، مدیجی، شکارپور۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
05 نومبر	شہناز کھوسو	خاتون	-	شادی شدہ	واحد کھوسو	بندوق	خاوند	گوٹھ سوبھ کوٹ، جیکب آباد، سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
07 نومبر	مسماۃ دادی	خاتون	-	شادی شدہ	سجن موہیل	بندوق	خاوند	نزد گڑھی خیرو، جیکب آباد۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
05 نومبر	عبدالنبی عمرانی	مرد	-	شادی شدہ	سجن موہیل	بندوق	-	نزد گڑھی خیرو، جیکب آباد۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
09 نومبر	فیض محمد کنبھر	مرد	-	شادی شدہ	خاصخیلی برادری	بندوق	-	گوٹھ کوٹ نواب بگٹی، سانگھڑ۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
09 نومبر	عارفہ خاصخیلی	خاتون	-	-	-	بندوق	-	گوٹھ کوٹ نواب بگٹی، سانگھڑ۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
13 نومبر	صغریٰ زرداری	خاتون	45 برس	شادی شدہ	روشن زرداری	بندوق	خاوند	رادھن، دادو۔سندھ	-	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
15 نومبر	شاہ بی بی مگسی	خاتون	25 برس	شادی شدہ	علی احمد مگسی	بندوق	خاوند	گوٹھ عاشق مگسی، قبو سعید خان، قمبر۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
20 نومبر	زاہد مگنہار	مرد	-	-	نواب قمبرانی	بندوق	-	بلاول پارک جوہی، دادو۔سندھ	-	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
20 نومبر	فاطمہ	خاتون	-	شادی شدہ	نواب قمبرانی	بندوق	-	بلاول پارک جوہی، دادو۔سندھ	-	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
21 نومبر	اسماء	خاتون	20 برس	-	عظمت محسود	بندوق	باپ	خدا کی بستی سرجانی کراچی۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
21 نومبر	شاہد برکی	مرد	23 برس	-	عظمت محسود	بندوق	-	خدا کی بستی سرجانی کراچی۔سندھ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
23 برس	لطیفاں ٹالپر	خاتون	26 برس	شادی شدہ	-	بندوق	خاوند	گوٹھ شکیل ٹالپر، شہداد پور، سانگھڑ	-	درج	-	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 21 اکتوبر سے 07 نومبر تک 55 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 28 خواتین شامل ہیں۔ 30 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 17 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
21 اکتوبر	ک	بچی	6 برس	غیر شادی شدہ	عاصم محمود	اہل علاقہ	ڈھوک میاں قطب دین دینہ	درج	گرفتار	جنگ
21 اکتوبر	-	بچی	7 برس	غیر شادی شدہ	شوکت، شرافت	اہل علاقہ	علی احمد شاہ کالونی، قصور	-	-	جنگ
21 اکتوبر	ارسلان	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	عابد	اہل علاقہ	چک 55، قصور	درج	-	خبریں
21 اکتوبر	-	بچہ	5 برس	غیر شادی شدہ	سلیم	اہل علاقہ	کلارک آباد، قصور	درج	-	خبریں
21 اکتوبر	ز	خاتون	08 برس	-	الطاف عمرانی	اہل علاقہ	میرل جکھرو، لاڑکانہ۔سندھ	درج	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
22اکتوبر	ص	مرد	14برس	-	سلیم جتوئی		-	شکارپور۔سندھ		درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
22اکتوبر	ن	-	10برس	-	امام بخش جتوئی		-	شکارپور۔سندھ		درج	-	روزنامہ کاوش
22اکتوبر	ڈ	خاتون	-	شادی شدہ	اجمل، بھگوانو، جلال، جاوید		اہل علاقہ	گوٹھ چانڈیہ موری، ڈہرکی، گھوٹکی۔سندھ		-	-	روزنامہ کاوش
23اکتوبر	-	بچہ	5برس	غیرشادی شدہ	عابد		اہل علاقہ	چک55،قصور		درج	گرفتار	جنگ
23اکتوبر	-	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	سلیم		اہل علاقہ	کلارک آباد،قصور		درج	-	جنگ
23اکتوبر	ر	بچی	-	غیرشادی شدہ	فراز		اہل علاقہ	آبادی ہاؤسنگ کالونی، شیخوپورہ		درج	-	خبریں
23اکتوبر	ر	خاتون	-	-	محمداعظم		اہل علاقہ	سندر، لاہور		درج	-	خبریں
24اکتوبر	علی حسنین	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	علی رضا		اہل علاقہ	ڈاکٹروالا، واربرٹن		درج	گرفتار	ایکسپریس
26اکتوبر	ر	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	ارشد		اہل علاقہ	بھیلاگلاب، سنگھ، اوکاڑہ		درج	-	نوائے وقت
26اکتوبر	س	خاتون	24برس	غیرشادی شدہ	عمران، کاشف، عثمان، عرفان		اہل علاقہ	آفتاب ٹاؤن، جڑانوالہ		-	-	نوائے وقت
26اکتوبر	حسنین	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	احتشام		اہل علاقہ	سمن آباد، فیصل آباد		درج	-	نوائے وقت
27اکتوبر	ت	خاتون	-	غیرشادی شدہ	امتیاز بلیدی		پولیس اہلکار	لقمان خیرپور۔سندھ		-	-	روزنامہ کاوش
27اکتوبر	تیمور	مرد	-	غیرشادی شدہ	-		اہل علاقہ	صادق پارک، شیخوپورہ		-	-	خبریں
27اکتوبر	علی حسن	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	-		اہل علاقہ	تاندلیانوالا فض آباد		درج	-	جنگ
27اکتوبر	الف	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	وقاص		اہل علاقہ	گاؤں وائیاں والی، گکھڑ منڈی		درج	گرفتار	جنگ
27اکتوبر	اویس	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	سرور		معلم	263رب، ڈجکوٹ، فیصل آباد		درج	-	جنگ
27اکتوبر	م	بچی	7برس	غیرشادی شدہ	راؤخرم		اہل علاقہ	اوکاڑہ		درج	-	نوائے وقت
27اکتوبر	ر	خاتون	-	غیرشادی شدہ	ممتاز		اہل علاقہ	ٹھٹھی شاہ شکور، جھنگ		درج	-	نوائے وقت
27اکتوبر	س	خاتون	-	غیرشادی شدہ	یاسین		اہل علاقہ	کھڈیاں، قصور		درج	-	نوائے وقت
27اکتوبر	ص	خاتون	-	شادی شدہ	غلام مصطفیٰ		سسر	نصیرآباد، فیصل آباد		درج	-	نوائے وقت
27اکتوبر	س	خاتون	-	شادی شدہ	محمد عباس، محمد یوسف		اہل علاقہ	721گ ب، پیرمحل		-	-	نوائے وقت
27اکتوبر	-	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	سخاوت علی		اہل علاقہ	بھلے ڈسنوال، فیروزوالا		درج		جنگ
30اکتوبر	صالح	بچہ	-	غیرشادی شدہ	شہباز		اہل علاقہ	لیاقت آباد، بھکھی		-	-	نوائے وقت
30اکتوبر	عمران	بچہ	11برس	غیرشادی شدہ	امجد علی		اہل علاقہ	بھکھی		-	-	نوائے وقت
30اکتوبر	ر	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	صفدر علی		اہل علاقہ	فیروزوٹواں، بھکھی		-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
30اکتوبر	ک	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	حفیظ		اہل علاقہ	کھوکھر والی، بھکھی		۔	۔	نوائے وقت
30اکتوبر	الف	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	محسن		اہل علاقہ	ہارون پارک، گجومتہ، لاہور		۔	۔	نوائے وقت
30اکتوبر	حسن	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	ریحان، نصیر		اہل علاقہ	تھانہ سرگودھا روڈ، فیصل آباد		۔	۔	نوائے وقت
30اکتوبر	محمد سجاد	بچہ	11برس	غیرشادی شدہ	ریاست		اہل علاقہ	ٹھٹھہ بھروانہ، اوکاڑہ		۔	۔	نوائے وقت
30اکتوبر	قاسم	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	اعجاز		اہل علاقہ	چناب نگر		۔	۔	نوائے وقت
30اکتوبر	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	۔		اہل علاقہ	گاؤں جتہ، ڈی آئی خان		۔	۔	ایکسپریس
31اکتوبر	ی	خاتون	۔	۔	رفیق		اہل علاقہ	25 کے بی، پاکپتن		۔	۔	نوائے وقت
31اکتوبر	ر	خاتون	۔	شادی شدہ	منیر احمد		اہل علاقہ	چک 47 ڈی، اوکاڑہ		۔	۔	نوائے وقت
31اکتوبر	۔	خاتون	11برس	غیرشادی شدہ	نامعلوم افراد		اہل علاقہ	گوٹھ عبدالرحمان، لاکھا روڈ، نوشہرو فیروز۔سندھ		درج	۔	روزنامہ کاوش
یکم نومبر	ع	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	بلال		اہل علاقہ	کوٹ ادو		۔	۔	ایکسپریس
یکم نومبر	حمزہ جمیل	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	شعبان، جاوید، مدثر		اہل علاقہ	ظفر آباد، رحیم یار خان		درج	گرفتار	خبریں ملتان
02نومبر	اقرار سومرو	مرد	۔	۔	امداد کوری		اہل علاقہ	نزد اوباوڑو، گھوٹکی۔سندھ		درج	۔	روزنامہ کاوش
02نومبر	۔	بچہ	5برس	غیرشادی شدہ	ارشاد		اہل علاقہ	گاؤں 138/9ایل، ساہیوال		۔	۔	ایکسپریس
02نومبر	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	تنویر		اہل علاقہ	127، ای بی، پاکپتن		درج	۔	ایکسپریس
3نومبر	طفیل	مرد	12برس	غیرشادی شدہ	ناصر		اہل علاقہ	موضع گلورسسوں خاں رکن پور		درج	۔	روزنامہ خبریں
3نومبر	۔	خاتون	۔	۔	۔		اہل علاقہ	155ای بی، قبولہ		۔	۔	ایکسپریس
04نومبر	رمضان	بچہ	11برس	غیرشادی شدہ	۔		اہل علاقہ	ونڈالا دیال شاہ، فیروزوالا		۔	۔	دنیا
05نومبر	اکرم وسطڑو	مرد	8برس	غیرشادی شدہ	عبدالرحیم وسطڑو		اہل علاقہ	احمد پور، پیر گوٹھ، خیرپور میرس۔سندھ		درج	۔	روزنامہ کاوش
05نومبر	ک	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	چاند		اہل علاقہ	تھانہ اروپ، گوجرانوالہ		درج	۔	خبریں
06نومبر	ر	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	الیاس		اہل علاقہ	شاکی بھٹیاں، مانگا منڈی		درج	گرفتار	نوائے وقت
06نومبر	حسین	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	شہباز، ثقلین		اہل علاقہ	گاؤں جیوآنہ، اٹھارہ ہزاری، جھنگ		۔	۔	نوائے وقت
06نومبر	م ن	بچی	13برس	غیرشادی شدہ	ظفر اقبال		اہل علاقہ	کوٹلہ، جھنگ		۔	۔	نوائے وقت
06نومبر	نعمان	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	شہباز		اہل علاقہ	سرگودھا		۔	۔	نوائے وقت
06نومبر	ن	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	اکرم، حمزہ		اہل علاقہ	بمبانوالا، ڈسکہ		۔	۔	نوائے وقت
07نومبر	م	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	۔		اہل علاقہ	محلّہ کرمانوالا، ننکانہ صاحب		درج	۔	ایکسپریس

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

بھٹہ مزدوروں کا اپنے مطالبات کے حق میں احتجاج

ٹوبہ ٹیک سنگھ 2 نومبر کو حکومتی نوٹیفکیشن کے مطابق مقرر کردہ اجرتیں نہ ملنے پر بھٹہ مزدوروں نے احتجاج کیا ہے۔ احتجاج کے دوران ایک مزدور نے مطالبات نہ ماننے پر خودکشی کرنے کی دھمکی دی ہے۔ پاکستان بھٹہ مزدور یونین پنجاب کے زیر اہتمام بھٹہ مزدوروں کا احتجاج جاری ہے۔ لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے احاطہ میں مزدوروں نے احتجاجی دھرنا بھی دے رکھا ہے۔ احتجاجی مظاہرین کی قیادت لیبر قومی موومنٹ کے ضلعی صدر و پاکستان بھٹہ مزدور یونین پنجاب کے ضلعی جنرل سیکرٹری محمد شبیر کر رہے ہیں۔ احتجاجی کیمپ کے دوران محمد شبیر نے سجاگ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مزدور کھلے آسمان تلے اپنے مطالبات کی منظوری کے لیے احتجاج کر رہے ہیں مگر بھٹہ مالکان اور ضلعی انتظامیہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے۔ بھٹہ مزدور صفدر نے کہا کہ انہیں اجرتیں نہ ملنے سے ان کے گھروں میں نوبت فاقوں تک پہنچ چکی ہے اور وہ بے روزگار ہو گئے ہیں۔ پوری اجرتیں مانگنے کی پاداش میں انہیں کام سے ہی فارغ کر دیا گیا ہے۔ محمد شبیر نے کہا کہ اگر بھٹہ مزدوروں کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ آج سے احتجاج کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے بھرپور احتجاج کریں گے۔ ایک بھٹہ مزدور ناصر نے آج خودسوزی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اس کے بیوی بچے گھر میں گزشتہ ایک ہفتے سے بھوکے ہیں۔ بھٹہ مالکان مزدوری نہیں دے رہے اور احتجاج کے باوجود ان کے مطالبات تسلیم نہیں کیے جا رہے اور ایسی زندگی سے بہتر موت ہے۔ ناصر نے کہا کہ اگر آج صبح دس بجے تک مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو اس سمیت دیگر مزدور خود پر پٹرول چھڑک کر خودسوزی کر لیں گے جس کی تمام تر ذمہ داری انتظامیہ پر عائد ہوگی۔ بھٹہ مالکان کے مزدور یونین کے ساتھ معاملات طے پا جانے کے بعد بھٹہ مزدوروں نے بھوک ہڑتالی کیمپ ختم کر دیا ہے۔ ضلعی انتظامیہ کے افسروں نے بھٹہ مزدور یونین اور بھٹہ مالکان کے مابین معاملات طے کروائے ہیں۔ ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر عامر اعجاز اکبر اور ڈسٹرکٹ آفیسر لیبر ویلفیئر چوہدری سعید ڈھلوں کی موجودگی میں اجرتوں کے معاملات طے پائے ہیں۔ لیبر قومی موومنٹ کے ضلعی صدر و پاکستان بھٹہ مزدور یونین پنجاب کے ضلعی جنرل سیکرٹری محمد شبیر نے سجاگ کو بتایا کہ ڈی سی او اور ڈی او لیبر ویلفیئر کی یقین دہانی پر احتجاج ختم کیا ہے۔ سجاگ کو انہوں نے بتایا کہ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے بھٹہ مزدوروں کے لیے آٹھ سو روپے فی ہزار اینٹ اجرت دلوائے جانے کی یقین دہانی کروائی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب مزدور اپنے بھٹہ خشت پر کام شروع کر دیں گے اور وہ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے مقرر کی گئی اجرت پر فی الحال مطمعن ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے قبل بھی مالکان کے ساتھ 800 روپے فی ہزار اینٹ اجرت دینے کا تحریری معاہدہ طے پایا تھا اور مزدوروں نے ضلعی انتظامیہ کی یقین دہانی پر احتجاج ختم کیا تھا۔

(اعجاز اقبال)

فیسکو ملازمین کا شدید احتجاج

پیر محل 7 نومبر کو پیر محل میں فیسکو کی نجکاری کے خلاف فیسکو ملازموں نے شدید احتجاج کیا۔ واپڈا نجکاری کے خلاف فیسکو دفاتر میں تعینات سینکڑوں ملازموں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھتے ہوئے قلم چھوڑ ہڑتال کی اور دفتروں کی تالہ بندی کیے رکھی۔ مذکورہ ملازموں نے احاطہ دفاتر میں نجکاری کی پرزور انداز میں مذمت کرتے ہوئے مبینہ طور پر حکومت کے خلاف شدید نعرے بازی بھی کی۔ فیسکو ملازموں نے اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے کہا کہ واپڈا کی نجکاری ہزاروں ملازمین کا معاشی قتل کرنے کے مترادف ہے جب تک حکومت واپڈا نجکاری کا فیصلہ منسوخ نہیں کرتی اس وقت تک احتجاج اور دفاتر کی تالہ بندی کی جاتی رہے گی۔ فیسکو ملازمین کی ہڑتال ہونے کی وجہ سے فیسکو دفاتر میں اپنے مسائل کے حل کے لئے آنے والے سینکڑوں صارفین کو بھی شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ فیسکو کی نجکاری کا فیصلہ واپس لیا جائے۔ فیسکو کی نجکاری سے وہاں برسر روزگار ملازمین کا روزگار داؤ پر لگ جائے گا اور انہیں شدید معاشی پریشانیوں و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حکومت سے کہا گیا کہ وہ فی الفور اس مسئلے کو حل کرے تاکہ صارفین کو درپیش مشکلات بھی ختم ہوں اور فیسکو کے دفاتر میں کام اپنے معمول کے مطابق جاری رہے۔

(نامہ نگار)

صحافیوں کے لیے محفوظ مراکز بنانے کا فیصلہ

اسلام آباد صحافیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ملک کے چھ بڑے پریس کلبوں نے بین الاقوامی تنظیم انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ کے تعاون سے 'سیفٹی ہبز' یا محفوظ مراکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ منتظمین کا کہنا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور سب سے بڑا پروگرام ہے۔ اس فیصلے میں شامل چھ پریس کلبوں، اسلام آباد، کراچی، لاہور، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان اور کوئٹہ کی رکنیت ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی صحافیوں کی مجموعی تعداد کا نصف ہے۔ اس پروگرام کے ابتدائی مرحلے میں پانچ بڑے پریس کلب منتخب کیے گئے ہیں۔ اسلام آباد میں طے پانے والے معاہدے کے تحت محفوظ مراکز پانچ ماہ کے لیے آزمائشی بنیادوں پر قائم کیے جائیں گے جہاں صحافیوں کو ملنے والی دھمکیوں کو ریکارڈ کیا جائے گا اور اس کی نوعیت کے تعین کے بعد فوری اگلا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ اس سے امید ہے کہ صحافیوں کو ملنے والی دھمکی کی نوعیت، اسے ریکارڈ پر لانے اور اس کا تجزیہ کرنے میں مدد ملے گی۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں سال 2000 سے 116 صحافی قتل کیے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ دو ہزار سے زائد صحافی اغوا، زخمی یا گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ منتظمین کا کہنا تھا کہ یہ اعداد و شمار اخبارات میں شائع رپورٹوں کی بنیاد پر حاصل کیے گئے ہیں لیکن ان محفوظ مراکز کے قیام سے زیادہ مستند اعداد و شمار مل سکیں گے۔ اسی قسم کے ایک منصوبے پر ہمسایہ ملک افغانستان میں بھی عمل درآمد ہو رہا ہے۔ آئی ایم ایس کے جنوبی ایشیا کے لیے مینیجر مارٹن آسٹرونگ نے اس موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ اس منصوبے سے دھونس و دھمکیوں کا ٹھوس ردعمل تیار کرنے میں مدد مل سکے گی۔ 'صحافیوں کو خطرات محض پاکستان میں نہیں لیکن پاکستان صحافیوں کو دھمکیوں پر کس طرح سے ردعمل ظاہر کرتا ہے اس سے دنیا کے دیگر ممالک کو بھی سبق مل سکتا ہے۔' بلوچستان میں بھی صحافیوں کو آئے روز دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لاہور پریس کلب کے اسد انصاری نے بھی اس موقع پر محفوظ مراکز کی تائید کی۔ محفوظ مراکز قائم کرنے کا یہ معاہدہ ایک ایسے وقت ہوا جو اس سے دو روز قبل ہی ٹانک میں قبائلی صحافی زمان محسود کو نامعلوم افراد نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں امن عامہ کی صورتحال میں قدرے بہتری اپنی جگہ لیکن صحافیوں کے لیے خطرات آج بھی موجود ہیں۔

(بی بی سی اردو)

Police excesses in Jamshoro							
Violations	May	Jun	Jul	Aug	Sep	Oct	Total
Extra-judicial killing	0	0	0	0	0	3	3
Enforced disappearance	0	0	2	2	1	2	7
Torture	1	2	2	3	3	1	12

• On July 7, police raided a house to arrest two men and beat them up as well as the women present in the house. The two men were taken to an unidentified place. When their parents approached the police they said that no such raid had taken place.

• On June 4, a gatekeeper at a railway crossing was beaten up by police for not opening the gate on their demand. He was taken to a police station and beaten up so severely that he fell unconscious. He was only released on the intervention of several local journalists.

The police, especially in rural areas, often do not possess arrest warrant at the time of the raid and beat and abuse suspect's relatives, sometimes resulting in serious injuries to family members.

Besides the police's random acts of violence, there have been complaints of abduction and harassment targeted against members of Sindhi nationalist political parties. In September 2015, some students of Sindh University affiliated with a nationalist party were arbitrarily arrested, beaten and harassed for no apparent reason.

As the table above shows, such violations by the police seem to have some consistency and cannot be dismissed as isolated incidents concerning one or two police officers.

The lesson from elsewhere in Pakistan, and indeed from the world over, is that the longer the practices of torture, abduction and unlawful killings by police are tolerated or not severely punished the more difficult it becomes to convince the police force that they too must respect the law under all circumstances.

It is high time that the practice of investigating complaints of serious violation by the police merely through departmental inquiries is replaced by probes through independent mechanisms. All such complaints leading to mandatory investigation in that manner would serve as a deterrent besides bringing the police officers responsible to justice.

Police excesses are not a localised problem

The district of Jamshoro in Sindh has in recent months stood out for a number of human rights violations. One of the most ethnically diverse districts in Sindh, Jamshoro has been plagued by frequent incidence of torture by police, killings in what appear to be staged shootouts by the police and enforced disappearance.

The practice of mistreating or beating the family members during raids to arrest a single suspect is worryingly common in much of Sindh, particularly in Jamshoro. While it may be expected that the family of the accused could resist the attempt to arrest him but there are protocols in place to guide the behaviour of the police. The police, especially in rural areas, often do not possess arrest warrant at the time of the raid and beat and abuse suspect's relatives, sometimes resulting in serious injuries to family members.

In recent years, the police in the province of Punjab have come under scrutiny for the phenomenon of 'encounter' killing, euphemism for premeditated murder by police after claiming a shootout with the deceased or his supporters.

There may well be actual shootouts involving criminals, but such has been the magnitude of encounter killings that the killing of suspects in an exchange of fire where police are seldom even injured has drawn suspicion whether a shootout was genuine. One does not wish any injury to police personnel, but such a case might suggest that the use of lethal force could perhaps have been avoided. A senior police officer boasted of having killed at least 100 convicts in encounters during a recent interview with an Urdu newspaper.

The reports from Jamshoro and indeed from other places in Sindh suggest that Punjab police cannot take all the credit for encounter killings. Some of the emblematic cases in the last few months where legality of police action has not always appeared to be above board are as follows:

- On October 12, police shot and killed a man near Bhitai Town in Qasimabad. The police said that patrolling officers had made a unsuccessful attempt to stop the car of the deceased but he did not follow the command, so the police opened fire and fatally shot him. The man died on the way to the hospital. An SSP stated that the man was a criminal and had been acquitted in 12 cases. The deceased's brother, however, said that he was picked up by the police four days earlier. He said that the police had demanded half a million rupees from the family to release him. When the family could not pay the amount, the police implicated him in multiple cases and gunned him down in a fake encounter, he claimed.
- On September 3, police picked up three businessmen from their shop in Main Shahi Bazar. They were beaten and taken into custody without a warrant. When their parents and members of the local civil society visited the police station to protest the arrest, the police denied the arrest and expressed ignorance about their whereabouts. Two days later, two of the three men were released and charged with snatching mobile phones.
- On August 14, the police raided a house to arrest a political worker and in his absence detained his brother for several hours and beat up his family members, including women and children.

Someone else's fault

From the media reports and official comments it appears that all of the quarters that were expected to look at and understand the reasons for the defeat seem content by pointing to lack of support by the voting states. What they have not tried to do to any discernible degree is to look at Pakistan's own conduct to examine if our actions, or lack of thereof, might have played a part.

The defeat could well be due to the politics around voting at the United Nations but it could be arguedand indeed has been argued at least by the Human Rights Commission of Pakistan and by some news mediathat Pakistan's human rights record could have played a part.

Some media reports quoted unnamed sources that the Nordic countries' concerns about Pakistan's human rights record, particularly around the issues of capital punishment and protections of rights of religious minorities, could have jeoperdised Pakistan's re-election bid. The case of Mongolia, which polled the highest 172 votes, was held out as an example, with many western states supporting it due to its transition to democracy.

HRCP said that Pakistan's inability to convince the UN members of the country's performance in the field of human rights could have cost Islamabad the re-election.

In a statement released to the media soon after the election results came in, HRCP said that the failure to retain the HRC seat "should also be taken as a warning for the Pakistani authorities to redouble their efforts to make amends and ensure that human rights are not only observed in Pakistan but also seen to be observed."

It would be naive to deny that there is considerable reciprocity and politics in the vote. After all, the human rights record of several states elected to the HRC is far from enviable and yet they managed to get a seat at the table.

Perceptions and track record

While the need for the Foreign Office to pull its act together is obvious, no less pressing is the need to not just improve the human rights situation in Pakistan but also the image of the country as a nation that not only enforces its own human rights obligations but promotes and strengthens the international regime for the protection of rights.

Recently, Pakistan voted against a United Nations General Assembly resolution on the recognition of the role of the human rights defenders (HRDs) and the need for their protection. Such a vote would certainly not send a message of commitment to human rights, at a time when HRDs in Pakistan in particular and elsewhere in general are facing ever-growing threats. Despite calls by HRCP, the government has not explained the reason why it chose to oppose that resolution.
Pakistan's slow progress on implementation of the recommendations it accepted following its Universal Periodic Review (UPR), even as half the time for implementation of the recommendations has lapsed, also has not helped our human rights credential.

Cold shoulder for rapporteurs

Furthermore, Pakistan's consistent failure to respond to numerous and repeated requests for country visits by UN special rapporteurs over the years hardly sends a positive signal. Entertaining such requests in a timely manner would have resulted in Pakistan not only benefiting from advice from the special rapporteurs but also created a better human rights image for Islamabad in other countries' estimations. That would have strengthened Pakistan's hand for seeking support from other states for its candidature for the HRC. The pursuit of such support would then have been seen as continuation of our commitment to push the human rights agenda internationally.

These are some of the many things that Pakistan has to ponder and decidedly move forward on, as it seeks to come to terms with the ouster from the HRC.

It is also important to consider that much responsibility for ensuring human rights for the citizens has now devolved to the provinces and the creation of appropriate mechanism and allocation of adequate resources for human rights should be the top priority.

How to read the UN HRC seat loss

In October, Pakistan lost its bid for re-election to the United Nations Human Rights Council (HRC), the inter-governmental body within the UN system responsible for the promotion and protection of human rights across the globe.

The UN General Assembly elected 18 countries to serve on the 47-member body for a period of three years, beginning January 2016.

There were seven candidates for the five seats for the Asia-Pacific Group. The United Arab Emirates, with 159 votes, and South Korea, with 137 votes in the General Assembly of the United Nations, were re-elected. Mongolia topped the table with 172 votes. Kyrgyzstan polled 147 votes and the Philippines 113.

Falling short

Pakistan could not get re-elected as it only received only 105 votes. The other state failing in its re-election bid to the Human Rights Council was Lao People's Republic, also receiving 105 votes.

The failure to get re-elected has been followed by shock, regret or both by many civil society organizations as well as the official quarters in Pakistan.

The country has served three terms on the council and has constantly remained a member of the HRC since 2006, except for a year-long mandatory break.

There have been some suggestions in the media, quoting unnamed official sources, that incumbency might have been a factor behind Pakistan's defeat, as some countries felt it was time to give a chance to others. However, other members of the council retaining their seats when Pakistan lost its takes something away from the anti-incumbency argument.

105

is the number of votes Pakistan got as it lost its bid for re -election to the HRC. The United Arab Emirates was elected with 159 votes, Kyrgyzstan with 147 votes, the Philippines with 113 and South Korea with 137 votes. Mongolia topped the table with 172 votes.

That the vote reflects the inability of the Foreign Office and the country's representative at the UN to persuade enough states to back Pakistan's candidature is obvious. But it is important to consider if that was the only factor behind the loss.

The two major blocs that did not vote for Pakistan were the Association of Southeast Asian Nations (Asean) and the Gulf Cooperation Council (GCC). The reason for the Asean countries not supporting Pakistan is said to be because of Islamabad's policy on the South China Sea dispute. Some Arab states of the GCC apparently did not vote for Pakistan over Islamabad's refusal to commit troops for action against the rebels in Yemen.

Votes from the Organisation of Islamic Cooperation have always helped Pakistan in previous elections to the HRC, but this time the group was divided, apparently because of the GCC stance.

Even though the voting took place in New York, changing Pakistan's permanent representative in Geneva, where the council is based, barely a fortnight before the elections would certainly have had an impact on the outreach in Geneva.

plunder and burning of the factory was not covered by almost all of the national media and it was difficult to for the audience to understand details of the attack from the media coverage.

Subsequent media reports highlight that the attackers had initially ransacked the factory, threatened the workers that they would torch it and went on a looting spree. Following the attack, some miscreants had reportedly informed local clerics that the owner of the factory had burnt a copy of the Holy Quran in the furnace. The security in-charge of the factory was said to be an Ahmadi, and the mob was apparently baying for his blood.

Provocative messages via mosque loudspeakers led to the gathering of an enraged mob from the adjoining villages that set the factory on fire and vandalised it. Media reports state that some of the attackers claimed to have recovered a half-burnt page of the Holy Quran from the factory boiler, an incredible claim given the boiler temperature of at least 200 degrees Celsius. Much of the factory was gutted in the fire and eight vehicles were also torched by the time law enforcement personnel arrived. After receiving a call about the alleged desecration of the Quran, police arrested the security in-charge of the factory, who was named as the main accused. The police rescued the workers and their families from the factory.

The agitated mob kept demanding the police hand over the main accused to them. The next day, the mob broke a police cordon, which was put in place following the attack to safeguard an Ahmadi place of worship, and set that on fire. The mob later blocked GT Road for six hours. In the subsequent clashes that broke out between the police and the protesters, police used rubber bullets and tear gas shells. An army contingent was dispatched after the police failed to control the situation.

A spokesman for the Ahmadi community was reported to have said that Ahmadis were taught to respect the Holy Quran and no Ahmadi could even consider disrespecting the Holy Quran.

To protect and serve

It has been observed that the police made a clearly ineffective and meek attempt to disperse the mob and control the situation in the Jhelum incident.

The role of the police in the Kot Radha Kishan case was such that in a Supreme Court hearing the police were criticised for "witnessing the whole incident as a spectator". There are numerous precedents of the police failure to control mobs in cases where commission of offences against religion under the PPC is alleged. The Jhelum incident saw the police failure to the extent that troops had to be deployed to quell the disturbance. Police, lawyers and judges associated with the cases where the charge involves crimes against religion have previously been intimidated, threatened and attacked, which has created an atmosphere of fear and insecurity. Adding personal biases to this mix makes ensuring due process and rule of law all the more difficult.

Magnified voices

Bouts of mob violence and lynching, following provocative calls from mosque loudspeakers have become a worrying trend in such cases over the years. While anyone can be accused of such an offence, members of religious minority communities finding themselves facing such a charge are at greater risk because of intolerance and social biases. Almost a year after the 20-point National Action Plan (NAP) against terrorism was adopted, under which preventing the abuse of mosque loudspeakers to instigate violence was a key strategy, the administration's inaction over the calls for violence from the mosque loudspeakers in Jhelum indicates lack of commitment to implement the law in all circumstances.

So long as these critical issues are not tackled, the mere accusation of commission of offences against religion, however unfounded, can lead to violence where the state might not be able to protect the rights of the citizens who find themselves in the dock amid mob frenzy.

When all it takes is an amber

The brutal mob violence against a Christian couple not too far away from Lahore on November 4, 2014 remains etched in the memory of conscious citizens. It was on this day when some 60 kilometres southwest of Lahore, in a village near the town of Kot Radha Kishan, a man and his pregnant wife were thrown into the raving fire of a brick kiln furnace by an enraged mob following rumours that they had desecrated the Holy Quran.

One year on, on November 20, 2015, another mob gathered outside a chipboard-making factory in Jhelum district, and torched it, following allegations of desecration of the Holy Quran there. There were many disturbing similarities to the Kot Radha Kishan violence from November 2014. The only thing to be happy about was that no fatalities occurred in the Jhelum incident.

The brutality in Kot Radha Kishan

The victims in the Kot Radha Kishan incident, Shama and Shehzad, had been working as bonded labourers for over a decade at the kiln where they died. Shehzad was reported to have introduced two labourer families to the kiln owner who had taken some advance credit (peshgi) from the owner. However, the two families reportedly escaped later without returning the money. Since Shehzad had introduced them to the kiln owner, he demanded that either Shehzad return the peshgi amount or find the escaped families. Reports from Bonded Labour Liberation Front (BLLF) suggest that after Shehzad failed to locate the families, both Shama and Shehzad were locked up by the kiln owner's accountant and guard in the owner's office. The couple was kicked and beaten with batons, until Shehzad breathed his last.

The couple was also accused of desecration of the Holy Quran. Provocative announcements were made from local mosques, calling upon the faithful to punish them. A large mob headed towards the kiln and threw the couple in the kiln furnace.

It later emerged through a couple of fact findings by civil society organisations, including HRCP, that Shehzad had an argument with another kiln worker, Irfan, who had threatened Shehzad to teach him a lesson. Irfan had gone to the kiln owner and claimed that he had seen Shama and Shehzad burn pages of the Holy Quran. Media reports highlight that Irfan had spread this rumour after he saw Shama burning possessions of Shehzad's deceased father. Following the information from Irfan, the kiln owner confined the couple in his office and had them severely beaten up.

A couple of policemen had been sent to the kiln to save the couple but were prevented from doing so by the kiln owner and his henchmen.

Following a furore over the brutal killing of the couple and their unborn child, a case was registered against 142 suspects under the Pakistan Penal Code (PPC). Out of the 142 nominated accused, 104 have been arrested and two released on bail, while the rest remain at large.

A hush-hush affair

Comparing the circumstances of the two incidents, one of the obvious differences is the manner of media reporting of the Jhelum incident, or the lack of reporting to be precise. Very few media organisations covered the news initially. In fact, many people learned about the incident in an ambiguous way - through tickers on Pakistani TV news channels, stating that the interior minister had ordered deployment of the army in Jhelum. Barring the odd exception, these tickers did not explain what had necessitated the military deployment. The news about the loot,

HRCP Council member and a former vice-chairperson for its Khyber Pakhtunkhwa chapter Malik Jrar was assassinated in Peshawar on February 8, 2013, as he drove his children to school. His sectarian identity and his determination to defend human rights as a lawyer and an activist had apparently offended those who ordered his killing.

On May 7, 2014, Rashid Rehman, a fearless human rights lawyer and HRCP Multan Task Force coordinator, was shot and killed at HRCP office. In early April 2014, three men including prosecution lawyers had threatened Rashid inside a courtroom in presence of the judge and demanded that he should stop representing a blasphemy accused or he would be killed. The threat did not deter Rashid. The authorities were alerted, but no action was taken and more threats followed. On the night of May 7, two men walked into Rashid's office and shot him five times, causing his death.

One step forward...

During its second universal periodic review (UPR) at the UN, Pakistan accepted a number of recommendations regarding the safety and security of human rights defenders. A detailed HRCP assessment of the government's performance in fulfilling those commitments at the mid-cycle period earlier this year found it to be far from satisfactory. In fact, with regard to HRDs' safety, the situation seemed to have deteriorated since the recommendations were issued to Pakistan in 2012.
One of the recommendations that Pakistan had 'noted' required it to develop a national policy for human rights defenders to help ensure their safety, and give them justice in situations where they were threatened or attacked for their work. The government is yet to explain what possessed it to merely note the recommendation, rather than accepting it and moving forward with its implementation.

HRDs in the crosshairs

Rights defenders, including journalists, lawyers, political and social activists, have all come under attack, with a large number of unlawful killings recorded from 2012 to 2015. Apart from the activists associated with HRCP, many other rights activists, including Parveen Rehman and Sabeen Mahmood, among others, have paid with their lives for their unflinching work for human rights.

HRCP has documented at least 23 killings of human rights defenders and journalists from January 2014 to April 2015.

The United Nations Office for the Coordination of Humanitarian Affairs reported 91 attacks against aid workers only between January and November 2013. As many as 29 of the individuals attacked were killed. Amongst the most vulnerable of aid workers were health workers administering polio vaccines. In the years 2013 and 2014, over 60 polio workers were killed across Pakistan.

Gender and vulnerability

Women human rights defenders not only face challenges due to the nature of their work but also because of their gender. Women HRDs are at greater risk of sexual violence or facing prejudice in the course of their work. This is exemplified by the words of a cleric and former National Assembly member from Kohistan who decreed in a sermon that women working for NGOs were barred from entering Kohistan and if they were to do so they would be forcibly married to local men.

The offices of Khwendo Kor, an NGO that works for the welfare of women in Khyber Pakhtunkhwa and FATA, have been attacked multiple times in recent years. Members of the NGO have also received 'orders' to discontinue its work. The office of SAWERA, an organization working for increased political participation of women in the tribal areas was bombed in 2013 and its founder, Farida Afridi, was shot dead. Senior management and employees of SAWERA have since been threatened and have had their homes attacked to intimidate them into giving up their work for women's rights in the tribal areas. Many employees have felt compelled to relocate to safer areas. Despite repeated complaints to the authorities, SAWERA staff members have not received any additional protection and no suspects have been apprehended in relation to the attacks.

The Internet has also been used as a means of increased harassment and threats of sexual violence against women HRDs. Multiple incidents have been reported where women activists had propaganda campaigns launched against them through social media. Pornographic materials with their faces morphed onto sexually explicit images were shared widely and personal details including home

On November 3, Zaman Mehsud, a dedicated member of the HRCP family and its monitor from South Waziristan Agency in FATA, was killed in a targeted attack in Tank district of Kyber Pakhtunkhwa. Soon after he left his house in the morning, Zaman was shot at by unidentified assailants and received multiple bullet injuries. The local hospital did not have adequate facilities to treat him and he was moved to a hospital in the neighbouring Dera Ismail Khan district, where he expired on the operating table. A Taliban group claimed responsibility for his assassination. They were apparently upset by his work as a journalist and also vowed to target three other journalists. HRCP has no way of knowing about the authenticity of the claim of responsibility.

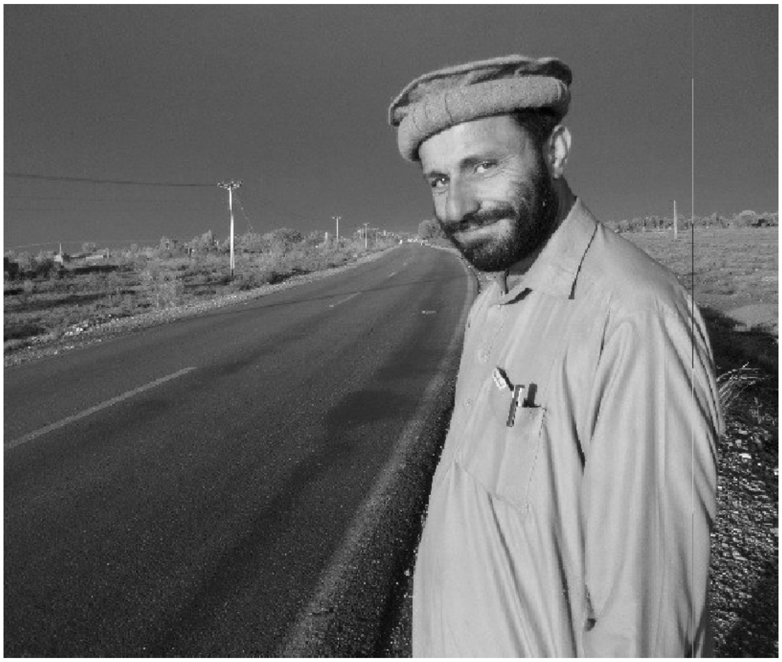

Zaman was the very definition of a committed and thinking human rights defender. So fearless was he that even as colleagues asked him to be careful amid growing threats in FATA, he volunteered to open an HRCP office inside FATA. In his death, South Waziristan and FATA have lost a tireless voice advocating for rights in the conflict-raked region.

Comes with the territory

The work for the protection and promotion of human rights has long been a hazardous undertaking in Pakistan. Human rights defenders (HRDs) in the country have accepted intimidation and violence as facts of life. But the calling seems to grow more dangerous by the day. The impunity for those targeting the HRDs has added to the sense of vulnerability of the rights defenders and civil society in general.

The work of human rights defenders has become even more difficult and more hazardous, in view of the rise of religious extremism, militancy, internal conflict and military operations in the northern and tribal regions of Pakistan. State institutions have either been helpless and unresponsive in the face of these challenges or, in some cases, have been even complicit in clamping down on the voices of HRDs.
Zaman is the sixth activists associated with the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) who has paid with his live for defending human rights since 2011. No steps were taken to catch the Zaman's killers and to bring them to justice. In none of the five previous murders of HRCP activists over the last few years the authorities had succeeded in catching the killers.

Before Zaman, Naeem Sabir, Siddique Eido and Zarteef Afridi were killed on account of their work in 2011, the bloodiest for HRCP activists.

Naeem Sabir was HRCP's coordinator for Khuzdar. He was killed by armed motorcyclists. He had earlier been threatened to stop his reporting of human rights violations.

Siddique Eido was the HRCP coordinator for Pasni, Balochistan. He was abducted by men in security forces uniform in December 2010 and his tortured body was found from Ormara in April 2011. The abductors' uniforms and the vehicles they used indicated involvement of agents of the state. Siddique had worked to highlight enforced disappearance and other human rights violations in the region.

Zarteef Afridi, the HRCP coordinator in Khyber Agency in FATA, was assassinated by armed men on a motorcycle on December 8, 2011. He had been receiving threats for his vigorous work to promote human rights, particularly displaced children's education, tolerance and peace in a region beset by conflict and denial of rights to women.

Threats for HRDs mounting unchecked

On November 3, Zaman Mehsud, a dedicated member of the HRCP family and its monitor from South Waziristan Agency in FATA, was killed in a targeted attack in Tank district of Kyber Pakhtunkhwa. Soon after he left his house in the morning, Zaman was shot at by unidentified assailants and received multiple bullet injuries. The local hospital did not have adequate facilities to treat him and he was moved to a hospital in the neighbouring Dera Ismail Khan district, where he expired on the operating table. A Taliban group claimed responsibility for his assassination. They were apparently upset by his work as a journalist and also vowed to target three other journalists. HRCP has no way of knowing about the authenticity of the claim of responsibility.

Zaman was the very definition of a committed and thinking human rights defender. So fearless was he that even as colleagues asked him to be careful amid growing threats in FATA, he volunteered to open an HRCP office inside FATA. In his death, South Waziristan and FATA have lost a tireless voice advocating for rights in the conflict-raked region.

Comes with the territory

The work for the protection and promotion of human rights has long been a hazardous undertaking in Pakistan. Human rights defenders (HRDs) in the country have accepted intimidation and violence as facts of life. But the calling seems to grow more dangerous by the day. The impunity for those targeting the HRDs has added to the sense of vulnerability of the rights defenders and civil society in general.

The work of human rights defenders has become even more difficult and more hazardous, in view of the rise of religious extremism, militancy, internal conflict and military operations in the northern and tribal regions of Pakistan. State institutions have either been helpless and unresponsive in the face of these challenges or, in some cases, have been even complicit in clamping down on the voices of HRDs.

Zaman is the sixth activists associated with the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) who has paid with his live for defending human rights since 2011. No steps were taken to catch the Zaman's killers and to bring them to justice. In none of the five previous murders of HRCP activists over the last few years the authorities had succeeded in catching the killers.

Before Zaman, Naeem Sabir, Siddique Eido and Zarteef Afridi were killed on account of their work in 2011, the bloodiest for HRCP activists.

Naeem Sabir was HRCP's coordinator for Khuzdar. He was killed by armed motorcyclists. He had earlier been threatened to stop his reporting of human rights violations.

Siddique Eido was the HRCP coordinator for Pasni, Balochistan. He was abducted by men in security forces uniform in December 2010 and his tortured body was found from Ormara in April 2011. The abductors' uniforms and the vehicles they used indicated involvement of agents of the state. Siddique had worked to highlight enforced disappearance and other human rights violations in the region.

HRCP Radio:
For a right-respecting culture

FM 101 (12:30 pm on Saturday & Sunday)

Human rights are a set of norms, or standards of behaviour, that are intended to protect us so that everyone is able to fully lead her or his life free from fear and abuse. Yet there is widespread ignorance about human rights in Pakistan. Radio, the most widespread mass-medium in the country, can be an important tool for informed and inspired discussions about human rights, pluralism and tolerance. Aiming at being such an instrument, HRCP Radio is exploring important human rights issue for the promotion of pluralism and tolerance.

HRCP is airing three audio spots a day during the 9:00 to 10:00, 12:00 to 13:00 and 16:00 to 17:00 slots and a magazine programme titled “Baat Haq ki” through FM 101 radio channel at 12:30 on Saturdays and Sundays. The spots and the programmes are an endeavour to make the people aware of their rights with the focus being in particular on human rights and fundamental freedoms; peace; tolerance; environment; and democracy.

In case you miss any of the spots or the programmes, they are also available on the HRCP website at http://hrcp-web.org/hrcpweb/hrcp-radio/

Call to move beyond adhocism on internal displacement

Pakistan has faced faces largescale and persistent internal displacement over the last decade. The manner in which it has responded to this displacement, however, has been reactive and ad hoc.

On November, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) organised a consultation in Islamabad where representatives of civil society organisations, lawyers, economists and citizens who were or had been IDPs called by consensus for the urgent need to adopt a specific framework on internal displacement, which was in line with international standards.

The speakers said that the authorities in Pakistan were either unaware of the international standards on displacement or were intentionally ignoring them. They said that despite internal displacement rising to unprecedented levels in Pakistan over the last decade, the refusal to benefit from UN Guiding Principles on Internal Displacement and other standards was contributing to the challenges for the government and the internally displaced persons (IDPs).

The main recommendations at the consultation included the following:

- Rather than dealing with internal displacement in an ad hoc manner, Pakistan must adopt a proper human rights-based legal policy framework which should reflect the many lessons that the world had learned from its experience of various phases of displacement.
- The right to be free from arbitrary displacement should be recognised. A comprehensive definition of who is an IDP should be adopted and applied in a non-discriminatory manner. Selective application of the term IDP, especially discriminating depending on where displacement occurred, must be outlawed.
- Every effort should be made to prevent involuntary displacement from occurring and minimise it where it is inevitable.
- The fact of displacement should not deprive a person of all the rights he is entitled to as a citizen of Pakistan.
- The need to raise awareness of the existence, scale and nature of internal displacement
- A system for the collection of relevant data on displacement in a comprehensive and disaggregated manner must be given due priority.
- Institutional focal points for internal displacement issues should be developed at the national and provincial levels.
- An autonomous institution like the National Human Rights Commission should be given the authority to monitor and report on the respect and protection of IDPs.
- IDPs must be consulted and involved in all matters affecting them during all phases of displacement.
- Pakistan should develop and benefit from a trained volunteer cadre for disaster management. Girl guide and boy scout cadres should also be utilised.
- The witnessing and delivery role for NGOs need to facilitated and not made more difficult. Imposition of conditions for civil society organisations such as seeking no-objection certificate (NOC) before offering assistance to IDPs must be done away with.
- Prior and pre-arranged protection and assistance mechanisms for vulnerable segments, such as children, women, persons with disabilities and members of religious minority communities, should be ensured. The protection and assistance for such individuals should take into account their special needs and should guard against discrimination.
- Lack of identity documented must not lead to denial of assistance. Alternative steps for provision of lost identity papers should be put in place.
- Wherever peace had been restored in a situation of conflict displacement, civilian authorities must be handed back control of rehabilitation and development.

They participants said that civil society organisations and host communities helping out IDPs did not absolve the state of its responsibility to assist and protect the IDPs.

Human Rights Commission of Pakistan

جہد حق Monthly **JEHD-E-HAQ**

Monthly JEHD-E-HAQ - December 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 12 ...... دسمبر2015..... قیمت 5روپے

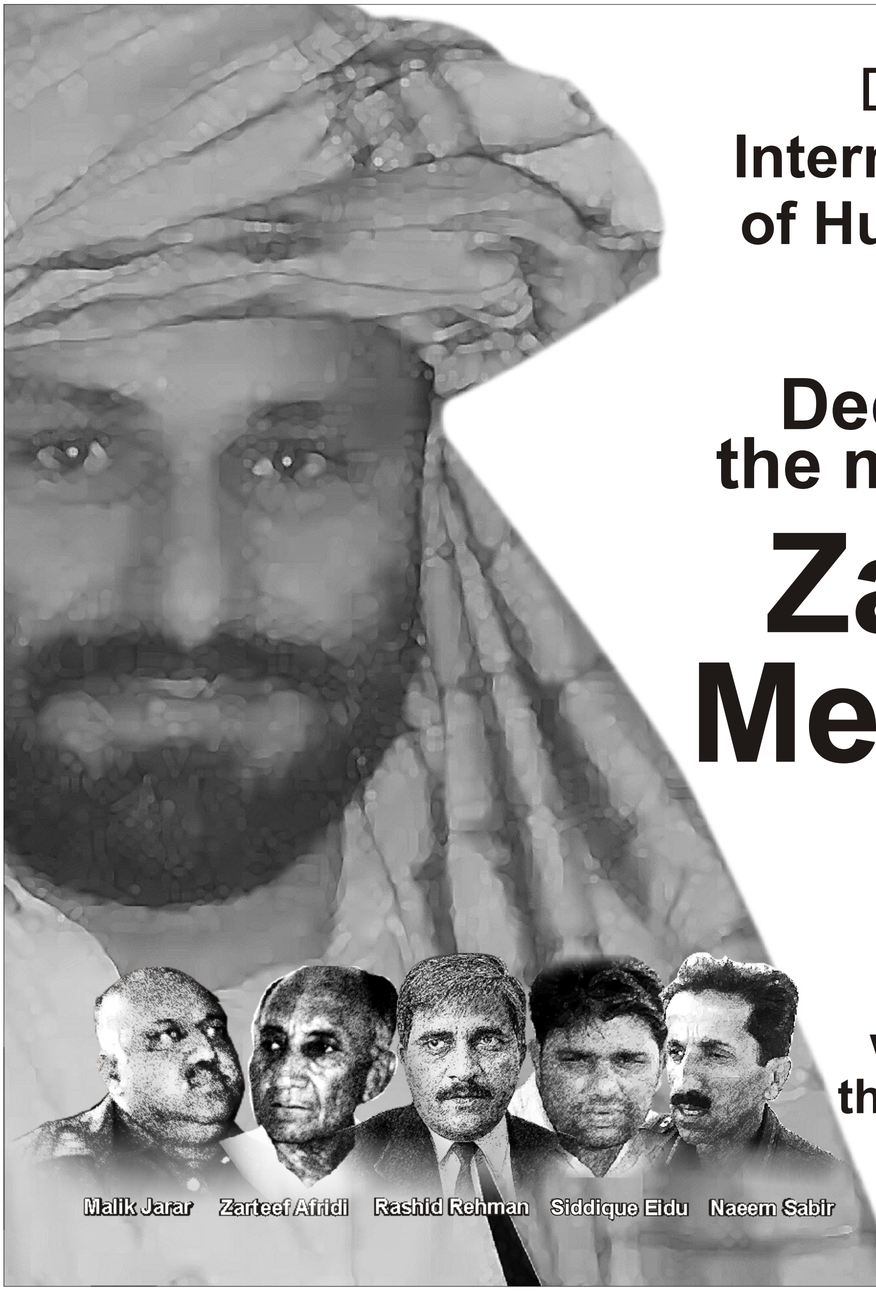

December 10

International Day of Human Rights

Dedicated to the memory of

Zaman Mehsud

and of all his colleagues at HRCP who sacrificed their lives in the struggle for human rights

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

Monthly JEHD-E-HAQ - December 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 12 ...... دسمبر2015..... قیمت 5روپے